



ڈاکٹر زکیر حسین لائبریری

**DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY**

**JAMIA MILLIA ISLAMIA**

**JAMIA NAGAR**

**NEW DELHI**

Please examine the books before taking it out. You will be responsible for damages to the book discovered while returning it.

## DUE DATE

Cl. No. \_\_\_\_\_

Acc: No. \_\_\_\_\_

**Late Fine Re. 1.00 per day for first 15 days.**

**Rs. 2.00 per day after 15 days of the due date.**

[illegible]





سید سید ارشد فروری نوٹس و خطاوت خالی دارد  
(حافظ)

# بون کا آسرا

پنی  
سری سید گرو اپاستنی مہاراج  
مصنف

لباس خاک پونوی و منشی میر ممتاز علی اثر دہلی  
پبلشر ستم نمبر و ایمانی میجر

لکھنؤ ۱۶۷-منزل-م-مین روڈ-داور-بہی  
۱۳۳۱ء مطابق ۱۹۲۲ء

مطبع جہانگیری میٹھی  
بہار

# التماس

جن مہاتما کا حال اس کتاب میں درج کیا گیا ہے وہ اس وقت حیات میں اور قصبہ ساکورہ  
ضلع احمد نگر میں قیام پذیر ہیں۔ دراصل یہ کتاب سرزمین ہند پر بسنے والی دو بڑی قوموں یعنی ہندو اور  
روحانی اتحاد کی داستان ہے۔ ایک ہندو مہاتما کا کسی مسلمان بزرگ سے یہاں ہندو سے کسی مسلمان کا  
پانا کوئی نئی بات نہیں ہے صفحات پانچ میں اسکی متعدد مثالیں ملتی ہیں چونکہ یہ ایک تازہ واقعہ  
اور ٹھیک اس وقت ظہور پذیر ہوا ہے جبکہ ہمارے ملک کے ہر گوشہ میں ہندو مسلمانوں کے ظاہری اتحاد کیلئے  
تور کو کششیں ہو رہی ہیں اور بڑی حد تک ان میں کامیابی بھی ہوئی ہے۔ ہندو ادل نے چاہا کہ میں اس  
ظاہری اتحاد کے پہلو پہ پھلو روحانی اتحاد کا نمونہ ہی اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کر دوں کیونکہ یہی اہل اور  
پائیدار چیز ہے جس سے ظاہر ہو گا کہ اس وقت نہ صرف ہندوستان کی ان دو بڑی قوموں کا بلکہ اس  
سرزمین میں بسنے والی ہر قوم کا باہمی اتحاد خداوند کریم کو منظور ہے۔ یقیناً وہ وقت قریب آگیا ہے جب  
ہر مذہب و ملت کے لوگ اپنے باہمی اختلافات کو مٹا کر ایک ہی رشتہ میں منسلک ہو جائیں گے۔ اسی غرض کو نظر  
رکھ کر میں نے مختلف ذرائع سے ان مہاتما کے حالات بہ پہنچائے اور تحقیق و تصدیق کے بعد قلم بند  
کر کے کتاب کی صورت میں شائع کئے ہیں۔

آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات وغیرہ کیلئے میں آپ کے براہ بزرگ مٹر بالکرشنا  
راؤ شاستری کا نہایت ممنون ہوں۔ آپ کے شاہدے جو دوسرے حصے میں بیان ہوئے  
میں اور دیگر اقوال و افعال کی معلومات میں نے پیر و مرشد جناب مہر بابا سے (جن کے مختصر حالات  
اور فوٹو آگے درج کئے گئے ہیں) حاصل کئے۔ مجھے ان معلومات کے معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں  
چونکہ جناب مہر بابا کو ان مہاتما سے روحانی تعلق ہر اہم بقول مہاتما موصوف آپ ان کے بعد اعلیٰ جانشین  
ہوئیو اے ہیں۔ آپ نے یہ حالات اپنے پیر و مرشد کی زبانی وقتاً فوقتاً سن کر نوٹ کر لئے تھے۔ اور جب  
میں نے آپ کے مرشد کی سوانح میری شائع کرنا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے بخوشی اپنے تحریر کردہ نوٹ میرے حوالے





مہر بابا (پونہ)

نہ ملے اور انکو شایع کرنیکی اجازت دی کہ سیر طر جہا تھا وہ صوف کے شیرازی۔ کہہ گپور۔ ناگپور۔ رشتہ ای  
 دیگر مقامات کے وہے اور قیام کے حالات انکے متعدد معتقدین سے دستیاب ہوئے۔ انکے اسماء  
 گرامی شکر یہ کے ساتھ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ بابا صاحب جوگ، درگابائی، سار جابائی  
 ساکنان ساکوری، سنگون سکے شیر ڈی، ستر چنسا سوامی سکے کہہ گپور، ستر جابی راو، ستر ناڈو۔  
 راو صاحب ونایک راو، ستر ایکنا تہہ راہ ساکنان کہہ گپور، ستر کشن راو سکے ناگپور، ستر شینوت  
 راو ساکوری، ڈاکٹر گنپت راو اشندی، ستر مہتا جی مہتی، خالص صاحب کینسر، ایرانی (احمد نگر) دوہلو  
 سیٹھ (راہٹا) اور دیگر متعدد اصحاب جو نام واقعات کے ضمن میں مختلف مقامات پر اس کتاب میں مذکور  
**حضرت مہر بابا**۔ آپ ایرانی نژاد ہیں اور پونہ کے باشندے ہیں لیکن آج کل بڑی میں بمقام داد قیام  
 پذیر ہیں۔ آپ کی عمر قریباً ۲۰ سال کی ہے۔ ۱۹۱۰ء میں جبکہ آپ ڈکن کالج پونہ میں میرے ہم سبق تھے  
 حضرت باباجان کی نظر فیض اثر آپ پر پڑی۔ اور آپ کے دل کو اس حقیقت سے پر کر دیا۔ استوت  
 سوا آپ کا تعلیم منقطع ہو گیا۔ اور ہر وقت حالت جذب آپ پر طاری رہنے لگی۔ قریباً چھ ماہ تک  
 آپ کی آنکھوں نے خواب کی صورت نہیں دیکھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شری آپاسنی مہاراج اپنے مرشد حضرت  
 سائین بابا جیہ اشد علیہ کے ارشاد کے بموجب قصبہ شیر ڈی میں کہنڈ و بابا کے مندر میں ٹھہرے ہوئے تھے  
 اور بظاہر جذب یاد یوانگی کی حالت اپنے طاری تھی۔ اسی زمانے میں ایک روز حضرت باباجان (جو بہت  
 پونہ میں موجود ہیں) مہر بابا کو ارشاد فرمایا کہ جا اور اپنا حصہ ہندو سے طلب کر۔ قدرت نے کچھ ایسے  
 سامان کئے کہ انہی دونوں میں آپ کو قصبہ شیر ڈی جانیکا خیال ہوا۔ چنانچہ آپ شیر ڈی پہنچے اور  
 حضرت سائین بابا کا نیاز حاصل کیا۔ معاً آپ کو حضرت باباجان کا فرمان یاد آ گیا۔ ادھر آپ اس خیال  
 میں تھے کہ ادھر سائین بابا نے ارشاد فرمایا کہ کہنڈ و بابا کے مندر میں جاؤ۔ آپ نے تعمیل حکم کی۔ وہاں  
 پہنچے تو دیکھا کہ ایک ہندو فقیر برہمنہ اپنے حال میں مست بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے سلام کیا اور دست  
 بستہ سامنے کھڑے ہو گئے۔ یہ ہندو بزرگ مہاراج تھے جنکے حالات زندگی اس کتاب میں  
 مفصل درج کئے گئے ہیں۔ مہاراج نے انکی طرف دیکھا۔ اور باطنی طور پر حقیقت حال کو معلوم کر لیا

وانی عقل سے بالکل متضاد ہے۔ اور یہ ان لوگوں سے حاصل ہوتی ہے جو خدا رسیدہ ہوں۔ یا باطنی  
 دیگر مرشد کامل کی ہمتاوت کے سوا کوئی شخص معرفت الہی پر عبور نہیں حاصل کر سکتا۔ پھر آپ نے  
 سائین بابا رحمۃ اللہ علیہ کی بزرگی اور عظمت روحانی کا ذکر فرمایا۔ اسے مرشد کا نام زبان پر  
 آتے ہی فردا نجات کو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دیر تک سکے کا عالم رہا طبیعت  
 سنبھلی تو آپ نے فرمایا کہ سائین بابا کے متعلق میں کیا عرض کر سکتا ہوں۔ میری زبان کو یاد نہیں  
 کہ انکی تعریف کر سکے۔ اخیر میں فرمایا کہ میرے آقا سے جو کچھ نیچے عنایت ہوا انکی کلبیدین نے مہربان  
 جی کے حوالے کی ہے۔ وہی اسکا سختی ہے۔ ناظرین کو اس تذکرے سے کہل گیا ہو گا کہ حضرت مہربان کو حضرت  
 باباجان اور شری سدر واپس جہاز ان ہر دو بزرگوں سے فیض حاصل ہوا ہے۔ حضرت بابا  
 کے متعلق جو معلومات مجھے معتبر مواقع سے ہم پہنچی ہیں انکو یہی بہانہ درج کرنا ضروری معلوم  
 ہوتا ہے تاکہ آپ کی بزرگی اور عظمت کا دنیا کو پتہ چلے۔

**حضرت باباجان** ۱۔ ابتدائی حالات کا پتہ نہیں مل سکا۔ سن ۱۲۹۰ء سے آپ کے حالات  
 ملے ہیں۔ اپریل ۱۲۹۰ء میں آپ حیدری نامی جہاز سے حج بیت اللہ شریف کو تشریف لگے۔ اس جہاز  
 میں جناب نور محمد قائم مٹھا۔ نور محمد عرف ناچکے والے اور سیٹھ صالح محمد الیکس کپڑے والے  
 جنکی دکان آجکل چکلا اسٹریٹ ممبئی میں ہے۔ اور جناب حیدر ابراہیم سیانی اسسٹنٹ پروفیسر  
 ڈکن کالج بھی اپنی والدہ مرحومہ اور بہانی کے ہمراہ تھے جہاں ان لوگوں نے آپ کی بہت  
 سی کرامات دیکھیں۔ آپ سیانی صاحب کی والدہ کے ہمراہ جدہ سے مدینے شریف تشریف لے کر  
 حضرت ابراہیم اوسم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس سے آئے دیکھا گیا کہ جہاز پر جو حالت جذب آپ  
 پر طاری تھی وہ سلوک سوبل گئی اور آپ نے تاقیام کہ وہ مدینہ پہنچو قہ نماز ادا کی اور ہر کام کاج  
 ہوشیار دیکھی طرح کیا۔ سن ۱۲۹۰ء میں واپسی کے وقت آپ نے جدہ میں ۵ ماہ قیام کیا اور یہاں  
 آپ کی حالت پھر مجذوبانہ ہو گئی۔ باتے وقت حیدری جہاز طوزان میں پہنچ گیا تھا اور سب لوگ  
 اپنی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو چکے تھے اس وقت آپ نے نور محمد عرف ناچکے والے کے گلے میں رو مال







باندہ اور جہاز کے بچے بچے سے ایک ایک پیڑ لے اور خدا سے کہہ کہ خدا یا ہمارے جہاز کو بچا ہم  
 تیرے محبوب کی مدد سے میں نیاز کریں گے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا جس میں جہاز کے انگریز سوار بھی شریک  
 ہوئے اور جہاز ڈوبنے سے بچ گیا۔ جہاز پر آپ خلاصیوں سے انگریزی میں بات چیت کرتے  
 تھے۔ قربان شاہؒ میں آپ پونہ تشریف لائے اور لشکر میں چار ہاڑی کے کنارے درخت کے  
 نیچے قیام کیا۔ یہ جگہ آپ کو ایسی پسند آئی کہ آج تک یعنی، ابرس سے آپ نے اسکو نہیں چھوڑا اور  
 سردی گرمی بارش اسی جگہ بسر کرتے ہیں۔ جسمانی حالت جو، ابرس پہلے تھی وہی آج جو عرصہ کا اندازہ  
 تئو برس زیادہ لگایا جاتا ہے۔ آپ کو سب لوگ بابا جان کہتے ہیں۔ مافی یا مان صاحب  
 کوئی کہتا ہے تو محنت ناراض ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں عورت نہیں ہوں مرد ہوں  
 پشتو اور فارسی زبان نہایت اشریف تیز ہوتے ہیں اکثر حافظہ اولامیر شہر کے اشعار آپ کی  
 زبان سے سننے میں آتے ہیں۔ غصہ کے وقت غصہ اور محبت کے وقت انتہائی محبت  
 فرماتے ہیں۔ کسی سے بھی کوئی چیز نہیں لیتے۔ یہ بول تک کوئی لیجاتا ہے تو آپ بگڑ جاتے ہیں  
 بہ نسبت پونہ والوں کے باہر والے زیادہ مستفیض ہو رہے ہیں۔

خاک راس  
 خاک پونوی

# دیکھا چکے

(از حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب ہلوی)

یہ اختلاف صورت فطرت کی مستیان ہیں  
(حضرت اکبر الہ آبادی)

یہ انکشاف معنی ذہنون کی ہستیاں ہیں

یہ شرف ایشیا اور اس کے خاص ملک ہندوستان ہی کو حاصل ہے۔ جہان کے باشندوں کا مقصد زندگی  
نحس رو سپہاں کرنا اور مادی پیش و آرام میں مصروف رہنا نہیں ہے۔ بلکہ اپنی حقیقت پر غور کرنا  
اور کمرستے سے خدا تک پہنچنا ہے۔ عنوان کے شعر میں حضرت اکبر الہ آبادی نے سچ فرمایا ہے کہ  
کائنات میں جس قدر موجودات ہے سب کی صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ہر ذرت اپنی شان میں مکتا  
ہے۔ ہر پہاڑ اپنی صورت کا ایک ہر ہر حیوان کی شکل دوسرے سے نہیں ملتی۔ اور انسان باوجود  
اس کے کہ اعضا کیسے رکھتا ہے شکل میں دوسرے انسان سے نہیں ملتا۔ وہی دو آنکھیں ہیں وہی ایک  
ناک ہر وہی رخسار وہی پیشانی وہی دانت ہونٹ زبان ہے، مگر کیا مجال کہ ایک چہرہ دوسرے  
چہرے سے مل جائے۔

اکبر کہتے ہیں کہ یہ فطرت کی مستیاں ہیں۔ اسی سستی کے جوش نے یہ رنگارنگی پیدا کی ہے۔ اور  
اس رنگارنگی کے جوئے نے معنی نکالے جاتے ہیں یہ بھی ہمارے ذہن کی رفتار ہے۔ یعنی ہر شخص کا  
ذہن جدا گانہ مطلب پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ حقیقت و کلیت ان سب معانی اور مطالب سے جدا ہوتی ہے  
سوامی و ویکانند نے امریکہ میں کہا تھا کہ اگر ایک گائے خدا کا تصور کرے تو یہی خیال کریگی کہ خدا ایک بٹی  
گائے ہے۔ اور ایک شیر خدا کا وہ بیان کرے تو وہ اسکو بڑا شیر اور جانور و کھولاک کرے تو وہ لاجو خیاں کرے گا۔

انسان نے بھی جس قدر خدا کی تقریر کی ہیں وہ سب وہی ہیں جو خود ایک اندر پائی  
جاتی ہیں۔ آدمی دیکھتا ہے اسلئے اس نے خدا کی نسبت کہا وہ بصر ہے معنی دیکھنا۔ آدمی  
سناتا ہے اسلئے اس نے کہا خدا سمیع ہے یعنی سننے والا ہے۔ انسان میں رحم کا مادہ ہے۔

خدا کو بھی حزن و غم نہ تھا۔ انسان انصاف کرنا چاہتا ہے تو خدا کو بھی عادل سمجھتا ہے۔

غرض آدمی اپنی ہی حالت پر قیاس کر کے خدا کا تصور کرتا ہے۔ یورپ کے آدمی اور امریکہ کے باشندے جب خدا کا خیال کرتے ہوئے تو وہ اسکو کارخانے بنانے والا۔ ہاب اور بجلی کی ٹکٹوں میں سفر کرنے والے اور رات دن روپیہ کی فکر میں غلامان پیمان تصور کرتے ہوئے۔

ہندوستان کے آدمی اپنے خیالات کی بوہبہ یہ خیال کرتے ہوئے کہ خدا محبت میں مہر و ہے کیونکہ دنیا میں محبت کے سوا اور کچھ نہیں ہے محبت ہی سے اس نے سرت۔ بیج۔ تخم کی صفات کو ظاہر کیا ہے ریشمی کی آپاسا کرنے والوں سے پوچھو کہ تم اپنے ماتھے پر تین لمبیں لکیریں کیوں بندتے ہو تو وہ کہہ دینگے ستو گن۔ دو گن۔ تین گن کی علامتیں یاد رکھنے کے لئے یہ نشانات ہیں۔

رامندی لوگوں سے پوچھو تم نے ماتھے پر تین لمبیں کیسی بنائی ہیں جو شیوا پارسوں کو برحق بالوں کی طرف تو ناک کی طرف کھینچی گئی ہیں تو وہ جواب دینگے سیتا رام لکھن کی یاد ہے۔ ۱۱ ہر رام اور ہر لکھن بیچ میں سیتا۔ کہ محبت کے تین پہلے پیشانی پر درخت لکھیں۔

قصہ مختصر تمام معافی و مطالبہ ہر جواب بیان کئے جاتے ہیں یہ اپنی ذہنی و دماغی حالت کا اقتضا ہے ورنہ خدا کی ذات ان سب اعلیٰ و برتر ہے۔ اور اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے۔ مغلزادہ کا حق معاف نہ کرنا۔ ہم نے تجکو تیرے بچانے کے حق کی موافق نہیں پہچانا۔

پس جب اس کتاب کو پڑھنے والے پڑھنے کو اپنی عقل اور سمجھ کی موافق رنگ رنگ کا مطلب سمجھیں گے۔ کوئی کہیگا اس میں تو بلند دن کا بیان ہے جہاں دیکھو غیر خدا کی پوجا پاٹ کے قصے لکھے ہوئے ہیں۔ کوئی بول اٹھے گا یہ کتاب تو مسلمانوں کی حکمت عملی ظاہر کرنے کو لکھی گئی ہے کہ سائیں بابا ایک مسلمان درویش نے ایک بزرگ کو مرید کے ہندو مذہب کے نکال لیا اور اسی کو اپنا شاگرد بنا کر دوسرے ہندو کو مسلمان کر دیا۔ بنا دی تیسرا شخص کہ ہندو مہاراج نے مہر بابا ایک پارسی کو نظر ہر سے اسوایٹے دیکھا کہ پارسیوں میں یہی اسلامی حکمت کے خیالات پہلے جائیں۔

غرض ہر شخص اپنے اپنے خیال اور اپنے اپنے حال کے موافق اسے زنی کرے گا کہ بعض

علیٰ نفسہ، آدمی خود اپنے اوپر دوسرے کو قیاس کیا کرتا ہے۔

**فقر امین جلوہ ذات** مگر اصلیت اس کتاب کی تمام خیالات مذکورہ کے خلاف ہر

اس میں نہ سہ ماہی نہ مکتوبت پرستی سکھائی گئی ہے نہ ہندوؤں کو مسلمان کرنیکی کوئی ترکیب کی گئی ہے۔ نہ پارسیوں کو اسلامی تعلیم کا معلقہ بگوش بنانیکا مذمت ہے۔ بلکہ اس کتاب میں تو فقر کی کیفیت بجاور ہے وہ قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فقر وہ مذہب نہیں رکھتے جو آپس میں بیرکبنا سکھاتا ہو یا جس کو نادان لوگوں نے بیخوبہ دیا ہے کہ مذہب وہی ہے جو دنیا میں فرقہ بندی کے تعصبات پیدا کرے۔ بلکہ فقر کی ذات جلوہ آتی ہوتی ہے۔ خدا کی ذات کسی مذہب کسی قوم اور کسی خاص فرقہ کی طرف دار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سورج کی روشنی گرمی سردی ہوا۔ پانی۔ ہواک پیاس۔ خوشبو و غم سب آدمیوں کو برابر دیتا ہے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان۔ عیسائی ہوں یا یہودی۔ پارسی ہوں یا منکر خدا گورے ہوں یا کانٹے ابر ہوں یا غریب۔ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ عورت ہو یا مرد بچے ہوں یا جوان۔ خدا نیک و بد کی پرواہی نہیں کرتا وہ شراب خواروں اور حرام کاروں کو بھی نیند کھاتا پانی اور ہوا اور روشنی دیتا ہے اور عابد و زائد کو گونگو بھی۔ پس فقر وہی ہیں جو خدا کے دستور کے موافق کسی فرقے اور کسی مذہب کے طرفدار نہ ہوں سب کو ایک ہی نظر سے دیکھیں اور سب میں ایک ہی جلوہ پائیں۔

سائیں بابا مسلمان تھے۔ مسلمان رہے۔ مسلمان مرے۔ جہاں جہاں تھے برہمن تھے برہمن ہیں اور برہمن کی حالت میں دنیا سے جائینگے۔ جہر بابا پارسی ہیں۔ پارسی رہینگے اور اسی قومیت میں انکا انجام ہوگا۔ مگر جو چیز کہ ذات پات کے جھگڑوں سے اونچی اور علیحدہ ہے وہ سائیں بابا میں بھی تھی اور جہاں جہاں میں ہی ہے اور جہر بابا بھی اسکا مظہر ہیں۔ لہذا جو شخص اس کتاب کو پڑھنا چاہے اسکو پہلے مذہبی و قومی تعصبات سے جدا ہو جانا چاہئے۔ ورنہ اس کتاب کے پڑھنے میں اسے کچھ لطف نہ آئیگا۔ بلکہ اس کا دل مختلف قسم کی باتوں سے گھبرانے لگے گا۔ کہ کہیں اس میں بت پرستی کا ذکر ہے کہیں اسلامی تعلیم کے اشارات ہیں کہیں کچھ ہے اور کہیں کچھ ہے۔

**خلاصہ مضامین**۔ اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ چند الفاظ میں کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ساری کتابٹری سچہ اندر سد گرد و پاسنی ہماراج کے حالات میں ہے (۲) حقانی تجلیوں کا ناسوتی اور لاہوتی بیان ہے۔ (۳) ظاہر پرستوں کے لئے ایک دنیا دار انسان کی سرگزشت ہے جس نے دنیا کو ترک کر دیا اور انتہائی بے تعلقی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ اسکو ناسوت کی زبان میں لایف مذکورہ۔ مفلوظات سیرۃ حیات کہتے ہیں۔ مگر حکی نگاہ معارف باطن پر ہے وہ ان الفاظ سے زندگی کی کشمکش میں ہدایت کا راستہ پاتے ہیں۔ گویا اس کتاب کے مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ وادی حیات کے بہوئے بیشکے مسافروں کو اصلی اور سیدھا راستہ بتاتی ہے۔ (۴) الہامی کتابوں کی طرح قصوں اور مثالوں کے ذریعے سے مورکہ اور نادان لوگوں کو نازک گہری اور باریک باتیں بتائی گئی ہیں (۵) مگر سب سے بڑا اور یقینی خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب میں غریبوں کمینوں محتاجوں اور ان بیماروں کے ساتھ عملی محبت اور مسایانہ برتاؤ کو نیک طریقہ سکھایا گیا ہے چکو صدیوں سے ہندوستان ولس اور دوسرے ملکوں نے باشندے کمین اچھوت ادنیٰ ذلیل اور ناقابل توجہ سمجھتے آئے ہیں۔

میں نے اس کتاب کا نام پہلے پریم بٹیا تجویز کیا تھا یعنی عشق کا راستہ، اور ایک اعتبار سے یہ نام کتاب کا خلاصہ ظاہر کرتا تھا۔ پھر اسکے بعد میں نے اسکا نام تجلیان رکھا کیونکہ واقعات اور اپاسنی ہماراج کے حالات کے آخری نتائج دل پر جواثر پیدا کرتے ہیں انکو تجلیان کہنا ناموزون نہیں ہے لیکن جب میں نے تمام کتاب کو آخر تک پڑھ لیا اسوقت بے اختیار میرے دلی زبان سے نکلا کہ اُپاسنی ہماراج غریبوں کا آسرا ہیں۔ لہذا انکے تذکرے کی اس کتاب کا نام ہی غریبوں کا آسرا ہونا چاہئے۔

ہاتما گاندھی کی شہرہ آفاق شخصیت اور عالمگیر ہمدرد غریبی کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اچھوتوں اور کمینوں سے دلی محبت رکھتے ہیں اور انکو انسانی مساوات کی سطح پر لانے کیلئے قول و فعل سے کوششیں کرتے ہیں۔ سد گرد و پاسنی ہماراج کے حالات میں ہاتما گاندھی سے کہیں زیادہ غریب پروری اور غریب نوازی ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ ایک اعتباراً

سے اپاسنی ہماراج ہاتما گاندھی پر فوقیت رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہاتما جی کی ذات تیسرے درجے کی ہے یعنی وہ بڑے مہن اور اپاسنی ہماراج برہمن ذات کے ہیں جو سب سے اعلیٰ مافی گئی ہے پس ایک بنیا اگر شودرجا عتوں کے متعلق ہمدردی کرتا ہے تو زیادہ تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ ہکا درجہ شد راون سے بالکل ملا ہوا ہے۔ یعنی صرف ایک میٹر ہی اونچا ہے تعریف اپاسنی ہماراج کی کرنی چاہئے کہ وہ سب سے اونچی برہمن ذات میں ہونے کے باوجود اچوتوں اور کمینوں میں سے بہاؤ کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔

یہ بات ہی قابلِ محاط ہے کہ صوبہ بمبئی و صوبہ مدراس میں سب سے زیادہ اچوت اقوام کو نفرت برتی جاتی ہے۔ اعلیٰ ذات کے ہندو ادنیٰ ذات کے ہندوؤں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان کو ہم قدم دور ہو کر صلیں تاکہ ان کا سایہ بھی قریب نہ آنے پائے مگر سدگرد اپاسنی ہماراج دکنی برہمن ہونے کے باوجود ہینگیوں اور ادنیٰ ذات کے لوگوں سے پرہیز نہیں کرتے بلکہ ان کے مکانون میں رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا وہ کام کرتے ہیں جس کے باعث کران غریبوں کو ادنیٰ ذاتوں میں شمار کیا گیا ہے یعنی انسانی غلاظت اور گندگیوں کو ہینگیوں کے ساتھ صاف کرتے ہیں۔

**غلاظت کیسا بہت کھیل** ناظرین اس کتاب میں ملاحظہ کریں کہ اپاسنی ہماراج کو ٹریوں پر بیٹھے رہتے ہیں اور پیشاب پینچانے سے کیسلے رہتے ہیں یعنی کو ٹریوں غلاظتوں کے انبار ان کے بیٹھنے اور کیسلے کی چیز میں ہیں۔ ان واقعات کو نفرت اور حقارت سمجھنا چاہئے۔ ممکن ہے نئی روشنی کے بعض لوگ یہ کہہ دیں کہ اپاسنی ہماراج کا دماغ خواب ہو گیا ہے کہ غلاظت کا کھیل دیوانے کھیلدا کرتے ہیں۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو اپاسنی ہماراج کے اس مشغلہ میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے وہ اپنے خیلوں اور مریدوں کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ جس گندگی کو صاف کرنے کے سبب دنیا ہینگیوں کو ناپاک اور کمین سمجھو نگلی و گندگی خود انسان کی صحت کے گند و صورت میں آئی چند گھنٹہ پہلے جو کھانا آراستہ میزوں پر چڑھا ہوا تھا اور جو کھانا مکلف دسترخوانوں پر سجایا گیا تھا اور جس کھانے کیلئے چوکے لیے گئے تھے اور جس کے ذایقون اور خوشبوؤں اور چوتوں

دھوم مچا کر جی اور جس کہانے کو منہ میں رکھنے کے بعد بڑے بڑے شاندار تعریفی الفاظ کو یاد کیا گیا تھا یہ وہی کہانا ہے جو غافل انسان کے پریٹ میں چند گھنٹے رہنے کے بعد ایسا بڈکل اور سیاہ بدبودار اور ایسا قابل نفرت ہو گیا۔ جبکہ صاف کروڑوں کو انسانی دائرے کو خارج سمجھا جاتا تھا۔

اُپاسنی جہاز راج زبان حال سے غلاظت میں بیٹھ کر اور اس سے کہیل کر ایسا سوخا سبوت پڑھاتے ہیں جسکی نظیر روشن دنیا کے کسی ملک میں نہیں ملتی۔

**ایک برس کا روزہ** بہت عرصہ نہیں گزرا کہ آئرلینڈ کے ایک شخص نے سیاسی وجوہات کے سبب انگریزی جیل خانے میں کئی جھینے کا فائدہ کیا اور وہ بغیر کہانے پٹے زندہ رہا۔ اس مثال سے اُن لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں جو فقر کے روزے کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ انسان تین دن ہی کہانے پینے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا بارہ سو سال تک کچھ نہ کہانا انکو ایک فرضی ڈھکوسلا معلوم ہوتا تھا۔ مگر آئرلینڈ کے واقعہ نے کم از کم انکو اسکا قابل کر دیا کہ انسان کہانے پینے کے بغیر کئی جھینے زندہ رہ سکتا ہے۔

اس کتاب میں لکھا ہے کہ اُپاسنی جہاز راج نے ایک برس کا روزہ رکھا یعنی پورے ایک سال تک کچھ ہی نہیں کھایا پیا۔ یہ واقعہ خلاف عقل نہیں ہے ایک برس کیا بارہ برس بلکہ تمام عمر اگر انسان وہ غذائیں نہ کھائے جنکا استعمال ہر زندگی کا دار و مدار سمجھا جاتا ہے تب ہی وہ زندہ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ فقر کی آنکھوں میں اور جسم کے مسامات میں روحانی اشغال کے سبب ایک ایسی قوت جاذبہ پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو آفتاب کی شعاعوں سے اور بگنل کی ہواؤں سے۔ چاند کی کرنوں سے پانی کی لہروں سے درختوں کی سرسبزئی سے زمین کے اجزات سے غذائی مادوں کو بالائی بالا جذب کر کے اپنے وجود کو زندہ اور قائم رکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے کہانے کی چیزوں میں اپنی نہ کو رکھنا ہی اسے غذائی قوت پیدا ہوتی ہے۔ چاہے اسکو چکی میں پیس کر توے پر پکا کر دانتوں سے پکا کر معدہ سے منہم کر کے صاف کر دیا۔ چاہے کسی دوسری قوت کے ذریعہ سے اور یہی اوپر اس قوت کو جذب کر لو۔



پس اپنی جہاراج کا ایک سال تک روزہ رکھنا انکی ریاضت اور مجاہدہ کی دلیل ہے  
 خلاف عقل کوئی بات نہیں ہے۔

**مسلمان کا مرید برہمن** یہ بات بھی ظاہر پرست ہندوؤں و مسلمانوں کو عجیب  
 معلوم ہوگی کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ برہمن ایک ان پڑہ مسلمان پیر کا مرید ہوا۔ ہندو پیر تعجب کرینگے  
 اور مسلمانوں کو اس پر حیرت ہوگی کہ مسلمان پیر نے مسلمان مریدوں میں کیوں اپنا جانشین نہ بنایا بلکہ ایک ہندو  
 برہمن کو نعمت سجادگی عطا کی۔ اسکی بابت کچھ تواد پر کی تہذیب میں اشارہ کر دیا گیا ہے اور کچھ اس  
 شعر سے تسکین ہو جائیگی۔

ذات پات پوچھے نا کوئے

ہر کوئی بچے سو ہر کا ہوئے

منزل عشق میں ذات پات کی پابندی نہیں ہے۔ وہاں تو عہد و معہد کی نسبت اور رابطہ کو دیکھا  
 جاتا ہے۔

**مشاہدات** اپنی جہاراج کے تمام واقعات زندگی پر نظر عمیق ڈالنے سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ اسنے اندر مشاہدہ کی قوت اعلیٰ و ربہ کی ہے۔ اور وہ معمولی اور ناقابل توجہ باتوں  
 سے حقائق و معارف پیدا کر لیتے ہیں۔

**سائین بابا کا کریا کرم** کتاب سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اپنی جہاراج اپنے  
 مرشد سائین بابا کی رحلت کے بعد ہندو مذہب کے بموجب شہر تیر تھون میں سائین بابا  
 کیلئے وہ رسومات ادا کرنے کے واسطے گئے۔ اور وہ رسومات ادا کیں جو ایک ہندو اپنے  
 ہندو بزرگوں کے لئے انتہائی محبت سے کیا کرتا ہے۔ اس سے اس محبت کا اندازہ ہوتا  
 ہے جو برہمن مرید کو اپنے مسلمان مرشد سے تھی۔

**سادہ اور عام فہم** اپنی جہاراج کی زندگی بالکل سادہ اور عام فہم  
 ہے۔ اس میں کوئی بات پیچیدہ اور فلسفیانہ نہیں پائی جاتی۔ انکی تعلیم دوسرے ہندو

فقر کی طرح فلسفہ الہیات کے باریک اور ناقابل فہم اصولوں پر نہیں ہوتی۔ وہ اپنومینال اور معتقدون کو اس طرح تعلیم دیتے ہیں جس طرح باپ اپنے چھوٹے بچے کو گود میں اٹھا کر زبان باہر نکال کر غیر متین آوازیں بلند کرتا اور آنکھیں چمکا چمکا کر اس کو خوش کرتا ہے۔ اپنی جہاراج نے کاشی میں جو تقریر کی تھی اگرچہ وہ بہت پر معنی ہے لیکن اسکو اندر اتنی سادگی ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی عقل اور سمجھ کی موافق اس سے اثر پذیر ہو سکتا ہے۔

**جہاراج کے پتخانے** جہاں مقصد یہ ہے کہ اس کتاب میں جہان جہان اپنی جہاراج کی بت پرستی اور غیر ارادہ کی پوجا پاٹ کا ذکر آتا ہے وہ سب مورکہ سمجھاؤ ہے۔ ورنہ جس طرح ہستی نے اپنے نفس اور خواہشات کے بت ٹانوں کو شکست کر دیا وہ باتوں کی بنائی ہوئی چیزوں کی عبادت کب کر سکتا ہے۔

کتاب ہذا کے ہر صفحہ پر ایسی باتیں درج ہیں جن پر کچھ نہ کچھ فکرنے کی ضرورت ہے۔ مگر اندیشہ ہے کہ دیباچہ اصل کتاب سے بھی بڑھ جائیگا۔ اسواسطے جتنا لکھا گیا اسکو کافی سمجھا جاتا ہے۔

**حسن نظامی**

دہلی ۱۹۲۲ء



# حصہ اول

نشری سچیدانند سدگر واپاسنی مہاراج

## کے ابتدائی حالات

مہاراج کے جد بزرگوار یعنی گوپال راؤ عالم باعمل اور خداترس اور خدا شناس بزرگ تھے۔ زبان سنسکرت میں انہیں کامل عبور حاصل تھا۔ علاوہ ازیں فلسفہ حکمت۔ صرف و نحو۔ رمل اور وید شاستر وغیرہ میں اپنے ہم عصرون سے ممتاز و برجہ رکھتے تھے۔ ہر ایک مذہبی معاملہ انہی کے پیش کیا جاتا اور مشکل مسائل حل کئے جاتے۔ بڑے ہیہ علم فاضل و غرور و عار آپ اس قدر منکر المزاج تھے کہ ہر ایک ادنیٰ و اعلیٰ آپ کا ثنا خوان اور گرویدہ تھا۔ جب آپ کے علم کی شہرت چو طرف پھیلی تو مہاراجہ بڑودہ نے اپنی

ریاست میں بلایا اور محکمہ امور مذہبی کا افسر اعلیٰ بنایا۔ چند سال آپ نے  
 بڑودے میں قیام فرمایا۔ اور مہاراجہ بڑودہ کے انتقال کے بعد آپ گھر  
 چلے آئے۔ مہاراجہ بڑودہ کے گریجویٹ رینگل جی راجگروہ نے جو گوپال راؤ کے  
 علم کی قدر کرتے اور اکثر معاملوں میں آپ سے مشورہ لیا کرتے تھے بہت ہمارے  
 کیا کہ آپ بڑودہ نہ چھوڑیں اور سیطرح ریاست نے ہی بہت چاہا کہ آپ  
 رہیں لیکن اس قانع بزرگ نے قبول نہ کیا اور استعفا دیدیا۔ روانگی کے وقت  
 ریاست نے گرانہندانہ پیش کیا یہ بھی آپ نے قبول نہ فرمایا۔ آپ اپنی  
 وضع کا لباس زیب تن فرماتے اور اسی پرانی طرز پر زندگی بسر کرتے آپ کی  
 ساوگی اور منکسر مزاجی سنت نکاح کے بالکل مشابہ تھی۔ ہر وقت لوگوں کی  
 بہیڑ آپ کے پاس لگی رہتی تھی اور آپ سے ہر طرح کا فیض پاتی تھی آپ کا  
 زیادہ وقت وعظ و نصیحت میں گذرتا اور عام و خاص اور سرکاری اعلیٰ افسر  
 شریک مجلس رہا کرتے۔ برہمن طلباء دور دور مقامات سے پڑھنے کے لئے  
 آتے۔ چونکہ ان طلباء کی بسر اوقات مقامی برہمنوں کے دست کرم پر موقوف  
 تھی اس نے اکثر اوقات ان طلباء کا بار بھی آپ کو برداشت کرنا پڑتا تھا  
 آپ کے درس میں علم مجلس اور اخلاق خاص خصوصیت رکھتے تھے۔ ان طلباء  
 کے ساتھ آپ کے اور کہنے کے بچے بھی پڑھا کرتے تھے۔ انہی میں ہمارے  
 مہاراجہ جو اس وقت بہت ہی کم عمر تھے پڑھا کرتے تھے اور واداک کی تعلیم کا

فیض حاصل کرنے میں کسی سے کم نہ رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اپال اوشاستری کو شاوی  
میں مدعو کیا گیا۔ آپ کو فرصت نہ ملی تو بہاراج کو اپنی والدہ کے ہمراہ  
اپنی جگہ بھیج دیا۔ چونکہ گوپال راؤ شہر میں ایک ممتاز درجہ رکھتے تھے ہر ایک  
آدمی انکو مجلس میں اعلیٰ جگہ دیا کرتا تھا۔ ان کی بجائے بہاراج کو دیکھ کر  
لوگوں نے دادا کی جگہ بٹھانا چاہا لیکن آپ نے انکار کیا کہ میں اپنی جگہ نہیں  
بیٹھتا سب کے ساتھ فرش پر بیٹھو تنگا اور ایسا ہی کیا۔ اور اپنے دادا  
کی تعلیم اخلاق اور آداب مجلس کا کمال پیر و بزرگ دکھا دیا۔ جس سے عام لوگوں کو  
وہ بہت بڑا اثر پڑا اور انکی محبت و لون میں پیدا ہو گئی۔

اسی زمانہ میں ایک نوجوان برہمن صرف دس نوچھین گوپال راؤ کا ہم پلہ  
تھا اوسکو گوپال راؤ کی یہ عزت و شہرت گوارا نہ تھی گو یہ پنڈت تھا لیکن  
خود پسندی اور کبر و نخوت کی بودماغ میں ایسی بسی تھی کہ گوپال راؤ کے  
کمال علم و حلم کی خوشبو اوسکو نہ واروئے بیہوشی بنی ہوئی تھی۔ اور ہی  
سے وہ ہمیشہ گوپال راؤ کی آبر و ریزی اور ایذا رسانی میں ساعی رہتا  
مگر شریف و دل بزرگ گوپال راؤ نے کبھی اوسکی ان ناشایستہ حرکات  
پر خیال نہ کیا بلکہ اوسکو بدے میں اوسکی عزت افزائی اور تعظیم و تکریم  
کرتے رہے اور جب کبھی وہ مجلس میں آتا اور گوپال راؤ مندر عزت پر بیٹھے  
ہوتے تو اٹھ کر اوسکی تعظیم جلاتے اور اپنی جگہ اوسکو بٹھا کر خود پہلو میں

مگر یہ پر غوت اور کمینہ دل پنڈت اسی مسند اور اُسی مجلس میں آپ کے  
 خلاف زبانِ رازی کرتا اور آوازے کستا۔ مگر یہ گوپال راؤ کا ہی بگڑتا تھا کہ  
 خاموش بیٹھے سنتے اور بٹھرتے رہتے۔

گوپال راؤ کی اس روش پر ہکوسنت نکارام کا ایک واقعہ یاد آتا  
 ہے جو ناظرین کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ "نکارام نہایت نیک دل  
 اور صابر بزرگ تھے کبھی کسی کو تکلیف دینا یا آزر دہ کرنا پسند نہ کرتے تھے  
 ان کی بیوی نہایت ہی سخت دل اور بد مزاج ہوتی اور ہمیشہ آپ کو ستایا  
 کرتی۔ یہاں تک کہ جھاڑو سے مارا بھی کرتی۔ ہمسایہ اسکی ران ناز یا حرکت  
 پر نکارام کو طعنے نشے دیا کرتے گو یا مرے پر سو درے لگایا کرتے لیکن نکارام  
 صبر ہی کرتے رہے۔ ایک مرتبہ نکارام باہر گئے اور ذرا دیر سے آنے ابھی آپ  
 دلیہز پر ہی قدم رکھا تھا کہ بیوی صاحبہ نے صلوانین سنانا شروع کر دین  
 اور بچے جھاڑ کر پیچھے پڑ گئیں۔ ہمسایہ جھکویہ باتیں دل لگی ہو گئی تھیں آواز  
 شکر اہر دگر دھج ہو گئے اور تائیان بجانے لگے۔ نکارام خاموش کھڑے سستو  
 اور مستور رہے۔ یہ دیکھ کر بیوی کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور پانی کا گھڑا بہر اٹھا  
 اٹھایا اور نکارام کے سر پر دے مارا۔ نکارام کے تمام کپڑے پانی میں شوربوہ  
 ہو گئے اور سر میں کچھ زخم بھی آیا۔ اس پر لوگوں کو نکارام کی حالت پر بہت رحم  
 آیا اور عورت پر بگڑ کر کہا کہ نکارام! تو تمہارے صبر کی انتہا ہو گئی کتنی

یہ صبر اور تکلیف برداشت کرو گے آخر مرد ہو کچھ انتظام کرو۔ آپ نے ہنسر جواب دیا کہ بہائی بادل گرج کر برسنا ہی کرتے ہیں۔ بس طرح میری بیوی بادل کی طرح پہلے گرجی اور پھر بارشیں ہنسر برسی اس میں نئی بات کیا ہوئی اور میرا نقصان کیا ہوا۔ ایسا ہی حال گوپال راؤ کا تھا کہ ہر بات سے جو اپنے خلاف کسی سے سنے تھے بچائے تھا ہونے یا جواب دینے کے سبوت حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ کے بھول زندگی اس قدر بلند پایہ تھے کہ ان کی تلاش کے آدمی فی زمانہ عتقا نظر آتے ہیں۔

ایشیہ نت راؤ معاملہ وار جو آخر عمر میں بڑے زبردست بزرگ ہوئے تھے۔ بہاراج کے دادا یعنی گوپال راؤ کے پاس اکثر آیا کرتے اور مذہبی معاملات میں ان سے رائے لیا کرتے تھے فلسفہ اور دینیات کا وہ بھی حامل کیا تھا۔

گوپال راؤ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے لڑکے کا نام گووند راؤ شاستری تھا اور چھوٹے کا نام دامودر راؤ شاستری تھا۔ گووند راؤ نے علم رمل۔ کرم شاستر اور مرت نومیہن پوری مہارت حاصل تھی۔ اور دامودر بھی علوم دینی و دنیوی میں ان سے کم نہ تھے۔ گووند راؤ نہایت ذہین اور روشن طبع واقع ہوئے تھے۔ اور ان کو علم حساب میں نہایت شغف تھا۔ مکتب میں وہ اس مضمون میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرتے اور اول درجہ کا انعام پاتے



اس مضمون میں جہارت ہونے کی وجہ سے انہوں نے علم میں بہت جلد ترقی کی اور تھوڑے عرصے میں ایک بے نظیر رمال مشہور ہو گئے۔ دور دور سے لوگ ان کے پاس آتے اور ان کی رائی سے فائدہ اٹھاتے۔ ستاروں کے حرکات و سکنات کا علم اور ان سے مترتہ فوائد جاننے کی قابلیت کی وجہ سے ان میں اور ایک منصف اور ایک اور سپر مین گہری دوستی ہو گئی اور اسی منصف کی رائے سے وہ انگریزی زبان سیکھنے کی طرف متوجہ ہوئے جس کے جاننے سے بقول منصف صاحب وہ سرکاری اعلیٰ عہدہ پر شمل ہو سکتے تھے۔ چند روز تک انہوں نے اپنے دوست کے پاس انگریزی پڑھی مگر چرخ کج رفتار نے ان کو اس میں ترقی کرنے کا موقع نہ دیا۔ ان کے کہنے کی مالی حالت جو دن بدن مراب ہوئی جا رہی تھی اب اس نے بہت ہی نازک صورت اختیار کی۔ اور دیکھ لو پال راؤ نہ خود کبھی کسی کے آگے دست چال بڑھاتے تھے نہ اپنے لڑکوں کو، کوئی اجازت دیتے تھے لہذا گو وند راؤ کو اپنے خاندان کو کسی نہ کسی صورت سے دولت مند بنانے کی فکر لایا ہوئی حکمت میں انہیں پوری جہارت تھی۔ اب ایک نسخہ کیا بھی ان کے ہاتھ لگ گیا تھا جس کے تمام اجزاء سے انہیں واقفیت تھی۔ لہذا اب انہوں نے کیا بنانے کی کوشش شروع کی اور وہ سوار ہوئی کہ اپنے کہنے کا مال مال کر دوں۔ اوہراؤدھر سے جڑی بوئی جمع کیے کیا کا سامان بازار سے لائے اور

مکان میں ایک علیحدہ کوٹھری میں کیمیا کی بھٹی لگا دی اور ہر وقت دھوکنی دھوکنے لگے۔ دوست احباب سے مناسبتی ترک کر دیا بہا کیہ یا کسکو آتی ہے جو ان کو آتی ہزاروں نسخے کر ڈالے مگر ہر ایک میں ایک آبخ کی کسر رہتی تھی اور اس ناکامی سے ان کا شوق اور اہمک اور زیادہ ہوتا گیا۔

شدہ شدہ ان کے والد کو پال راؤ شاستری کو خبر ہو گئی آپ نے بلا کر کہا کہ آؤ ہم کیمیا بتائیں۔ اور کہا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ تمہارے جیسا ہوشیار عقلمند اور علم کیمیا اور اسکو اجزاء سے واقف آدمی اتنے دن سے خاک اڑا رہا ہے اور کیمیا تو بڑی چیز ہے تا نہ پتیل تک نہیں بنا سکتا اور پہر خیال سے باوجود ناکامی کے باز نہیں آتا۔ بیٹابات دراصل یہ ہے۔

کیمیاوریمیاوسیمیا این نڈاند جز بذات اولیا

یہی اجزاء ہیں اور یہی ترکیب اور اسی ترکیب سے فقیر کیمیا بناتے ہیں تم جو نہیں بنا سکتے اس کا سبب یہ ہے کہ تم میں خود غرضی اور نفسانی خواہشات ہیں اور اسکو تابع ہو کر تم کیمیا بنانا چاہتے ہو اس لئے ایسا ہونا غیر ممکن ہے اگر دنیا دار کیمیا بنانے لگے تو ان مقامات دنیا میں بہت بڑا خلل واقع ہو جائے اس لئے قدرت نے یہ چیز فقیر اور تارک دنیا کے لئے ہی رکھی ہے اور وہ نہ صرف اس ترکیب سے جس سے تم کیمیا بنا رہے ہو بلکہ ایک ہزار سے کیمیا بنا لیتے ہیں اور جس وقت اور جتنی چاہیں بنا سکتے ہیں اور آپ

کام میں لاسکتے ہیں۔ لیکن وہ کہی ایسا نہیں کرتے نہ ایسا کر نیکی انکو ضرورت  
 بڑتی ہے کیونکہ وہ دنیا کی تمام خواہشات سے پاک اور لواحقات دنیا سے  
 بری ہوتے ہیں اور اسوجہ سے اُن کا دل ہر حالت میں مستغنی رہتا ہے اور  
 تمام کائنات کے مالک رہتے ہیں۔ فقیر اور تارک الدنیا سے وہ لوگ مراد  
 ہیں جنہوں نے اپنی تمام خواہشات نفسانی مثلاً کر خدا کا وصل اور اس کا قرب  
 حاصل کر لیا ہے اور یہ بات میں تم میں دیکھتا نہیں اس لئے میں چاہتا ہوں  
 کہ اسی وقت سے توبہ کرو اور خدا پر ہر دم کر کے محنت مزدوری کرو خدا  
 اس میں برکت دے گا۔ گووند راؤ چونکہ نہایت ہی نیک اور سعادت مند  
 بیٹا تھا باپ کی شفقت آمیز نصیحت پر عمل کرنے کے لئے یکمیا کا تمام سامان  
 توڑ پھوڑ ڈالا اور اس خیال کو بالکل چھوڑ دیا۔ اب انہوں نے ارادہ کیا  
 کہ وطن سے نکل کر قسمت آزمائی کی جائے تو مناسب ہو گا لہذا اجازت کیلئے  
 والد کے پاس آئے۔ چھ ماہ تک تو گوپال راؤ ان کو ٹالے اور وطن ہی میں  
 کچھ کام کر نیکی ترغیب دیتے رہے لیکن جب اس عرصے میں باوجود کوشش  
 کے کوئی صورت سمکاش پیدا نہ ہوئی تو یہ ہی اجازت دینے پر مجبور ہو گئے  
 اور یہ دھوئے گئے جہان ان کے والد کے معتقد سے جو کسی جج کا سرشتہ  
 تھا ملاقات ہوئی۔ گووند راؤ کو دیکھ کر یہ بہت خوش ہوا اور اپنے گھر پر  
 نہایت عزت و احترام کے ساتھ بٹیرایا اور وہ سفر معلوم کر کے جج صاحب

سفارش کی اور اپنے ماتحت ایک اسامی پر تقرر کر لیا۔ نہورے ہی دن  
 میں علم رمل کیوجہ سے دیہوئے میں انکی کافی شہرت ہو گئی اور چارونظر  
 سے لوگ ران کے پاس آنے لگے۔ رفتہ رفتہ مائی اسکول کے ہیڈ ماسٹر  
 مسٹر موڈک سے ملاقات ہو گئی اوسکو بھی اس فن میں درک حاصل تھا اور  
 مزید معلومات کا متمنی۔ اسکو پاس ایک قیمتی دور بین تھی جسکے ذریعے یہ  
 دونوں اجرام فلکی کا معائنہ کرتے اور شاستر سے مطابقت کرتے۔ تھوڑے  
 دن کے بعد انہوں نے اپنے اہل و عیال بھی دیہوئے میں بلوائے

علاوہ سرکاری ملازمت کے وہ طلبہ کے قریب سنسکرت اور صرف  
 ایک گھنٹہ روزانہ آپکے مکان پر پڑھا کرتے۔ آپ ہندو دھرم کے پیرو تھے اور اپنے اولاد  
 کو پال راوشاستری کو ہی اپنا گرو مانتے تھے اور انہی کے تعلیم کردہ ہوں پر ایک  
 گھنٹہ روزانہ عبادت کیا کرتے۔ انہی ایام میں گوپال راؤ نے سناس اختیار  
 کر لیا اور سناس آشرم میں بقیہ عمر گزار دی۔ اور جب تھوڑے سوای مہاراج کو نام کو  
 مشہور رہے۔

## مہاراج کی ولادت

۱۸۷۵ء  
 ۱۵ مئی مطابق شاہ ۱۴۹۲ میں بیساکھ کی دوسری تاریخ جبکہ چاند اپنا روشن چہرہ  
 دکھلانے کیلئے افق مغرب کو طلوع ہو رہا تھا صبا ایک نرودہ جانفزا عالم میں لائی  
 یعنی گووند راؤ کے گھر ایک فرزند ارجمند تولد ہوا۔ جسکے ورودنے جیسا کہ آگے

صورت کو دیکھ کر یا اوس کا خیال آنے پر ڈرے اور رونے لگے لیکن یہ بات کہ وہ اس حالت کا ذکر کسی سے نہ کرے خلاف فطرت ہے اور خلاف فطرت بات کا ظہور اس کم سنی میں جہاراج کی دوراندیش طبیعت اور اعلیٰ تخیل پر دلالت کرتا ہے

ایک دن ان کے دادا نے انہیں پیار سے پاس بٹھایا اور سر پر دست شفقت پہر کر محبت بہرے الفاظ میں کہا کہ بیٹا ہر وقت کا رونا اچھا نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ تمہیں کسی رنج دینے والی بات کا خیال آتا ہو اور تم رونے لگتے ہو لیکن ایسی بے سرو پا باتیں ہوشیار اور عقلمندوں کے لئے کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ اور تم ہوشیار اور عقلمند ہو تم ایسی حرکتیں کرو گے تو لوگ تمہیں دیوانہ کہیں گے۔ تم اگر رونے کا سبب ہو کہتاؤ گے تو ہم اوس کا علاج کر دیں گے۔ دادا کی اس لطیف آمیز گفتگو نے جہاراج کے دل کو تسکین دی اور جہاراج نے خواب کا سارا قصہ بیان کر دیا۔ اور کہا کہ اس خواب نے میرے دل پر اتنا بھاری بوجھ رکھ دیا ہے کہ میں اوس کو برداشت نہیں کر سکتا گو پال راؤ سنکر ہنسے اور کہا کہ آخر تم بچے ہو بہلا خواب کی بات کا ہی کوئی خیال کرتا ہے۔ خواب دیکھ کر ہمیشہ بیول جانا چاہئے۔ اچھا ہم تمہیں ایک منتر بتاتے ہیں رات کے وقت اس کو پڑھ لیا کرو۔ اس سے نہ ایسے خواب دکھائی دیں گے اور نہ کسی قسم کا خوف تم کو معلوم ہوگا۔ چنانچہ جہاراج نے سپر عمل کیا

اور واقعی نہ اس کے بعد کوئی خواب دکھائی دیا نہ کسی قسم کا خوف ان کے  
دل میں رہا اور ہر وقت خوش اور بشارت رہنے لگے۔

تھوڑے دن کے بعد مہاراج نے اپنے لئے ایک کمرہ تجویز کیا اور  
ایک بیٹھکر گھنٹوں خدا کی یاد میں مستغرق رہنے لگے اور یہ استغراق بہان  
بڑا کہ بہوک پیاس ہی مفقود ہو گئی اس وقت مہاراج کی عمر بارہ سال  
کی تھی اس عمر میں اور یہ حالت دیکھ کر والدین اور رشتہ دار دم بخود تھے  
اسی حالت میں مہاراج کی طبیعت نے پہر پٹا کھایا اور یہ پہلے کی طرح پہر رونے  
لگے۔ یہ دیکھ کر پہر ایک نئی تشویش سب کو پیدا ہوئی اور سب نے سبب  
دریافت کرنا شروع کیا اور انہوں نے بتانے سے انکار کیا۔ ایک دن ان کے  
چچا نے دریافت کیا تو مہاراج نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں اپنے  
والد کو اس قدر محنت اور تکلیف برداشت کرتے نہیں دیکھ سکتا۔ وہ کیلے  
محنت کرتے اور ہم سب آرام سے کہاتے ہیں یہ انصاف کے خلاف ہے۔  
اللہ ٹھوہار بروا کے پکنے پکنے پات، بچپن ہی سے مہاراج کا دل نیکی  
اور رحم کی طرف راغب تھا اور وہ باپ جیسے مالک کو ہی اپنے لئے تکلیف  
دینا گوارا نہ رکھتے تھے۔ ۵

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر  
سارے جہان کا دروہار جگر میں ہے

جن نیک ہستیوں کو خداوند کریم اپنی رحمت کا ملہ کا مستحق بنانا چاہتا ہے۔ اُن کے دونوں میں بھی شان کرم کوٹ کوٹ کر بہر دیتا ہے۔ اور چونکہ ایسے لوگ کسی دوسری ہستی کو اپنی ہستی سے الگ نہیں سمجھتے۔ اس لئے ہر ایک کے درد کو اپنا درد اور ہر ایک کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا جہاں ہی انہی پاک ہستیوں میں ایک ہستی تھی۔ جب ان کے چچا دامودر پنٹھ شاستری نے انہیں سمجھایا کہ وہ اس خیال کو دل سے نکال دیں تو ان کے دل کی تنویش میں کمی ہونے کی بجائے اور اضافہ ہو گیا۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی

مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

آخر مجبور ہو کر دامودر پنٹھ ہمارا ج کو اپنے ساتھ کاٹم بیجانے لگے۔

## ہمارا ج کی پہلی شادی

۱۳ سال کی عمر میں ہمارا ج کی پہلی شادی ہوئی۔ ایک سال سال تک آپ نے اچھی طرح بسر کی صرف کبھی کبھی رنجیدہ سے معلوم ہوا کرتے۔ ایک سال بعد خیالات نے پھر پلٹا کہا یا۔ اور سوچنے لگے کہ میں تو صرف اپنے ہی لئے کماتا ہوں۔ کماتا تو اس قدر چاہے کہ اپنے والدین کو بھی آرام

پہنچا سکون۔ اور انہیں کام کر نیکی مطلق ضرورت نہ رہے۔ اس خیال نے نہیں  
استقرار سنایا کہ گھر چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور خود کو گھر میں جہان سمجھنے  
اور اس طرح ہر بات سے بے تعلق رہنے لگے اور مصمم ارادہ کر لیا کہ باہر  
جا کر یا تو کافی مقدار میں روپیہ پیدا کروں یا اپنی ناکاہ و زندگی کا خاتمہ  
کر دوں۔

## مہاراج کا پہلا سفر

آخر ایک شب کو آپ نے اپنے ارادہ پر عمل کر نیکی ٹھان لی اور  
اپنے والدین کے نام اپنے ارادہ اور سفر کا خط لکھ کر کمرہ کی دیوار سے چپکا دیا  
اور اُسی رات کو اٹھ کا نام لیکر دھوئے سرکھٹے اور سیدھا ناسک کا رخ کیا  
صبح کو خط دیکھا گیا اور معلوم ہوا کہ کاشی ناتھ گھر سے چلے گئے والد اور  
کنبے والوں کو سخت صدمہ ہوا۔ اوہرا دھر تلاش کرنے کے بعد مہاراج کے  
والد ناسک و ڈکھنٹرو روانہ ہوئے میل و وہیل جا کر پتہ نہ ملنے پر واپس  
چلے آئے والدہ بھی نہایت بے قرار اور بچپن تھیں لیکن یہ معلوم کر کے کہ کاشی  
ناتھ اپنے ساتھ نہ کھڑے بیگیا ہے نہ بیسے کہیں قریب ہی ہو گا دو ایک دن  
بہن آجائیگا کیسے قدر اطمینان ہوا۔ اور انتظار کی گھڑیاں گن گن کر کاٹنے  
لگے۔ مہاراج گھر سے نکل کر پیادہ پاہوک پیاس اور راستہ کی صعوبتیں  
برداشت کرتے ہوئے ہزار خرابی ناسک پہنچے۔ یہاں ایک شخص سے



جو مہاراج کے دادا گوپال راؤ شاستری سے دلی عقیدت رکھتا تھا ملاقات ہو گئی۔ وہ شخص نہایت تسلیم و تکریم سے پیش آیا اور گہر بجا کر ٹھہرایا اور کہا کہ تم میرے گرو کے پوتے ہو اور مجھے ایسے ہی عزیز ہو جیسے میرے گرو کو لہذا جس چیز کی تلکو ضرورت ہو بلا تکلف مجھے کہنا اور کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانا مہاراج نے جواب میں کہا میں آپ کی اس ہمدردی اور مہمان نوازی کا دل سے شکر گزار ہوں لیکن مجھے معذور سمجھا جائے میں گہر سے ہی اسی خیال سے نکلا ہوں کہ اپنا بار کسی پر نہ ڈالوں ایسا ہی کرنا ہوتا تو چٹنی روٹی گہر پر پڑتی ہتی اب میں جس طرح اپنی زندگی بسر کروں کر دو بیچے اور اس سے کسی قسم کا خیال اپنے دل میں نہ آنے دیجئے۔ یہ سنکر وہ شخص مجبور ہو گیا۔ اور مہاراج نے دو وقتہ بیسک ماٹنگ کر پیٹ پہرنا اور کرشنا ندی کے کنارے پوجا پاٹ کر ناشروع کیا۔ اور ایک خط اپنی والدہ کے نام لکھا کہ میں ناسک میں دادا جان کے ایک معتقد کے مکان پر ٹہیرا ہوا ہوں۔ ہر طرح کا یہاں مجھے آرام ہے آپ کسی بات کا فکر نہ کریں۔ دو ماہ کے بعد ان کے والد کا خط آیا کہ تمہاری والدہ سخت بیمار ہیں خط دیکھتے ہی دھوئے چلے آؤ چنانچہ مہاراج خط پڑھتے ہی بذریعہ ریلوے ٹرین ناسک سے دھوئے روانہ ہو گئے۔ گہر پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ والدہ اچھی خاصی تندرست ہیں اور صحت میرے بلانے کیلئے یہ خط لکھا گیا تھا۔

مہاراج کی پہلی بیوی کا انتقال: چند روز ہوٹو ٹہر کر آپ ٹانا تشریف لگے۔ بیان آپ کی

پہلی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ تیسرے روز ہندو رسم کیونق کر یا کر م کیلے چٹا کی را کہیں گئے تو وہ کہا کہ  
نایل۔ چوڑیا۔ اور ساڑھی کی مری بالکل مستحکم ہیں جس سے اس نیک بی بی کی بزرگی کا اظہار ہوتا ہے

## مہاراج کی دوسری شادی

۱۱ برس کی عمر میں مہاراج کی دوسری شادی کی گئی۔ جس سے یہی مقصود تھا کہ انکی پریشانی اور افسردہ دلی دور ہو اور یہ خوش باش زندگی بسر کریں لیکن قدرت کو جس سے اپنا کام لینا منظور تھا وہ دنیوی مشاغل میں کیونکر پس سکتا تھا۔ مہاراج کی طبیعت نے دنیا کی طرف لگا کھایا ہی نہیں اور اسی کی یاد جو غیر معلوم طریقے سے انکے دل میں گہر کر رہی تھی انکو بچپن کے رہتی۔ اور یہ زیادہ وقت پوجا پاٹ میں صرف کرتے تھوٹے دن کے بعد اپنے والدین اور چچا سے باہر جانے کی پہر اجازت چاہی لیکن انکو ڈرا دھمکا کر یا کبھی مذمت سماعت سے باہر جانے سے باز رکھا گیا جب زیادہ اصرار دیکھا تو یہ اشلوک سنایا۔

نُونُوفَ کَانَ تُمْنِی دَم شَرِ نِمِی م

جسکے معنی ہیں کہ ”تم ابھی چوٹے ہو ورنہ ہمارا بدن کسی قدر نازک اور پیارا ہے اور تمہارا چہرہ کیسا خوبصورت ہے“ اس حالت میں ہم تھوکیے اپنے سے جدا کر سکتے ہیں اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم ہم سے ضعیف اور بڑے سے ماننا پڑے گا

کی بقیہ زندگی کو جلد ختم ہوتے دیکھو گے۔ مگر یہ سب جادو بیانی مہاراج کے  
لئے بے سود ثابت ہوئی اور وہ اپنے ارادہ پر بدستور قائم رہے اور روزِ  
رضعت طلب کرنی شروع کی۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ اجازت میسر جانے سے  
والدین کو مفارقت کا صدمہ کم ہوگا۔ لیکن ایک برس گزر گیا کہ والدین نے  
جانیکی اجازت نہ دی۔ ان کا جسم واپس بدن لا غرہ ہوتا چلا اور یہو کہ ہی کم ہو گئی  
گہروالو کو ان کی اس حالت پر افسوس ہوتا تھا۔ آخر یہ سوچا کہ اب انکو  
روکنا فضول ہے۔ ایک دن ان کے دادا نے دریافت کیا کہ آخر تم جانا  
کہاں چاہتے ہو؟۔ مہاراج نے جواب دیا کہ یہ تو مجھے ہی معلوم نہیں کہ میں  
کہاں جانا چاہتا ہوں۔ اتنا البتہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی طاقت مجھے دور  
دراز مقام سے کھینچ رہی ہے۔ جہاں خوشی اور راحت میرا انتظار کر رہی ہے  
اور یہی وجہ ہے کہ گہر میں مجھے وحشت معلوم ہوتی ہے اور ایک لمحے کے لئے  
بھی میرے دل کو آرام اور سکون میسر نہیں ہے۔ اس حالت میں اگر آپ مجھے جلد  
وے دین تو بڑی عنایت ہوگی۔ اگر خدا نے چاہا تو بہت جلد واپس آ جاؤں گا  
اب بہ نسبت پہلے کے ہوشیار بھی ہو گیا ان اپنی حفاظت، یہی حتی المقدور کر سکتا  
گو پال راؤ نے یہ سن کر کچھ تامل کیا اور پھر کہا کہ اچھا اگر تم بہ نسبت یہاں کے  
باہر اپنے لئے آرام و راحت دیکھتے ہو تو بسم اللہ تمہارا زبردستی رہنا اور ہمارا  
روکنا لا حاصل ہے۔ اگرچہ تمہاری مفارقت ہمیں رستائی رہیگی تاہم خیال کہ

تم خوش و خرم ہو ایک حد تک تمہارے ہی خواہوں کو تسکین دیتا رہیگا۔  
 ہماری طرف سے اب تمہیں پوری اجازت ہے۔ خدا تم کو اپنے حفظ و امان میں  
 رکھے اور یا مہر اور دیگر لوٹاتے۔ ۷

بِسْمِ فَلَنتِ سَبَّارِ کَبَّادِ

بِسلامتِ روی و باز آئی

اجازت سفر پر آپ نے تیاری کر لی۔ دوا نے ایک چھوٹی سی رقم بطور  
 زاد راہ عنایت کی۔ آپ شام ہی کچی ناسک سے بذریعہ ٹرین روانہ ہو گئے۔  
 دوسرے دن پونہ پہنچے۔ اس شہر میں پہلی ہی مرتبہ آئے تھے اور کسی مسافر  
 یا دہر سالہ سے واقف نہ تھے پوچھتے پوچھتے ندی تک پہنچے انگریزوں سے  
 جو کنا سے ہی پرہے اور اسکا درگرو ایک بڑا احاطہ ہے جس میں ایک چھوٹا  
 سا دہر سالہ بھی ہے آپ کی نظر پڑا آپ نے پسند کیا اور دہر سالہ کے  
 ایک کونے میں جا بیٹھے اور سوچنے لگے کہ آخر مجھے جانا کہاں چاہئے اور کیا  
 کرنا چاہئے یہ خیال ایک ریسازبر دست اور لائیکل سوال نکلا کہ مہاراج اسکا  
 حل کرنے میں دو دن تک بھوکے پیاسے اُسی ایک کونے میں بیٹھے رہے  
 اور کسی نتیجے پر نہ پہنچے۔ گو کہ جو مندر میں پوجا کو آتے انکو ایک ہی حالت میں  
 بیٹھے دیکھ کر متعجب ہوتے۔ بعض لوگوں نے دریافت نہ ہی کیا لیکن آپ نے  
 اپنا پتہ نشان کچھ نہ دیا اور نہ کسی سے کچھ سوال کیا۔ آخر پانچویں روز

ایک بڑا برہمن آپ کے پاس آیا اور حال دریافت کیا تو اسکو بھی آپ نے کچھ نہ بتایا۔ پہر اوسکے پوچھا کہ تم نے کہا نا کہا یا؟ آپ نے کہا نہیں کہا نا تو نہیں کہا۔ برہمن کو دیا آئی اور اپنے ساتھ گھر گیا۔ خوب پیٹ بہر کہا نا کہلایا۔ کھانے کے بعد ہمارا آج نے جس جگہ کہا نا کہا یا تھا اوس جگہ کو قاعدے کے موافق لیا اور کھانے کے برتن مانجھ کر ٹھکانے سے رکھ دئے۔ ان کی اس خوش اسلوبی نے برہمن کے دل پر بڑا اثر کیا اور ہمارا آج سے کہا کہ تم نہایت ہی نیک اطوار اور خوش سلیقہ معلوم ہوتے ہو۔

## کال ایک سال کا روزہ

کہانا کہا کے ہمارا آج واپس آئے اور قریب ہی کے ایک مندر میں جا ٹھہرے اور وقت کا زیادہ حصہ پوجا پاٹ اور یاد خدا میں گزارنے لگے۔ دو دو تین تین دن صرف پانی ہی پر بسر کرتے ہو کہ کے زیادہ غلبے پر برہمن سنی سے کہانا مانگ لاتے اور پیٹا بہریتے۔ یہاں سے والدین کو اپنی خیریت کی اطلاع دیتے رہتے تھے۔ غرض کہ اسی انداز پر ڈیڑھ سال گزر گیا اور آپ اپنے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہے اور یہ اپنی زندگی کے مقررہ دن مجبوراً گزار رہے ہیں۔ اس عرصے میں جو خط آپ نے لکھو کسی میں اپنا مفصل پتہ نہ لکھا۔

درحقیقت قدرت نے مہاراج کو تمام لوازمات زندگی پر لات کر ایسی ذلیل اور ناگفتہ بہ حالت کے اختیار کرنے پر مجبور کر رکھا تھا اور نہ نفسانی خواہشات رکھنے والے انسان سے بغیر کسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسی روح فرسا تکلیفیں اور اذیتیں اٹھانا نہایت دشوار معلوم ہوتی ہیں خصوصاً ایسے شخص کا اپنی زندگی کو اپنے ہاتھوں آفت میں ڈالنے اور مصیبتوں میں پھنسانے کو جس کے لئے اسباب راحت و آرام ہر طرح اور ہر وقت بہا رکھنے کے لئے ہر فرد و مادہ ہو سوا کے برعکس خداوندی اور خواہش افزوی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ اب تک جو واقعات ہم نے لکھے ہیں اور آئندہ جو لکھے جائینگے ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ کوئی نہایت ہی زبردست اور خفیہ طاقت تھی جو مہاراج کی قوت بشری سے کئی حصے زیادہ کام لے رہی تھی اور جس میں خود اس کا ماتہ کام کر رہا تھا۔

غرضیکہ ڈیڑھ برس کی اس جانکاہ ریاضت کے بعد مہاراج نے ایک دن اپنی حالت پر غور کیا تو ترقی کے اسی نقطے پر پایا جس پر گہرے نکلے تھے اور اپنے والدین کی امداد و اعانت کا وہ خیال جو وطن چھوڑنے کا محرک ہوا تھا پورا ہوتا نہ دیکھا تو تمام امیدیں خاک میں مل گئیں اور دل بتاتا نہی طرح بیٹھ گیا۔ سوچا کہ اگر اس حالت میں وطن واپس جاتا ہوں تو سو سالہ سخت و پشیمانی کے اور کچھ نہ ہوگا اور اگر اسی طرح بیکار و نگذارتا

رہا تو والدین انتظار کے صدمے اٹھاتے رہے اور میری ترقی اور کامیابی  
 کا گمان ان کے لئے جہوں خوشی کا باعث ہوگا۔ جو آخر کار میرے لئے باعث  
 شرم ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ مجھے جیسا ناکارہ اور دنیا کے لئے بیکار آدمی  
 اس دنیا میں نہ رہے۔ اس خیال کے آتے ہی آپنے اس تلخ زندگی سے  
 آزادی حاصل کرنیکا ارادہ مصمم کر لیا۔ مگر خودکشی کا گناہ عظیم اس خیال کے  
 پورا ہونے میں سدراہ رہا اور آپ کو ایک مزید تشویش کا سامنا ہونے  
 لیکن جان دینے کا ارادہ بالکل راسخ ہو چکا تھا لہذا وہ اب اس طریقے سے مرنے  
 کی تدبیر سوچنے لگے کہ اپنی خودکشی کا الزام عائد نہ ہو سکے اور ان کے دامن پر  
 گناہ کا دھبہ نہ لگے۔ اس مایوسانہ حالت میں مہاراج کی زندگی بڑی اترتا  
 میں گذرنے لگی۔ اسی حالت میں وہ ایک روز صبح کو گنگا اشنان کو گئے اور  
 اپنے مذہب کے مطابق سندھیا کی رسم ادا کی جبکہ وہ اپنی سادہ عمر سے ادا کرتے چلے  
 آ رہے تھے معمولی پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر شہر میں آئے اور ادھر ادھر بطور  
 سیر پہننے لگے۔ تھک گئے اور پہوک نے سستایا تو ایک برہمن کے مکان میں  
 گئے اور کہا مانگا۔ اندر سے ایک بڑھیا نکلی اور کہا بیٹا میں نے آج اپنا سنا  
 ہے کہانا تو نہیں ہے ٹھیر و میوہ لاتی ہوں۔ مہاراج تازہ میوہ لے کر چلنے لگے تو  
 بڑھیا نے کہا بیٹا کل ہی آنا میں تلو اچھا اچھا کہانا کھلاؤنگی۔ دوسرے دن  
 مہاراج حسب عہد پہنچے۔ بڑھیا نے نہایت ہی شفقت و محبت سے بٹھایا اور

کہنا ساسنے لائی۔ مہاراج مین دن کے پہو کے تھے سارا کہا نا کہا گئے اور پہر  
 ہی معلوم ہوتا تھا کہ پہو کہ باقی ہے بڑا سیا کو یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔ اور کہا کل  
 ہی اتنا ٹکو پیٹ بہر کر کہا نا کہا تو تھی۔ مہاراج نے کہا مائی تو اس قدر کہا نا روز  
 کہلانے کی طاقت رکھتی ہے؛ بڑا ہیانے کہا مین پیوہ سون اور تمہا ہون  
 میرے خاوند نے بہت جانا د چھوڑی ہے اسلئے مین تمام ٹر تجھے کہا نا کہا  
 سکتی ہون۔ اور تجھے ہر طرح آرام سے رکھوں گی۔ مجھے ثواب ہو گا تجھے آرام  
 لیگا اسلئے اگر تو منظور کرے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔ مہاراج نے کہا مائی  
 مجھے مانے مین تو عذر نہیں لیکن خدا جانے میری خوراک کیون اس قدر زیادہ  
 ہو گئی ہے جس سے مجھے شرم آتی ہے بڑا ہیانے کہا بیٹا کیا مضائقہ ہے تو جس  
 ہی کہا سیکار روزانہ اس قدر کھلاؤں گی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ مین کچھ احسان  
 کروں گی بلکہ مین اپنے ثواب کے لئے کروں گی۔ مہاراج نے منظور کر لیا۔ دوسرے دن  
 وقت مقررہ پر مہاراج آئے بڑا ہیانے کہا نا ساسنے چن دیا۔ کہا نا ہو چکا تو  
 بڑا ہیانے کہا بیٹا پیٹ بہرا مہاراج نے کہا اگر ہو تو تھوٹا سا اور ویجے بڑیا  
 نے فوراً تو اچڑا دیا اور گرم گرم روٹیاں لانی شروع کیں۔ مہاراج کا پیٹ تو  
 دیر ال پہلے ہی بہر چکا تھا اب جو روٹیاں آنی شروع ہوئیں تو مہاراج نے ٹکو  
 دہوتی مین چھپانا شروع کیا یہ ساسنے کے کمرے مین باور چھانہ پیچھے کے  
 رخ بڑا ہی بیچاری اس چال سے مطلق آگاہ نہ ہوئی جب آٹا ختم ہو گیا تو پہر



پوچھا کہ اور ضرورت ہو تو آٹا اور گوندہ بون؛ ہماراج نے کہا بس اب زیادہ  
 تکلیف نہ اٹھائیں۔ مگر کہا اس انداز سے جس سواشتہا باقی معلوم ہوتی تھی یہ نکر  
 بڑھیا نے کہا اچھا کل میں اس سے زیادہ کہا نا پکاؤنگی۔ ہماراج نے کہا اچھا مگر  
 دال چاول اور بہاجی زیادہ نہ پکانا مجھے روٹی ہی زیادہ پسند۔ یہ کہہ کر خست  
 ہوئے اور تمام روٹیاں انکریشور مندر کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لنگڑے کولے  
 اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں۔ اگرچہ ہماراج اس بڑھیا سے کہا کرتے کہ بڑی بی  
 آپ میرے لئے اس قدر تکلیف گوارا نہ کریں مگر وہ خوش اعتقاد عورت ہر روز زیادہ  
 مقدار میں روٹیاں پکاتی اور ہماراج بھی اسکی نظر بچا کر حسب معمول روٹیاں دہوتی  
 میں چھپا لاتے۔ رفتہ رفتہ بہکاریوں نے ایک دوسرے کو خبر کر دی اور ان کی  
 تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا۔ ہماراج فقیروں سے کہا کرتے کہ میری ماں  
 ہر روز کہا نا یہاں تقسیم کرواتی ہے تم لوگ میرے پیچھے کبھی گھر نہ آنا ورنہ میری  
 ماں غصہ والی ہے کہا نا بند کر دیگی۔ کئی دن تک یہی معمول رہا۔ بڑھیا حقیقتاً  
 یہ سمجھتی تھی کہ یہ تمام کہا نا ہماراج ہی کہاتے ہیں اسلئے ایک ہماراج سے کہا کہ میرا  
 خاوند بڑا پرہیزگار خدا پرست اور سخی تھا۔ برہمنوں کو ہمیشہ بہوجن دیا کرتا تھا  
 لیکن برہمنوں میں یہ عادت نہایت ہی بُری ہے کہ وہ وقت مقررہ پر کبھی نہیں  
 آتے اور ہمیشہ دوسری مرتبہ بلانے کے منتظر رہا کرتے ہیں۔ اس پر نخوت ریش  
 سے اکتا کر میرا خاوند اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر مجھے کوئی ایسا برہمن ملے جو ایک سو برہمنوں کی

خوراک اکیلا کہا سکے تو میں اوسکو ہر روز پیٹ پر کر کہلایا کروں۔ مگر میں اس  
 غیر ممکن خیال پر ہنسا کرتی اور وہ کہا کرتے کہ خدا نے چاہا تو ضرور ایسا کوئی برہمن  
 ملے گا۔ اب میں دیکھتی ہوں کہ میرا خاوند جس شخص کی تلاش میں تھا تو ایک حد تک  
 اوس سے مطابقت رکھتا ہے۔ مہاراج نے کہا واقعی میں تنو برہمنوں کی  
 خوراک اکیلا کہا سکتا ہوں۔ خدا جانے اگہوری ہوں یا کرشمہ قدرت ہے میرے  
 مانباپ غریب ہیں اور میری خوراک مجھ نہیں دے سکتے۔ سسے میں گہرے نکل آیا  
 اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو میں آپ کے شوہر کی خواہش پوری کر سکتا ہوں  
 بڑھانے کہا تکلیف کسی یہ تو راحت کا مقام ہے کہ میں اپنے شوہر کی مراد پوری  
 کروں اور مجھے یقین ہے کہ اوسکی روح کو اس سے شانتی ہوگی۔ یہ دولت  
 اور گہر بارب اسکی ملکیت میں میں تو صرف محافظ ہوں اگر اسکی ملکتی اور بخت  
 کے لئے یہ سب قربان کرنے پڑیں تو میں کبھی عذر نہ کر دوں گی۔ اب ہاگل سے میں تنو  
 دیو نکا کہانا پکا یا کروں گی۔ مہاراج نے سوچا کہ اب تو روٹیوں کا دھوٹی میں لانا  
 دشوار ہوگا۔ چنانچہ ایک سادہ ہو کو سکھا پڑما کے دوسرے دن ساتھ لیا  
 اور کہانے گئے۔ بڑھانے ہی کہانا تیار کیا اور جب دستور گرم روٹیاں شروع  
 ہوئیں اور مہاراج نے آکھہ بچا بچا کر سادہ ہو کو جو مکان سے ذرا دور بیٹھا  
 تھا روٹیاں دینی شروع کیں۔ جب روٹیوں کی مقدار کافی ہو گئی تو مہاراج  
 نے خود ہی بس کر دیا اسپر بڑھیا بہت خوش ہوئی کہ برہمن نے آج پیٹ پر

کہانا کہا یا مہاراج اُٹھے اور مندر میں پہنچ کر روٹیاں تقسیم کر دیں۔

غرض ۴۰ روز تک مہاراج نے اس طرح روٹیاں تقسیم کیں جس میں غبار کی ایک ہزار تک بڑھ گئی۔ اور مہاراج کو خیال ہوا کہ مبادا راز فاش ہو جائے فقیروں سے کہہ دیا کہ میری مان کی منت پوری ہو گئی کل سے کہانا بند کر دیا گیا ہے۔ خبردار کوئی فقیر میرے گھر پر نہ آئے مان صاحب کا غصہ بہت خراب ہے۔

دوسرے دن مہاراج بڑھیا کے پاس گئے اور کہا مجھے ضروری کام ہے اور میں اب آپ سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوتا ہوں۔ بڑھیا نے ہر چند چاہا کہ یہ نہ جائیں لیکن پہلا مہاراج کب رکے والے تھے کہہ سن کر رخصت ہو گئے۔

مہاراج کا اس بوڑھیا کی خیرات سے غیبوں اور محتاجوں کے لئے غذا بھیا کرنا صاف بتاتا ہے کہ ان کے دل میں مسکینوں اور بلیکوں کی ہمدردی کا خیال بچپن ہی سے تھا۔ اس ترکیب سے ایک تو یہ فائدہ تھا کہ فقیروں کو بلا منت اور در در پہرے روٹی مل جاتی تھی دوسرے بڑھیا گھر بیٹھے اتنے آدمی کہلا کر ثواب لیتی تھی۔

بڑھیا سے رخصت ہو کر مہاراج نے مندر کو پہلی خیر باد کہا اور دوسرے ایک چھوٹے اور بالکل ویران مندر میں جا ٹھہرے۔ یہ بھی ندی کے کنارے اور اس مندر سے بہت دور واقع تھا۔ یہاں آکر پہرے کرنے کا خیال مہاراج کو آیا اور سوچتے سوچتے یہ سوچا کہ کہانا پینا بالکل ترک کر دیا جائے تو ضرور

موت آجائے گی اور خودکشی بھی نہ ہوگی۔ یہ خیال کر کے مہاراج اس چھوٹے کمر  
مندر میں داخل ہوئے اور ٹوٹا ہوا دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ اور شکر کے  
قصو میں اکیس روز کا چلہ باندھا اور ایک نوے میں آسن مار کر بیٹھ گئے۔  
ورپورا ارادہ کر لیا کہ ۲۱ دن تک نہ کھاؤ نہ پینا۔ موت کے خیال سے سنا  
ایک خیال یہ بھی تھا کہ اگر موت آگئی تب تو مراد پائی۔ ورنہ شکر کی رٹوں  
طافت ضرور سکین قلب عطا کرے گی۔ ۲۱ روز بعد رب چل ختم ہوا تو مہاراج  
نے اپنے آپ کو زندہ پا کر تعجب کیا۔ حالت پر غور کیا تو بدستور تھی ان  
دونوں میں نہ کبھی غشی طاری ہوئی۔ نہ ہوش و حواس بگڑے نہ اتنی تھکات  
معلوم ہوئی۔ خشکی کی وجہ سے نیند ابھت نہیں تھی اور اسی کے ذریعے وہ دن  
میں تمیز رکھ سکے اور ۲۱ دن شمار کر سکے۔ سخت مایوس ہوئے

موت مانگوں تو رہے مرنے کو خواب مجھے

ڈوبنے جاؤں تو دریائے پایاب مجھے

اب کیا کیا جائے کس طرح اس دنیا کے دون کے پہنڈے سے نکلا جائے  
آخر اٹھنے کا ارادہ کیا مگر اٹھ نہ سکے کیونکہ اتنے دن بے حس و حرکت رہ  
ہی بگڑ بیٹھے رہے کیوجہ سے ہاتھ پیر نکل ہو گئے تھے اور اٹھنے کی طاقت  
نہیں تھی۔ بڑی مشکل سے دیوار کا سہارا لیکر اٹھے اور دلوں مضبوط کر کے آہستہ  
آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے بہتر مصیبت ندی کے کنارے پہنچے اور پانی

بہو کے تھے ایک دولت مند کے گھر پر سوال کیا وہاں سے جواب ملا آگے  
 جاؤ۔ دوسرے در پر آواز دی یہاں ایک برہمن آرام کر رہی پر اخبار پڑھ  
 رہا تھا۔ اسٹنل کہا۔ کہا نا ختم ہو گیا۔ تیسرے گھر پر جا کر سوال کیا یہاں ایک  
 لڑکے نے کہا میری ماں باہر گئی ہے معاف کرو۔ ایک طرف تو جہاں کو بہو  
 ستا رہی تھی دوسری طرف ہر گھر سے خالی پہرے تخت صدمہ ہوا اور اپنی اس  
 حالت پر رونا آگیا۔ مجبوراً دو چار گھر اور مانگا مگر سب جگہ سے ایک ٹکڑا روٹی  
 ہی نہ ملی۔ آخر شکستہ دل ہو کر بستی سے باہر چلے گئے اور ندی کے کنارے جا  
 بیٹھے اور اپنی اس دولت و خواری پر افسوس کرتے ہوئے زار زار رونے  
 لگے۔ یہاں ایک مرہٹہ بڑھیا آئی اور آپکو تسلی دینے لگی اور پوچھا کہ کیوں  
 رو رہے ہو؟ آپ نے کہا میں تین دن سے بہو کا ہون کنی برہمنوں کے گھر جا کر  
 بھیک مانگی مگر کسی نے کچھ نہ دیا تھک کر یہاں آ بیٹھا۔ رونا آیا رونے لگا  
 بڑھیا نے کہا بیٹا صبر کرو اور اپنی خوش قسمتی کا شکریہ ادا کرو کہ تمہیں اتنی  
 تکلیفیں اٹھانے کا موقع ملا۔ تکلیف کے بعد راحت ہی ملیگی۔ جنگو خدا زیادہ  
 عزیز رکھتا ہے اپنی کو مصیبتیں اور تکلیفیں ملتی ہیں ہر ایک کا یہ حصہ نہیں  
 ہیں۔ دنیا میں جتنے پیغمبر اوتار اور رشی ہو گزرے ہیں ان کی زندگی کا سلسلہ  
 کرو تو ابتدا سے انتہا تک تکلیفوں اور آفتوں سے بہرا پاؤ گے۔ جو اس  
 دنیا کی ناپائدار میں تکلیف اٹھاتا ہے وہ ہی ابدی خوشی کا مستحق ہوتا ہے۔

لے آپ کی فیرانہ صدا ہمیشہ ایک ہی جیسی یعنی ڈیڑھلی پاکی اُردی سڑی بہا کر اُردی تر گھلا ہو یعنی

اس تقریر کے بعد بڑھیا نے سنکرت کا ایک شعر پڑھا جس کا مطلب ہے کہ  
 انسان کو چاہئے کہ جس طرح بن پڑے اپنا گذر کرے کہا نا نہ ملے تو پانی پی کر  
 صبر کرے مگر خدا کی عبادت سے غافل نہ ہو اور اپنے اعمال کا ثمرہ آپ حاصل  
 کرے۔ مصیبت کی زندگی کو بخوشی اختیار کرے اور خود دنیا کے فانی کی  
 خوشیہ نکو ترک کر دے۔ خواہشات نفسانی کو مارے اور دنیاؤں کی  
 صحبت میں بیٹھے۔ اور اپنی جبین نیاز کو ان کے آگے چھکائے رکھے۔  
 یک نفس بودن پیش او یا

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس مختصر نصیحت کے بعد بڑھیا نے کہا میں مرہٹن ہوں اور تم میرے ماتہ  
 کا کہا نا کہاؤ گے نہیں چلو میں کچا سامان دیتی ہوں پکا کر کہا۔ وہ بہاراج نے  
 کہا بہوک کے مارے مجھے پکانیکی تاب نہیں ہے۔ بڑھیا نے کہا اچھا شام  
 کو اپنی گھر پر پہر جاؤ مگر پچھلے دروازے پر جا کر سوال کرنا اکثر عورتیں سیٹرن  
 خیرات کرتی ہیں۔ رات کو میرے گھر چلے آنا میں تمہیں آرام سے سناؤں گی  
 چنانچہ شام کو بہاراج بیک مانگنے لگے اور ہر پچھلے دروازے پر سوال کیا  
 تو واقعی ہر گھر سے کچھ نہ کچھ ملا۔ کہا نا بیکرندی پر آئے اور پیٹ پر کر کہا نا  
 کہا نا غیب کو جب وعدہ بڑھیا کے مکان پر گئے اوسٹیں بستر بچھا دیا اور  
 بہاراج آرام سے سو گئے۔ دوسرے دن صبح تازہ دم ہو کر ناسک کی گئی

روانہ ہوئے۔ تہوڑی دیر میں وہ ناسک روٹو پر جا پہنچے۔ اور اپنے وطن  
کی طرف جو ناسک سے آگے اسی سمت پر واقع ہے قدم بڑھانے لگے۔ دوپہر  
کے قریب آپ کا گذر ایک عجیب جگہ سے ہوا۔ اسکے دائیں ہاتھ پر ندی اور  
بائیں ہاتھ پر پرانی وضع کے مہادیو کے دو مندر تھے۔ اور وسیع جھل اور  
پہاڑوں کا حلقہ نہایت ہی دلکش اور نظر فریب تھا۔ مہاراج کو یہ جگہ بہت ہی  
پسند آئی اور جی چاہا کہ یہاں کچھ دن قیام کیا جائے۔ چنانچہ ندی میں اشنان  
کیا اور مندر میں آکر سب دستور زمین پر پانی چھڑکا اور دھوتی میں بندہ  
ہوئے چنے نکالے اور کہا کہ پانی پیا اور مندر کے دالان میں آرام سے بیٹھو  
دائیں ہاتھ پر پہاڑ تھا اور کی بلندی اور دلکش فضا دیکھ کر جی چاہنے لگا کہ اس  
اس پہاڑ پر چل بیٹھو اور اسی پر اپنی زندگی کا آخری سانس ختم کرو۔ اور  
سوچنے لگے کہ گہر چکر سب مل آئیں اور یہاں آکر بیٹھ جائیں۔ لیکن اس  
پہاڑ کی مقناطیسی کشش نے مہاراج کو اپنی طرف ایسا کھینچا کہ وہ گہر جانے  
سے پیشتر ہی پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور پانچ بجتے بجتے آپ پہاڑ کی  
چوٹی پر جا پہنچے جو مندر سے چار میل تھا۔ یہاں آپ کو ایک طاق سا دیو کیالی دیو اس قدر چھوٹا تھا  
کہ ایک آدمی بغیر حس و حرکت اس میں بیٹھ سکے۔ اسکو دیکھ کر معا آپ کے  
دل میں اپنا خاتمہ کر نیک خیال عود کر آیا اور سوچا کہ اس جگہ سے بہتر  
کوئی جگہ اس کام کیلئے موزون نہ ہوگی۔ چنانچہ طاق میں جانا چاہا مگر یہ

ایسی ہیڈ صبیحہ منقار پر واقع تھا کہ پہنچنا مشکل تھا۔ آخر آپ نے قریب کے درخت  
 کی ایک شاخ پکڑی اور اس سے ٹک کر طاق میں جا بیٹھے۔ بہت خوش ہوئے  
 کہ بغیر خودکشی جان دینے کے بے اچھی جگہ مل گئی۔ دھوتی کھولی اور ایک ٹکڑا  
 پہنا کر کمر سے باندھا اور آسن جا کر بیٹھ گئے۔ ایک تو پہاڑ۔ دوسرے  
 طاق تیسرے ایسی جگہ جہاں انسان کا گذر دشوار بارہ ماہ کامل بغیر دانہ پانی  
 آپ نے گزارے۔ اس میعاد میں آپ کے دل کی حالت معمولی طور پر  
 اس طرح بیان کی جاسکتی ہے۔۔۔ میں مرنا چاہتا ہوں۔ میں زندگی کی مطلق  
 پرواہ نہیں کرتا۔ یہ جسم۔ دنیا اور اسکی اندرونی تمام چیزیں بے ثبات اور  
 ناپائدار ہیں۔ میں اس فانی راستے سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ یہ ناظرین  
 ایک لمحہ کیلئے گوتم بدھ کی تصویر اپنے تصور کے سامنے رکھیں جب وہ بغیر کپڑے  
 اپنے جسم ارادہ کے بیٹھا تھا کہ یا تو اب مر کر اٹھوں گا یا خدا کا صل حاصل  
 کر لوں گا۔ جیسا کہ فارسی شاعر کہتا ہے عیا جان رسد بجانان یا جان زن برآ  
 بہاراج بھی اسی طرح غم راسخ کئے ہوئے تھے۔ مگر آپ کو صرف جان  
 دینے کا خیال تھا حق رسی کا خیال نہ تھا۔ مگر نتیجہ دونوں کا ایک ہی برآمد ہوا۔  
 یعنی خدا رسی۔ آپ کا جسم بدیون کا بجز نظر آتا تھا۔ جس سے بعض اوقات خود کو  
 الگ دیکھتے تھے اور بعض اوقات اپنے جسم کے خول میں پہرہ سما کر بدستور ہوتے  
 وحواس میں آجاتے۔ اس طرح کبھی وہ عالم بیہوشی میں جسم اور حواس حمسہ سے



آزاد تو کبھی بالکل ہوش میں اپنے وجود اور ارد گرد کی ہر شے سے باخبر ہوتا  
 اس وقت آپ کا جسم ایک پیراہن کی مانند تھا کہ جب چاہا پہن لیا اور جب  
 چاہا اتار کر الگ رکھ دیا۔ جب ہوش میں ہوتے تو آپ جانتے کہ میں کون  
 ہوں اور کیوں یہاں بیٹھا ہوں۔ اور خوش ہوا کرتے کہ اب موت بہت  
 جلد آئیگی۔ مگر جو بھئی بیخودی طاری ہوتی تو خود کو ایک نرنگار حالت میں  
 اور ہر جگہ ایک وسیع خطے کے اندر موجود دیکھتے۔ کمزوری اس قدر کہ نہ زبان  
 ہلتی تھی نہ کسی عضو کو حرکت ہوتی تھی۔ صرف دایاں ماتہ جبکہ آپ نے پہلے  
 ہی سے حرکت میں رکھا تھا کچھ کچھ کام دیتا تھا۔ تاہم بارہ ماہ گزرنے پر بھی  
 آپ کا جسم آپ کی حسب مشاء نصاب نہ ہوا۔ اس حالت سے نکل کر ہمارے کادول  
 مدد سے خالی ہو گیا۔ نہ پہلی سی دھڑکن نہ خوف نہ یاس اور نہ کسی ذات کی امید  
 مگر اس میں تعاون وہ خود کو نہ ہوئے گو جسم کا خیال انہیں کبھی کبھی جاتا رہتا تھا  
 اس طرح ان کے دلوں کو جسم کی جدائی اور تعلق دونوں کا علم ہوا کرتا تھا۔ آپ ماضی  
 حال اور مستقبل سب سے بیخبر تھے۔ نہ انہیں جینے کی امید تھی نہ مرنے کا خوف۔  
 اس خلاف عادت حالت میں ایک سال گزرنے پر ایک دن جبکہ آپ ہوش  
 میں تھے آپ نے طاق کے سرے پر دو آدمیوں کو ٹھہرے دیکھا جو انکی طرف  
 نہایت خشک مین نگا ہوں سے دیکھ رہے تھے۔ ان کی طرف اشارہ کرتے  
 اور نہایت ہی غصے اور مخمورانہ انداز سے باہم ہم کلام ہوتے۔ تھے جس

ہمارا ج نے جانا کہ کسی نامعلوم وجہ سے وہ منہ پر تھا ہو رہے ہیں اور ضرور  
 مجھے نقصان پہنچائیں گے۔ مگر ہمارا ج نے اسکی مطلق پرواہ نہ کی۔ شبہات  
 سے ان میں ایک بندہ اور دوسرا مسلمان نظر آتا تھا۔ انکی ڈراونی اور  
 بیباک صورتوں سے آدمی کا دل ہل جاتا۔ آخر انہوں نے غصے کی آواز  
 میں ہمارا ج سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ہمارا ج نے جواب دینے کی کوشش  
 کی مگر برس روز کی خاموشی نے گویائی کی طاقت سلب کر لی تھی۔ اسپرین  
 لوگوں نے بگڑ کر کہا کہ جواب کیوں نہیں دیتا اٹھا کر غار میں پہنکدینے۔ سینکر  
 ہمارا ج کو خیال ہوا کہ شاید یہ موت کے فرشتے ہیں۔ اسلئے انہوں نے  
 دل ہی دل میں کہا کہ میں مرنے کو تیار ہوں اور اگر تم مجھے اس قید رستی  
 بجات دلا دو گے تو میں تمہارا ممنون رہوں گا۔ اس خاموش جواب نے  
 ان لوگوں کے غصے کو ٹہنڈا کر دیا۔ اور محبت بہرے الفاظ میں ہنستے ہوئے  
 دلا سا دیا۔ اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ غائب ہوتے ہی ہمارا ج پر  
 بارہ مہینے کے بعد یکایک پیاس نے غلبہ کیا اور وہ بھی ایسا کہ ماہی بے آب  
 کی طرح تڑپنے لگے۔ چنانچہ تھام خیالات کو دور کر کے آپ نے پیاس بچھائی  
 فکری۔ مگر جس جگہ حیوان تو کجا انسان کا بھی گذر مشکل ہو وہاں ان کی پیاس  
 پہنچانے کے لئے پانی کہاں پہنچتا۔ مایوس ہوئے۔ خدا کی شان اسنے بندے  
 پر رحم آیا اور اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش برسا دی۔ باوجودیکہ یہ طاق

پہاڑ کی چٹان اور پتھروں سے ڈھنکی ہوئی جگہ جہاں ہم تھوڑا سا پانی قطرہ قطرہ  
 کر کے آپ تک پہنچ گیا۔ مہاراج نے اس پانی سے اپنے ہونٹوں کو ترکیا پہرہ  
 ساحلوں میں بٹکایا۔ اس طرح تین روز تک اس پانی سے اپنی تشنگی بجھاتے  
 رہے۔ تیسرے دن اتنی مدت کے بعد آپ کو نیند محسوس ہوئی اور بیٹھے ہی  
 بیٹھے آپ ۵ منٹ تک سوتے رہے۔ اس نیند میں آپ نے ایک عجیب  
 خواب دیکھا۔ یعنی ”آپ ایک عجیب جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور قریب ہی  
 جہادیو کی مورتی اور صاف پانی کی ایک ٹانگی ہے۔ آپ نے ٹانگی سے تھوڑا  
 سا پانی چالنے میں دو آدمی غیب سے نمودار ہوئے۔ اور بلا کہہ کہے سے  
 سر سے ٹیکر پیر تک آپ کی کہاں کھینچ ڈالی۔ جس کے اندر سے برق کی مانند  
 سفید اور نرم اور خوبصورت بدن نکل آیا۔ یہ خواب دیکھ کر مہاراج نے آنکھیں  
 کھول دیں اور خود کو دیکھا تو اصلی حالت میں پایا۔ اب مہاراج کو پہلے کی طرح پہرہ  
 ہاتھ پیر اور تمام اعضا کو حرکت میں لانی کا خیال ہوا۔ اور آپ نے اپنے  
 دائیں ہاتھ سے تمام جسم کی مالش شروع کی لیکن برس بہر کے اکڑے ہوئے  
 رگ پٹھے کہلنا اور اڑسروان میں دوران خون ہونا آسان نہ تھا پندرہ رو  
 تک آپ متواتر مالش کرتے رہے جب کہیں تھوڑی سی نرمی رگوں اور پٹوں  
 میں پیدا ہوئی۔ یہاں سے آپ نے ایک بڑا میدان دیکھا جس کے ایک حصے میں  
 چند جھونپڑیاں دکھائی دیں آپ کو خیال ہوا کہ یہ کوئی گاؤں ہوگا اس میں

منا چاہئے۔ مگر اس شخص سے جو طاقت کے زمانے میں ہزار وقت اس سر  
 سب پہاڑ پر چڑھا ہو کمزوری بلکہ نیم مردہ حالت میں نیچے اترنا کس طرح  
 ممکن ہو سکتا تھا لیکن ہمارے کچھ لوگوں میں ایک ایسا ولیہ اور بہادر دل تھا  
 جو سی صیبت کو مصیبت اور مشکل کو مشکل نہیں سمجھتا تھا۔ آپ اپنی نیم برکت  
 بہتہ پاؤں کی مدد سے نیچے اترنے کے لئے لڑکھڑاتے ہوئے کھڑے ہوئے  
 اترے تو نہیں گیا مگر درخت کی اسی ٹہنی کو جس کے ذریعے طاقت میں بیٹھے تھے  
 پکڑ کر ہوا میں معلق لٹک گئے جب ٹہنی طاقت کے منہ سے ہٹی تو آپ نے اسکو  
 جھوڑ دیا اور پہاڑ کی ایک ڈھوان چٹان پر گر پڑے مرنے تو آپ کو مد نظر  
 تھا ہی کئی فٹ تک لڑھکتے ہوئے چلے گئے اور کسی پتھر کو پکڑ کے رکنے کا جیسا  
 کیا جسم میں سوائے ہڈیوں کے گوشت کا نام تک باقی نہ تھا بہتر پر گرنے سے  
 سخت ضربیں آئیں اور جگہ جگہ سے کہاں چھل گئی۔ مگر آپ نے ذرا ہی پرواہ  
 کی اور ہوش و حواس قائم رکھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آہستہ آہستہ

ٹیکنا شروع کیا۔ اور یہ شعر پڑھتے رہے ۵

نمرے یانت وینلا پر وشت شہراشی ٹوٹلا کہالی

پریتو نر بھینا چھتی واہی نارائن ساسی لا کہولی

یہ ساری باتیں باخدا بزرگ پر بلاؤ کے متعلق ہے جس کے باپ جراسندہ نے اسکو  
 اپنی مرضی کے خلاف وشنو کی بھگتی کرتے ہوئے دیکھا پہلے تو بہت سمجھایا

مگر بعد میں نہ ماننے پر ایک پہاڑ سے نیچے ڈھکیل دیا۔ تاکہ اوس کا کام تمام ہو جائے۔ لیکن خدا نے اپنے سیوک کو بچا لیا۔ اور وہ زندہ سلامت پایا گیا۔

جتنے تارے لگن میں سواتے دشمن ہوئے

پر کر پا ہو شری رام کی تو بال نہ بیکا ہوئے

غضکہ کئی گھنٹے تک متواتر رینگتے رینگتے آپ نے آدھا راستہ طے کیا تھا کہ شام ہو گئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ مجبوراً آپ کو شب اسی پہاڑ پر کاٹنی پڑی۔ تمام شب تارے گن گن کر گزاری اور صبح کی روشنی نمودار ہوتے ہی آپ بدستور چلنے لگے دوپہر کے قریب آپ خدا خدا کر کے پہاڑ سے نیچے اترے اور میدان کی طرف بڑھے۔ آدھا راستہ طے کرنے پر آپ کو بہیل عورتوں نے دیکھا اور ڈر کر بہا گئے لیکن کونیکان کے خیال میں یہی زندہ انسان اس بہت کا نہ آیا ہوگا وہ سمجھیں کہ یہ ہڈیوں کا پہنچر قبر سے اُٹھ کر آیا ہے۔ عورتوں کو بہا گئے ہوئے دیکھ کر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے انکو بلا یا یہ دیکھ کر عورتیں رکین تو یہی لیکن قریب آنے اور ان کا حال دریافت کرنیکی کسی میں ہمت نہ تھی بعدِ مشل ایک کے پیچھے ایک قریب آئیں اور بغور دیکھنے سے انکو یقین ہو گیا کہ یہ مردہ نہیں زندہ انسان ہے اور بہوک پیاس کے صدمے سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے۔ جہاراج

نے اپنی دھیمی آواز میں ان عورتوں سے کہا کہ مجھے گاؤں میں لیچلو۔ عورتوں  
 نے کہا کہ تھیر دھم اپنے مردوں کو بلا لائیں وہ ٹکڑاٹھا کر بیچائیں گے۔ آپ نے فرمایا  
 اچھا مگر پہلے فراہم کرے ہاتھ پیر دباؤ اور ماش کر دو اگر جاسے کی وجہ سے  
 ان میں درد ہو رہا ہے۔ خدائے عورتوں کا دل بہ نسبت مردوں کے زیادہ  
 نرم دل اور زود اثر بنایا ہے یہ حالت دیکھ کر ان کا دل بہر آیا اور رونے  
 لگیں اور سب کی سب بیٹھ کر ہاتھ پیر دبانے لگیں کس بقدر آرام پہنچے پر  
 اپنے فرمایا کہ مردوں کے آنے میں دیر ہو گئی تم ہی مجھے گاؤں تک لیچلو تو  
 بڑی کرپا ہو گئی چنانچہ عورتوں نے نجوشی اٹھایا اور گاؤں میں لا کر تھیرے  
 جھونپڑے میں اتارا۔ ہمارا جھونپڑی کے ایک کونے میں پڑ گئے۔ اس  
 بستی کا نام گوال واڑی ہے اور گوال لوگ یہاں رہتے ہیں یہ لوگ کہو یا اور  
 انہیں زیادہ بنایا کرتے اور ناسک میں جو یہاں سے ۶ میل کے فاصلے پر ہے  
 لیجا کر بیچا کرتے ہیں۔ دوسرے دن بستی میں جو ان ہیملوں کی جھونپڑیوں سے  
 نہوڑی ہی دور تھی خبر ہو گئی اور لوگ دیکھنے کے لئے آنے لگے۔ حال دریا  
 نیا تو آپ نے پہاڑ پر جانے اور ایک برس پاس کی حالت میں گزارنے کا  
 ساقصہ بیان کیا۔ جسکو سن کر لوگ ابدیدہ ہو گئے اور تسلی آشفی دی۔ ایک  
 برہمن سن کر چار دن تک پانی لا کر پلایا کرتا۔ پہر بستی والے ان کے لئے  
 کریم دودھ لاتے لگے۔ چند روز میں آپ کو طاقت معلوم ہونے لگی اور چند

منٹ تک کھڑے رہنے لگے۔ رفتہ رفتہ تھوڑی دور چلنے کے قابل ہو گئے۔  
 اور دوسروں کو تکلیف نہ دینے کے خیال سے اپنے لئے خود پانی لائے گئے۔  
 ایک عربی نے اپنے شخص پانی اور دودھ پر لہری کی۔ ایک دن چند لوگوں نے  
 روٹی کھانے کی رائے دی۔ چنانچہ بچہ بچہ کے آئے نو دودھ میں گوندہ کر خود  
 روٹی پکائی اور سب کو دیا۔ اس کا ٹکڑا بڑی مشکل سے کھایا۔ روزانہ کھاتے کھاتے  
 لکڑی کے سہارے چلنے کی طاقت آگئی۔ اور اب آپ بذات خود بستی میں  
 باکیاناج مائٹنے اور سیل عورتوں کی مدد سے اٹھا پیکر۔ ہوسکی روٹی پکانے اور  
 کھانے لگے۔ پھر خود جنگل میں جاتے اور خود رو سبزی توڑ کر لاتے اور پکا کر کھاتے۔  
 جب دیکھا کہ جی خاص طاقت آگئی تو آپ بہیلوں کے ساتھ جنگل میں جاتے  
 اور ان کو لکڑیاں اور اپنے چن چن کر دیتے جو ناسک بجا کر بازار میں بیچتے  
 اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرتے۔ چند روز بعد آپ خود ہی  
 لکڑیوں کا بوجھا اٹھا کر ناسک جاتے اور بازار میں بیچ کر اوس سے اناج  
 خریدتے اور اپنا پیٹ بھرتے۔ ان ایام میں آپ کے جسم پر صرف ایک  
 لنگوٹی تھی جسکو ہمیشہ باندھے رہتے اور ایک پہٹا پرانا ٹاٹ کا ٹکڑا تھا جس  
 پر اپنا بدن ڈھانکتے۔ زنا رگلے میں تھی لیکن اس قدر سیلی ہو گئی تھی کہ کالائیکہ معلوم  
 ہوتی تھی۔ اتنے دن کی خوراک نے آپ کے جسم میں طاقت تو پیدا کر دی  
 تھی لیکن گوشت کا پتہ اب بھی نہ تھا بلکہ جسم کی کھال بھی جو ہڈیوں پر باقی

رو گئی تھی اترنے لگی تھی۔ جسکو دیکھ کر خود آپ کو اور دوسرے لوگوں کو سخت تشویش پیدا ہو گئی تھی۔

گوال واڑی بن آپ قریباً ۳ ماہ رہے بن میں کافی طاقت آ جاتے پر آپنے وطن کا ارادہ کیا۔ بھیلون کو آپ کی جدالی کا سخت صدمہ ہوا لیکن آپ کا مصمم ارادہ دیکھ کر خاموش رہ گئے۔ چلتے وقت بہت سی روٹیاں آپنے ساتھ باندھ لیں۔ اور چاندوڑ کے راستے سوہوتے ہوئے پیدل وطن کی طرف چلے ۴ دن متواتر چلے۔ شب کو چلتے اور دنکو درخت کے سایہ میں آرام کرتے ۶ دن تک وہی ساتھ لائی ہوئی روٹیاں کھاتے رہے جہاں بانی ملتانی بیٹے ۴ دن بعد آپ کا وطن ایک میل کے فاصلے پر رہا۔ دن تھا اس نے ایسجد ٹھہر گئے اور ناگ پنچمی کی شب کو۔ انجے کو قریب اندھیر میں قبضہ میں داخل ہوئے۔ راہ میں گہر کی طرف مڑے ہی تھے کہ بڑے بھائی بالکر شنار او ساستری ملے آپ وہ بک گئے اور یہ آگے بڑا گئے پہران کے پیچھے پیچھے ہوئے۔ گہر میں داخل ہوتے وقت آپ نے بھائی کو پکارا۔ بالکر شنار او اپنا نام سنکر پیچھے مڑے۔ ہمارا ج کو کہڑے ہوئے دیکھا مگر پہچان نہ کر لئے میں ہمارا ج خود آگے بڑھے اور کہا بالکر شنا میں نے تمہیں پکارا تھا ابکی آواز پر بالکر شنار او نے اپنے بھائی کو پہچانا۔ دوڑ کر گھلے سے لپٹ گئے دیکھا کہ ہڈیوں کا ڈھیر باقی رہ گیا ہے۔ ہمارا ج بھی بھائی سے مل کر



روئے لگے۔ بالکرشنا راؤ نے کہا بھائی تمہارا یہ حال کیا ہوا ہے صورت  
 دیکھ کر ہی پہچانتا مشکل ہو گیا ہے خیر خدا کا شکر ہے کہ تم صحیح سلامت گھر آ گئے  
 ۱۶ ماہ کے بعد آج دیکھا خط نہ آنے سے سب لوگ آپ سے ہاتھ دھو بیٹھے  
 تھے۔ ہمارا ج نے فرمایا کہ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہو الہی تو کیسے خبر نہ کرو اور مجھے  
 چپکے سے گھر بچلو۔ صبح تمہارا جو جی چاہے کرنا۔ چنانچہ بالکرشنا راؤ چپکے سے کمرہ  
 اور دہوتی لائے اور ہمارا ج کو اپنے ساتھ گہری لیکے۔ اور ہمارا ج کے خاص  
 کمرے میں جس میں ہمارا ج عبادت کیا کرتے تھے لٹا دیا۔ اور خود بھی سو گئے  
 اتفاق کی بات کہ اس دن مکان میں ان کے خاندان کے سب لوگ موجود تھے  
 ہمارا ج کے والد بھی دہوتے سے وطن آئے ہوئے تھے کیونکہ ان کے دادا  
 اور تمام خاندان کی مالی حالت بہت نازک ہو چلی تھی۔ صبح ہوتے ہی بالکرشنا  
 راؤ نے سب سے پہلے اپنے چچا کو خبر کی جو بہت خوش ہوئے اور دوڑے ہوئے  
 ہمارا ج کے پاس آئے گلے ملے اور پہر جا کر ہمارا ج کے والدین کو خبر کی  
 جس کے ساتھ تمام خویش اقارب آجج ہوئے۔ بالکرشنا راؤ نے ہمارا ج کی زبانی سنی ہوئی سفر کی  
 کیفیت اور برس روز کے پاس کا حال سب سے بیان کیا۔ جس کو سب لوگ ان کو پیشہ جی کہنے  
 لگے۔ ہمارا ج سے سب تو ملے مگر ہمارا ج کے دادا صاحب کو ابھی تک خبر  
 نہیں کی گئی تھی کیونکہ ہمارا ج کے جانے کے بعد ان پر فالج گرا تھا تمام جسم  
 بے حس و حرکت ہو گیا تھا اور آپ اٹھنے بیٹھنے سے بالکل معذور ہو گئے

تہ صرف بویئے سستے اور دیکھ سکتے تھے۔ اسی حالت میں آپ نے  
 سیاست اختیار کر لیا تھا۔ اسوجہ سے سب نے یہ تجویز کیا کہ مہاراج کے  
 آئینی خبر ان کو یک لخت نہ سنائی جائے۔ ورنہ ممکن ہے کہ شاہی مرگ ہو  
 جائے۔ چنانچہ بتدریج خبریں سناتے سناتے تیسرے روز مہاراج کے  
 آئینی خبر دی گئی۔ اس پر ہی مہاراج کو دیکھتے ہی کوہاں راؤ شناسہ جو انجینئر  
 کر رہے تھے۔ مہاراج اب کہہ میں رہنے لگے اور سب ٹوٹ ان کی صف  
 زیادہ خاطر مدارات کرنے لگے۔ مہاراج کی حالت سے بہت سے لوگ  
 راقب ہو گئے تھے اور سچی غفلت ان کے دلوں میں پیدا ہو گئی تھی ایک  
 روز مہاراج کٹھانکے نامی ہیڈ ماسٹر کے ہاں کسی تقریب پر محبوب راؤ جانا پڑا  
 کیونکہ آپ جب سے آئے تھے باہر بہت ہی کم نکلتے تھے۔ ہیڈ ماسٹر نے  
 آپ سے اس قدر لاغری اور نفاہت کا سبب دریافت کیا لیکن آپ نے  
 اصل حقیقت اپنی زبان سے بیان نہیں کی اور باتوں باتوں میں ٹال دیا  
 ہیڈ ماسٹر جہاں دیدہ شخص تھا بالکر شناسہ سے کہا کہ ان کی ظاہری حالت  
 تو شراب معلوم ہو رہی ہے لیکن چہرے کی سرخی اور مسرت باطنی حالت کے  
 اچھا ہونیکے دلیل ہے۔ بالکر شناسہ نے اس پر مہاراج کی ریاضت کا تمام  
 سال بیان کیا جس کو شکر ہیڈ ماسٹر مہاراج کے بچپن اور ریاضت پر اور اپنے  
 بد نامی اور اسکی حالت پر افسوس کرنے لگا۔

## مہاراج کی والدہ کا انتقال

چند روز کے بعد شب کے بارہ بجے مہاراج کے والد گوندراہ شاستری نے یکایک بیضہ کیا اور دوسرے روز (گوگل شٹھی کے دن) دوپہر کو بارہ بجے کے قریب اس جہان فانی سے انتقال کیا۔ ان کی لبت میں مہاراج ایک لمحہ کے لئے بھی ان سے جدا نہ ہوئے اور ان کا آخری سانس مہاراج کے زانو پر نکلا۔ تمام گہر ماتم کدہ بنگیا اور اس ناگہانی انتقال نے خویش و اقارب کو سخت صدمہ پہنچایا۔ مہاراج کو اپنے والد کے انتقال کا سخت صدمہ ہوا مگر آپ نے بالکل صبر سے کام لیا۔

اب مہاراج نے اپنے لئے ایک روز ناچہ تیار کیا جس کے مطابق وہ ہر روز عمل کرتے رہے۔ اشنان۔ سندھیا۔ منتر کی جپ۔ پوجا پاٹ سے بتدریج فارغ ہو کر باقی وقت گرنٹھ کے مطابق حکمت کا درس لیتے۔ ان کے چچا اور دادا ان کو درس دیا کرتے۔ ان دونوں عالموں کی بدولت مہاراج نے حکمت پر بہت جلد عبور حاصل کر لیا۔

## مہاراج کے دادا کا انتقال

مہاراج کے دادا گوپال راؤ شاستری نے ۱۰ ماہ اپنے پوتے یعنی مہاراج

کو حکمت کا سبق دیا ایک دن ۱۲ بجے شب کو آپ نے مہاراج کی والدہ ماجدہ  
 کو جو دوسرے کمرے میں آرام فرما رہی تھیں زور سے آواز دیکر بلایا آپ  
 لہجہ کر دوڑیں دیکھا تو آپ ہوش میں ہیں قریب بلایا اور کہا کہ مجھے  
 اٹھا کر تکیے کے سہارے جس طرح میں بناؤں بٹھا دو۔ چنانچہ آپ نے  
 سہارا دیکر اٹھایا اور ایک خاص وضع پر جیسا کہ انہوں نے بتایا بٹھا دیا  
 بیٹھتے ہی آپ نے قید سہتی سے نجات حاصل کی۔ مہاراج آئے اور والدہ  
 صاحبہ کو صبر کی تلقین کی۔ تمام شب ران کے سامنے بچن اور کرتن کیا گیا  
 دوسرے روز بچہ نیر و تکفین کی گئی۔ جنازے کے ساتھ ہزاروں آدمیوں کا  
 ہجوم تھا اور ہر ایک آپ کے علم و فضل اور اخلاق حسنہ کو یاد کر کر کے رو  
 رہا تھا۔ ندی کے کنارے خاص مقام پر سادہ ہی دی گئی۔ ۱۲ دن کے بعد  
 رادھنا اوچھو کی رسم بڑے پیمانے پر ادا کی گئی جس میں سینکڑوں آدمیوں  
 نے حصہ لیا۔

## مہاراج کی دوسری بیوی کا انتقال

مہاراج نے اپنے مقرر کردہ روز نامچہ پر ایک سال کامل عمل کیا۔ اس  
 سال میں مہاراج کی دوسری بیوی نے بھی انتقال کیا۔ گویا ایک سال کے  
 اندر والدہ و ادا اور بیوی یکے بعد دیگرے راہی ملک بقا ہوئے۔ اب

چونکہ دنیا میں اب انکے لئے کوئی لطف نہ رہا تھا اس لئے علم طب کی طرف  
آپ نے کامل توجہ کی۔ تجربے کے لئے قصبے میں جو شخص بیمار پڑتا آپ اس کا  
علاج مفت اور خود مرہن کے گہر جا کر کرتے۔ تھوڑے دنوں میں آپ کی  
کافی شہرت ہو گئی۔ اور چند جان بلب مریضوں نے آپ کے ماتہ سوشفا  
پانی اور آپ کی قدر و منزلت میں روز بروز ترقی ہونے لگی۔

## مہاراج کی تیسری شادی

مہاراج کے چچا اور والدہ نے اب ان کی تیسری شادی کی تجویز کی۔ اور  
مہاراج سے دریافت کیا لیکن آپ دنیا اور اس کو لواحقات سے کچھ ایسے  
متفر ہو رہے تھے کہ ذاتی عیش و آرام کی مطلق پرواہ باقی نہیں رہی  
ہتی۔ حکمت کا مشغہ ہی صرف خلق اللہ کی خدمت کے لئے اختیار کیا تھا ذاتی  
مفاد اس سے بہن مقصود نہ تھا۔ شادی کی خبر سن کر یہ سخت متروک ہوئے  
گو آپ نے صاف طور پر انکار کر دیا تھا لیکن چچا اور والدہ کا پاس ادب  
علم و ولی سے زیادہ تھا۔ جب دیکھا کہ شادیوں کا ہینہ آگیا اور اب شادی  
جلدی ہو جائیگی تو آپ کسی بہانے سے پونہ اپنے بہائی بالکر شنار او کے  
پاس چلے آئے۔

بالکر شنار او شاستری یہ نسبت مہاراج کے علم کی طرف بہت زیادہ

راعب تھے۔ ان کے دادا گوپال راؤ شاستری نے شاستر و نکی تعلیم انکو  
 پورے طور پر دی تھی۔ ذہین ہونکی وجہ سے اپنے دادا کو زیر تعلیم انہوں  
 نے علم شاستر میں مہارت تامہ حاصل کی تھی جس سے ان کی اچھی خاصی شہرت  
 ہو گئی اور بڑے بڑے مشہور عالم ان سے ملنے کی خواہش رکھتے تھے۔ وہ  
 کی وفات کے بعد بالکر شنار او دھو لئے گئے۔ اور اپنے والد کے ایک  
 ملاقاتی کوئل سے سفارشی چٹھی لیکر بھیجی کے مشہور وکیل داجی آبا جی کہرے  
 کے مکان پر گئے۔ مشہور کہرے نے ان کی ذاتی قابلیت اور خاندانی وقار  
 کے مخاطبہ نہایت خاطر مدارات کی اور پہر شہر ہی ناراین آپٹ کے آئندہ  
 آشرم پریکشیج کی اسمی پر چونہ میں تقرر کر دیا۔ یہاں آپ کے علم کی کافی سے زیادہ  
 قدر افزائی ہوئی اور بار سوخ اصحاب نے آپ کو چونہ ٹرمنگ کالج کیلئے  
 سنکرت کا پروفیسر بننے کی خواہش ظاہر کی اور آپ کا یہاں تقرر کر دیا  
 چنانچہ آج تک آپ کا ایسکھ پر تقرر ہے۔ مہاراج چندروزان کے پاس ٹہر  
 کر شادیوں کے جہینے کے اختتام پر واپس وطن شریف لے گئے  
 شادی کا مہینہ ختم ہونے کے لئے ابھی آٹھ روز باقی تھے مہاراج کا یہ  
 خیال تھا کہ آٹھ دن میں شادی کا انتظام ہونا مشکل ہے لیکن قدرت کو جو  
 کام منظور ہوتا ہے خواہ وہ انسانی طاقت سے برسوں میں نہ ہو سکے وہ  
 ایک بل میں کر دیتا ہے۔ مہاراج کا گھر پہنچا ہی تھا کہ ایک مغز برہمن

جو ایک مدت سے اپنی لڑکی مہاراج سے منسوب کر نیکی آرزو اپنے دل میں رکھتا تھا مہاراج کے پاس آیا۔ اور عرض کیا کہ میرے گہر ایک بیمار ہے براہ کرم ایک نظر اوسکو دیکھ لیں۔ مہاراج تو بیمار ونکی خدمت چاہتے ہی تھے فوراً ساتھ ہوئے۔ مکان میں بیٹھ کر برسن نے کہا مہاراج آپ کی دعا سے بیمار تو میرے یہاں کوئی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مجھ کو آپ سے بہت ہی محبت ہے اور مدت سے آرزو ہے کہ تم کو اپنی دامادی میں لون بہت سے شریف اور مالدار گہرانوں کے پیغام آئے میں نے کیسکو قبول نہیں کیا اتنے میں لڑکی بھی سامنے آگئی۔ مہاراج نے دیکھا اور گردن جھکانی۔ برسن سمجھ گیا کہ انخا سوشی نیم رضا میری مراد برآئی۔ چنانچہ آپ کے چچا جان کو بلا یا گیا۔ اور انہوں نے مہاراج کو شادی پر رضامند کر لیا اور چار روز کے اندر آپ کی تیسری شادی ہو گئی۔

## دھانی سال کا چلہ

چند روز کے بعد مہاراج اپنی بیوی کو لیکر بالکرشنا راؤ اپنے بھائی کے پاس پونہ آ گئے۔ یہاں اپنی بیوی کو چھوڑ کر سانگلی گئے۔ یہاں پہنچ کر آپکو خیال ہوا کہ حکمت کے ساتھ ساتھ خدا کی عبادت اور عملیات سے یہی کام لینا چاہیے اس سے آئندہ زندگی غربت اور آرام سے گزرے گی چنانچہ

کر شانہ می کے کنارے دت کے مندر میں ڈھائی سال تک قیام کیا اور  
 تمام وقت پوجا پاس اور علیات میں گزارا۔ اس طویل عرصے میں انہوں نے  
 دکھا ہوا کہانا ترک کر دیا۔ صرف چنے میوہ اور ورنٹ کے پتوں پر گذر  
 کرتے رہے۔ چنے اور میوہ کبھی کبھی کھاتے اکثر نیم گوندنی۔ کرڈی اور  
 بیل کے پتے کھایا کرتے۔ ڈھائی سال کے بعد آپ کو گہر بانیکا جنیال ہوا  
 چنانچہ سانگلی سے پونہ روانہ ہوئے۔

## انوکھی مصیبت

چونکہ ہمارا ج ڈھائی سال سے مندر میں فقیرانہ زندگی بسر کر رہے  
 تھے سانگلی سے پونہ پیدل روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے  
 ایک شخص نے برہمن زائر سمجھ کر انکو اپنے یہاں بھیرایا اور کہانیکا بندوبست  
 کیا یعنی خام ہشیار خور دینی دین کہ پکا کر کھائیں آپ نے کہا اس وقت تو  
 بہرے پاس چنے ہیں دو پہر کو کھانا پکاؤنگا۔ چنانچہ چنے کھا کر پانی پی لیا  
 تھوڑی دیر کے بعد رفع حاجت کو گاؤں سے باہر گئے۔ قریب ہی  
 کو لاٹی قوم کا قافلہ جو کئی روز سے یہاں اترا ہوا تھا کوچ کی تیاریاں کر  
 رہا تھا یہ کھڑے ہو کر اُنکا تماشہ دیکھنے لگے۔ اتنے میں اسی قافلہ کا ایک گدا  
 ان کے قریب آیا اور تین چکر کھا کر زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ پیچھے پیچھے ایک



کولائی آیا۔ ہماراج کو دیکھ کر پہچان گیا کہ یہ شخص اس گاؤں کا نہیں ہے کوئی  
 اجنبی اور مالدار اسامی ہے۔ چونکہ اس قوم کا پیشہ عام طور پر چوری اور زنی  
 ہے ہماراج کو پکڑ لیا اور کہا کہ اس گدے کو تم نے کیوں مارا؟ ہماراج نے  
 فرمایا کہ بھائی میں تو رفع حاجت کیلئے آیا تھا تمہارا سامان بندہ رہا تھا اگر  
 ہو کر دیکھنے لگا یہ گدہ خود یہاں آیا اور گر کر مر گیا بھلا مجھے کیا ضرورت تھی  
 جو بیچارے بیربان کی جان لیتا۔ کولائی سنگدل نے ایک لات اس زور سے  
 ماری کہ ہماراج چاروں خانے چت گر پڑے ابھی اُٹھنے ہی نہ پائے تھے کہ ایک  
 عورت اور ایک مرد اور آگے اور یہ بھی ہماراج کو گالیاں دینے لگے اور کہا  
 کہ پتھر مار کر گدے کو مارا اور پھر کہتا ہے کہ ہم نے نہیں مارا۔ ہماراج نے کہا کہ  
 بھلا پتھر سے ہی اتنا بڑا گدہ مر سکتا ہے؟ جو میں نے مارا۔ پہلے کولائی نے  
 کہا ہاں ہاں ہو سکتا ہے۔ اگر اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو گدے کی قیمت ادا  
 کر دو ورنہ اسی گدے کا سامان تمہاری پیٹھ پر لاوا جائیگا۔ ہماراج نے کہا  
 تم کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ نہ میں نے گدے کو مارا اور نہ پاس پیسہ کہ قیمت  
 ادا کر سکوں۔ چنانچہ کولائی ہماراج کو پکڑ کر لیگے اور جہاں سامان گدہ ہون پر  
 لاوا جا رہا تھا ان کی پیٹھ پر بھی لاوا گیا اور ایک رسی گدے کی گرتوں سے بانڈ کر  
 انکی کمر سے بانڈ دی گئی۔ قافلہ روانہ ہوا اور قریباً ۵ میل تک ہماراج اسی  
 صورت سے بوجھ سر پر رکھے ہوئے چلا گئے۔ وزن اس قدر زیادہ تھا کہ آپ

اٹھ نہ سکتا تھا اور اکثر بیہوش ہو ہو جاتے تھے مگر پیر جم اور ظالم کو لائی انکو  
 کا بان ویٹے اور ستاتے ہوئے بڑھتے ہی رہے۔ خدا کر کے ایک گاؤں  
 قریب میدان میں انہوں نے ڈیرا ڈالا۔ جہاں راج کے سرے بوجہ اتارا  
 اور جہاں اور گدھے باندھے گئے انکو گلے میں ہی رسی ڈالکر ایک کہوٹی پر  
 باندھ دیا گیا۔ کہانے کے لئے کو لائیوں نے اپنا کہاں دیا مگر جہاں راج نے  
 قیوں کیا۔ سب لوگ سو گئے مگر جہاں راج کو رات بھر نیند نہ آئی اور سوچتے  
 رہے کہ آخر کس خطا پر قدرت نے میرے لئے یہ ذلت و خواری اور سب  
 سے لمبریز سزا تجویز کی ہے۔ اسی فکر میں صبح ہو گئی۔ اس روز بھی جہاں راج  
 سے گدھوں کا سا کام لیا گیا۔ رات کو جہاں راج نے کو لائی عورتوں کے سامنے  
 الوہیت پر تقریر کرنی شروع کی اور اسقدر بلند آواز سے کہ ادھر سے گزرنے  
 والا بھی سن سکے۔

کو لائی مرد جہاں چور اور رہن ہوتے ہیں وہاں انکی عورتیں بدچلن  
 اور فاحشہ ہوتی ہیں۔ جس جگہ یہ پڑاؤ ڈالتے ہیں اسکو قریب کے بدکار اور  
 یہاں لوگ ان عورتوں کے پاس آتے اور ناجائز تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ  
 اتفاق سے اس رات گاؤں کا بیل ان عورتوں کے پاس آیا ہوا تھا۔ اسکو  
 عورتوں کی عالمانہ تقریر سنی تو مستعجب ہوا کہ کو لائیوں میں برہمنوں کی سی  
 شرمے مرہٹی بولنے والا کون ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں تقریر ایسی دلکش تھی

کہ پٹرک اُٹھا اور ستر کیلئے جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ اور دریافت کیا کہ یہ  
 کون تقریر کر رہا ہے؛ کولائی عورتوں نے کہا او ہرنہ جاؤ۔ وہ یہی تمہاری  
 طرح ایک عورت سے تعلق رکھتا ہے۔ پٹیل نے سوچا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے  
 کہ جو شخص ناجائز فعل کیلئے آئے وہ خدا کا ذکر کرے اور وہ ہی باواز بلند یہ  
 خیال کر کے وہ پہر آگے بڑھا۔ ہماراج کی جھونپڑی کے قریب پہنچتے ہی بہت  
 سی عورتیں باہر آگئیں اور پٹیل کو دوسری طرف لیجانے لگیں۔ اسپر پٹیل کو  
 قدرتی طور پر شک پیدا ہو گیا کہ ضرور کوئی بہید ہے۔ آخر زبردستی اس  
 جھونپڑی میں جاگہا۔ ویاسلائی سدا کر دیکھا تو ہماراج کا ہتھن اور مدبر چہرہ  
 دکھائی دیا۔ پاس جا کر دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ ہماراج اسکو فرشتہ رحمت  
 سمجھ کر رو پڑے اور سارا قصہ سنایا کہ یہ ظالم گدے کی طرح باندھ کر مجھے یہاں  
 لائے ہیں اور سخت تکلیف دے رہے ہیں۔ پٹیل نے تمام کولائیوں کو جمع کر کے  
 دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؛ کولائیوں نے کہا کہ اس شخص نے پتھر مار کر  
 ہمارے گدے کو مار ڈالا قیمت مانگتے ہیں تو دیتا نہیں اسلئے ہم نے اسکو  
 پکڑ رکھا ہے تا وقتیکہ قیمت ادا نہیں کرے گا ہم نہیں چھوڑنے کے۔ پٹیل نے  
 کہا اچھا اسوقت تو تم اسکو چھوڑ دو کل ہم اس کا فیصلہ کر دیں گے۔ کولائیوں  
 نے نہ مانا۔ مجبوراً پٹیل چلا گیا۔ اور دوسرے دن گاؤن کے چار پانچ آدمی  
 لیکر آیا۔ مقدمہ پیش ہوا۔ ایک آدمی مقام واردات پر گدے کی لاش

کا احسانہ کرنے کے لئے بھیجا گیا۔ جسٹس واپس آکر کہا کہ دیکھنے سے معلوم  
 سوا گدبے کے جسم پر کوئی خارجی ضرب نہیں ہے اور وہ کسی بیماری سے  
 ہے۔ جانہین کے بیانات لینے کے بعد پنچایت نے فیصلہ کیا کہ مجرم مقبوض  
 ہے اور مدعی چھوٹے اور دغا باز ہیں اور شریف آدمی کو اپنے دام میں پھنسا کر  
 دوسری وسیع وصول کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مہاراج کو رہا کیا گیا اور کولائیٹوں کو  
 حکم دیا گیا کہ اس وقت یہاں سے چلے جائیں اور دوبارہ اس سرحد میں یا اس  
 قرب وجوار میں نہ آئیں ورنہ سخت سزا دی جائیگی۔ چنانچہ کولائیٹوں نے ہیئت  
 بنا ڈیرا اٹھالیا۔ ٹیل مہاراج کو اپنے ہمراہ گھر لے آیا۔ کہانے کا انتظام کیا  
 کہانے سے فارغ ہو کر مہاراج نے ٹیل کا شکریہ ادا کیا اور رخصت ہوئے  
 علاوہ دیگر واقعات کے یہ واقعہ جو مہاراج کو پیش آیا  
 سنا ہے کہ کوئی خفیہ طاقت (شاید تقدیر جو ہمارے اچھے اور بُرے کا فیصلہ  
 کرتی ہے) بچپن سے ہر وقت ان کے ساتھ رہ کر ان کو رفتہ رفتہ عالم قدس کی طرف  
 پُراہنہ رہتی۔ اور مجبوراً ان کو ایسی حالتوں میں سے گزرنا پڑ رہا تھا جہاں  
 فوجی کا بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے۔ انسان ہو کر بوجہ اٹھانیا اے جانوروں کا  
 کام کرنا۔ برہمن ہو کر کولائیٹوں کے لات گھولنے اور گالیوں کا کھانا اور شہر  
 صبر کرنا معمولی انسان کے درجہ سے بڑا ہوا ہے ۵  
 اونچا اونچا سب کوئی مانگنا کوئی نیچا کوئی مانگے تو وہ سب اونچا ہو

یونہی میں اپنے بہائی کے گہر پہنچ کر مہاراج ایک دو روز رہے اور پہر اپنی بیوی کو  
لیکر سلامتی سے گہر پہنچے۔ چچا نے ان کو سمجھایا کہ اب گہر چوڑ کر نہ جانا کیونکہ تمہاری  
بیوی اب جوان ہو گئی ہے اور تمہیں دنیا داری کا بھی خطا ٹھاننا چاہئے۔ چچا  
مہاراج نے طبابت کا سلسلہ جاری کیا اور چند دنوں کے بعد امراؤتی میں  
دوا خانہ جاری کیا اور مریضوں کا خاطر خواہ ہجوم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ دو  
دور سے مریض علاج کو آتے اور شفا پاتے۔ صبح سے بارہ بجے تک مطب  
کرتے ۲ بجے تک کھانا کھاتے اور باہر کے مریضوں کا معائنہ کرتے۔ دو گھنٹے  
شام کو بیماروں کی خدمت کرتے۔

باوجودیکہ گہر میں کھانے کا اچھے سے اچھا انتظام ہو سکتا تھا لیکن  
قدرت نے انہیں اپنی مشار کے خلاف ایک لقمہ ہی کھانے نہ دیا چنانچہ آپ  
چند روز تک ۵ عدد پیاز جو صبح سے ۱۲ بجے تک ابالی جاتی تھی کھاتے رہے  
اسکو بعد چند ماہ تک صرف دودھ پر گزارا کیا۔ اور پہر دن بہرین ایک  
مرتبہ پانچ کیلے کھاتے۔ مطب اچھی طرح چلنے لگا تو آپ نے ہمیشہ کیلئے  
امراؤتی میں رہنے کا ارادہ کیا اور اپنی بیوی کو بھی اپنے ہی پاس بلا لیا  
مہاراج کی بیوی نہایت فرمانبردار۔ بہولی اور نیک طبیعت تھیں اور اپنے خاوند  
کے لئے ہر طرح باعث راحت تھیں۔ مہاراج نے اس عرصے میں پیٹھ دواؤں  
پلیگ۔ کالبر او غیرہ مہلک بیماریوں پر جاری کیں۔ اور ان دواؤں نے



شہری اپکسی تہہ راج مع الہیہ در امراتنی



خلق خدا کو استقدر خاندہ پہنچا یا کہ بازار میں کثرت سے انکی مانگ ہونے لگی۔  
 اور اوقی میں آپ کے دوا خانے نے اعلیٰ چبانے پر ترقی کی اور آپ نے اسی  
 سن میں ایک طبی رسالہ بحیث شاج رتن مالانامی جاری کیا۔ جس میں حروف  
 تجوی کے تحت میں ہر مرض کا نام شناخت۔ اسباب۔ اثرات اور ان کا علاج  
 مشرح طور پر بیان کیا جاتا تھا۔ اس رسالے نے طبی دنیا میں مہاراج  
 کی شہرت بہت بڑی ہوئی اور بڑے بڑے طبیبوں میں آپ مدعو ہونے لگے۔  
 ۱۰ سال تک آپ برابر ترقی کرتے رہے غنت و دولت دونوں آپ کے  
 بہر کی لونڈیاں ہو گئیں۔

## رام اور سیتا کا ونواس

دس برس کامل دنیوی غنت و وقار اور دولت بشار حاصل کرنے کے بعد مہاراج  
 کے خیالات میں پہر تغیر واقع ہوا۔ اور وہی افسردگی اور دنیائی فانی کی نفرت  
 پہر عود کر آئی جو ابتدا سے مہاراج کے دم کے ساتھ ساتھ رہی۔ اور آپ  
 بیش دور وزہ پر افسوس کرنے لگے۔ دیکھنے کو تو ۱۰ برس آپ نے ظاہری  
 عیش و آرام میں بسر کئے لیکن درحقیقت باطنی خوشی اور اطمینان آپ کو  
 حاصل نہ تھا جسکی جستجو آپ کو دور دور پہراتی رہی آخر ایک دن آپ نے عروج پر  
 آیا ہوا دوا خانہ اور رسالہ بند کر دیا اور بیوی سے کہا کہ مصیبت اور رحمت



دونوں کا تجربہ مین نے کیا۔ وقت دونوں مین یکساں گزرا لیکن دل کو آرام اور چین کسی حالت مین ميسه نہ ہوا۔ اس عارضی عزت اور آرام سے اطمینان قلب چل نہیں ہو سکتا لہذا مناسب ہوگا کہ ہم امراتوقی چوڑا کسی اور جگہ چلیں۔ فرمانبردار اور راحت و مصیبت مین ساتھ رہنے والی بیوی نے کہا بسم اللہ جیسی رائے ہو کیجئے۔ چنانچہ آپنے بیوی کو ساتھ لیکر امراتوقی کو خیر باد کہہ دیا۔ چند روز کے بعد آپ انگریشور (امین) تشریف لیکے، دونوں درشن کرنے کے بعد نرباندی مین اشنان کے لئے گئے اور شان کے بعد انگریشور پہاڑ کے گرد چکر لگانے لگے۔

اس پہاڑ پر انگریشور مندر ہے۔ جس کی پوجا کے بعد ہر زائر اس کا چکر لگاتا ہے۔ جس کو پرا دکھشنا کہتے ہیں۔ اس کے گرد اگرچہ پہرنے کے لئے چار گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔ مہاراج پہاڑ کا چکر لگا رہے تھے کہ پہاڑ کی دوسری سمت مندر اور محل کے عین مقابل تپشیر یہ کے لئے ایک موزوں جگہ دیکھی اور اپنی بیوی سے کہا کہ دیکھو تو کیا عمدہ جگہ ہے اور چاروں طرف کیسا خوبصورت منظر ہے۔ اس سے زیادہ خلوت کیلئے دلکش جگہ اور کوئی جگہ مناسب ہوگا کہ ہم اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن اسے گزاریں۔ وہاں پر یاد خدا مین بسر کریں۔ یہ جگہ ایسی متبرک اور پاک ہے کہ یہاں سواحد کے دل مین اور کچھ وسوسہ آ ہی نہیں سکتا۔ شہر مدھی اور مندر

بھائی اس مقام کو اور بھی زیادہ دل خوش کن بنا رہی ہے۔ میں اپنی زندگی  
 کے دن یہیں گزارنا چاہتا ہوں۔ لایق اور دم۔ ساز بیوی نے جواب دیا کہ  
 یہاں آپ رہیں گے یہ کینئر بھی آپ کے قدموں میں اسبجک بے کر لگی۔ میں  
 آپ کے رنج۔ راحت میں برابر کی شریک ہوں۔ چنانچہ اس پہاڑ کا ٹکڑا  
 رکھنے کے بعد، وٹون صاحب اسی گوشہ خلوت میں آ بیٹھے۔ کئی روز تک  
 بہت پہلون پر گزر رہی اسکو بعد ہمارا ج کبھی کبھی بازار میں جا کر شہار  
 کو دیکھنے آتے اور بیوی پکاتیں۔ باجی اکثر نیم کی پکا کرتی تھی جو مہاراج  
 کی خاص غذا تھی اور مہاراج کے ساتھ انکی بیوی نے ہی اسیکی عادت  
 کر لی تھی۔ اور خاندان کے ساتھ پیشچر یہ اور ریاضت میں شریک رہتی۔  
 اس طرح قریباً ڈھائی سال گزر گئے۔ ایک دن مہاراج مراقبہ میں تھے کہ  
 یکایک نفس کی آواز شد بالکل بند ہو گئی اور جسم بے حس و حرکت ہو گیا۔  
 یسین یہ تعجب کیا بات تھی کہ ہوش برقرار رہتا۔ آپ نے اس مرض کی شناخت  
 در سبب و ریاست کرنے میں بہت کوشش کی لیکن اسقدر وسیع طبی معلومات  
 اس مرض کے سامنے بالکل بے سود ٹھہری۔ جو وقت تک اس مرض کا دورہ  
 نہ آدھ لینا شوار ہو جاتا۔ آخر مہاراج نے سوچا کہ یہ کوئی مرض نہیں  
 بلکہ قدرتِ لطیف نے ایک آزمائش ہے جس میں مجھے ثابت قدم  
 رہنا ہے۔ کچھ دنوں اور یہ دورہ بند ہو گیا اور چند روز تک اور

یہاں قیام پذیر رہے۔ اور پہر اپنی بیوی کو لیکر پہاڑ سے اترے اور اتنے عرصے یاد خدا کرنے کے بعد دنیا کے دائرے میں قدم رکھا اور امر اوتی آئے۔ گویا رام اور سیتا نے ونواس کے بعد پہر تخت شاہی پر جلوس فرمایا امر اوتی پہنچکر مہاراج کی بیوی بیمار پڑ گئیں۔ مہاراج نے خود نسخہ تجویز کیا اور نہایت غور پر داخت سے ان کا علاج کیا جس سے وہ بہت جلد صحت یاب ہو گئیں۔ چند روز آپ امر اوتی میں رہے لیکن دواخانہ بدستور بند رہا۔

### ناراین مہاراج کی ملاقات

اک بعد آپ امر اوتی سے ناگپور تشریف لیگے۔ یہاں آپ اپنے کسی دوست کے مکان پر ٹھہرے۔ اتفاق سے سدگر و ناراین مہاراج جو کٹر گاؤن علاقہ پونہ میں اب تک حیات میں ناگپور تشریف لائے ہوئے تھے آپ خبر منکر ناراین مہاراج کے درشن کو گئے۔ ناراین مہاراج اس وقت اپنے کسی مرید کے گھر گئے ہوئے تھے اور لوگ آپ کی گدی کے سامنے کرتن اور بجن کر رہے تھے۔ آپ بھی ایک کونے میں بیٹھکر مہاراج کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں ناراین مہاراج تشریف لائے اور منکر لزا جی اور خاکاری کیوجہ سے آپ بجائے اپنی نشست کے عام لوگوں کے ہمراہ زمین پر بیٹھ گئے۔ مہاراج نے پہلے کہی ناراین مہاراج کو نہیں دیکھا تھا اسلئے وہ ان کو مجلس میں داخل ہونے پر بھی پہچان نہ سکے۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص نے اٹھکر ناراین

ہماراج کے گلے میں پہو لون کا مار ڈالا۔ اسوقت یہ سمجھے کہ ناراین ہماراج  
 یہ ہیں۔ چند منٹ تک یہ مارا نہون نے گلے میں رکھا۔ پھر مجلس میں چارون  
 طرف نظر دوڑائی اور ہماراج کو دیکھ کر اپنے پاس بلایا۔ ہماراج اٹھ کر قریب  
 جا بیٹھے۔ ناراین ہماراج نے اپنے گلے کا مار اتار کر انکے گلے میں ڈال دیا اور  
 پہلی جگہ جا بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ آدھے گھنٹے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ ہماراج  
 ہی اپنی قیام گاہ پر آئے لیکن سخت متحیر تھے کہ اتنے آدمیوں میں ناراین ہماراج  
 نے مجھ ہی کو مار کیوں دیا۔ دو روز تک ناراین ہماراج کی خدمت میں حاضر  
 ہوئے۔ تیسرے روز ناراین ہماراج یہاں تشریف لیگے۔ ہماراج نے ناراین  
 ہماراج کی تصویر خریدی اور اپنی پوجا میں اسکو شریک کر لیا

## ہماراج کا مصنوعی سانس لینا

ایک دن ہماراج اچھے خاصے بیٹھے تھے کہ روح کو پہرہ ہی صدمہ پہنچا جو  
 انکر فیور میں ہوا تھا اور سانس بند ہو گیا۔ بلکہ اس سے بدرجہا زیادہ  
 اور مہلک تھا۔ اسوقت یہ اپنے آپ کو مردہ سمجھنے لگے لیکن اپنی زندگی  
 اور اس انوکھی حالت کا بھی احساس تھا۔ اسلئے وہ اپنی زندگی قائم رکھنے  
 کے لئے سانس لینے کی کوشش کرنے لگے۔ چنانچہ مصنوعی سانس لینا  
 شروع کیا۔ مصنوعی طور پر سانس کا لینا گو یا قدرت سے لڑنا تھا۔ اسوجہ

سے انکی جسمانی اور دماغی حالت کا بالکل غائب ہو گیا تھا۔ ان کے لئے اب صرف دو باتیں رہ گئی تھیں۔ یا تو اس مصنوعی دم کشی سے اپنی زندگی کو قائم رکھیں یا مرجائیں۔ لیکن کوئی خفیہ طاقت تھی جو انکو جینے پر مجبور کر رہی تھی ورنہ ایسا شخص جو ابتدا سے اپنی جان کا دشمن اور کوفتا کرنے کے لئے پہرہ رہا ہو یہ تکلیف کیوں برداشت کرتا۔ یہ سانس سکنڈ میں دو بار کے حساب سے جاری تھا اور انکو جاری رکھنے کے لئے آپ کو ہر وقت ہوشیار رہنا پڑتا تھا اور رات دن میں کیونقدر سو نہیں سکتے تھے۔ جس سے آپ کو حد سے زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی۔ اس حالت کو دیکھ کر آپ کی بیوی محنت پریشان ہوئیں اور گھنٹوں پاس بیٹھی رہیں۔ کئی روز کے بعد ان کا دوست جس کے مکان پر یہ ٹھہرے ہوئے تھے ایسی نازک حالت دیکھ کر انکو گاڑی میں ڈال ڈاکٹر جو گلیکر کے پاس لیگیا۔ یہ ڈاکٹر علاوہ ڈاکٹری کے یوگی بھی تھا۔ ہمارے کو دیکھ کر کہا کہ یوگ ابھی سی محنت شاد اٹھانے کے بعد جس حالت کو پہنچتا ہے وہ حالت اس وقت آپ کی ہے۔ اور یہ حالت خوش نصیبوں ہی کو میسر ہوتی ہے۔ آپ کی روح برہانڈ میں جا پہنچی ہے اور ظاہر آپ کو مر جانا چاہئے لیکن آپ کی حالت میں ایک خصوصیت ہے جسکو میں خود ہی نہیں سمجھ سکتا۔ اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے اپنی کوشش سے سانس لیکر اپنے جسم سے تعلق روح سے قائم رکھا ہے۔ اور آپ کی اس انوکھی حالت کی وجہ سے

کی اخیر منزل جو دائمی خوشی پیدا کر نوالی ہے جاننا ثابت ہو رہی ہے۔ اور  
 یہ خصوصیت اس منزل سے خدا جانے اور کس اعلیٰ منزل پر پہنچانے والی ہے۔  
 دس یوگ سو حاصل نہیں ہو سکتی۔ چہاں راج نے رکتی رکتی آواز میں کہا کہ جو کچھ  
 یہی ہو میں اس تکلیف کو اب برداشت نہیں کر سکتا۔ انکو آپ علاج کر سکتے  
 ہیں تو کیجئے۔ ڈاکٹر تو سمجھے ہی ہوا تھا کہ دوا کارگر نہ ہوگی۔ محض ولد ہی اور  
 اطمینان کے لئے کچھ دوا دی۔ دو روز تک آپ نے یہ دوا پی لیکن کچھ فائدہ  
 نہ ہوا۔ گھبرائے آپ یہاں سے دھولے اپنے بہائی بالکرشناراؤ کے پاس  
 جو پونہ سے تبدیل ہو کر چند روز کے لئے یہاں آئے ہوئے تھے چلے آئے  
 بالکرشناراؤ نے اپنے بہائی کا علاج خود شروع کیا۔ مشہور ڈاکٹروں اور  
 ویدوئی رائے لی مگر کسی کو مرض کی تشخیص نہ ہوئی۔ چہاں راج نے مانپتے ہوئے  
 کہا کہ میرا اصلی سانس رک گیا ہے اور میں نے اپنی کوشش سے مصنوعی  
 سانس لینا شروع کیا ہے۔ ڈاکٹروں کو اس بات کا یقین نہ آیا۔ اور کہا کہ  
 قدرتی سانس بند ہونے پر انسان کی طاقت نہیں ہے کہ وہ مصنوعی سانس  
 بیکر زندگی قائم رکھ سکے۔ اب جبکہ ڈاکٹروں اور ویدوں نے علاج سے  
 جواب دیدیا تو سوائے تکلیف برداشت کرنے اور اسی حالت میں بے  
 خواب و خور پڑے رہنے کے اور کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ والدہ بہائی  
 نے اپنی بیوی سخت متروک تھے کہ کیا کچھ کئے جس نے جو بنایا کیا۔ صدقہ

اتنا ارمانت مانی سب کچھ کیا مگر بے سود۔ تھک کر بیٹھ رہے اور شکل آسان  
 ہونے لگی دعا کرنے لگے۔ یہ حالت کئی روز تک جاری رہی۔ آخر ایک دن  
 جہا راج نے محسوس کیا کہ واقعی وہ مر رہے ہیں۔ اشارے سے کیکو پاس  
 بلایا اور آہستہ آہستہ گہر والوں کو کہا کہ تجھیز و تکفین کی تیاری کرو۔ تھوڑی  
 دیر کے بعد انکا جسمانی احساس بالکل مفقود ہو گیا۔ اور انہوں نے خود کو جسم  
 سے بالکل الگ دیکھا جو ایک طرف بلا حرکت پڑا ہوا نظر آیا۔ یہ بھی دیکھا کہ  
 تجھیز و تکفین کی تیاری بھی ہو رہی ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر خود کو ایسی حالت  
 میں پایا کہ جہاں ظاہری اور باطنی دونوں وجودوں کا پتہ نہ تھا۔ اس  
 حالت میں انکے ہوش و حواس بھی گم ہو گئے تھے۔ اس وقت انکے دل کی  
 حرکت بھی بند ہو گئی تھی۔ اور نبض بھی ساقط تھی۔ اور دیکھنے والوں کو  
 بظاہر مردہ نظر آنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ان کے جسم میں حرکت پیدا  
 ہوئی اور ہوش میں آتے ہی مصنوعی دم کنشی شروع کر دی۔ ایسے دورے  
 پے در پے ہونے لگے۔ ہوش میں آتے ہی مصنوعی سانس سے خود کو زندہ  
 رکھنے کی کوشش کرتے۔ جب ہوش و حواس سے بری ہونے اور خود کو  
 مردہ تصور کرتے تو تمام مردوں اور ان کے حالات پس مرگ کو دیکھ سکتے  
 غرض ہر طرف انہیں موت ہی موت نظر آتی۔ اس سے آگے بڑھ کر آپکو  
 سادہ ہی کی حالت کا تجربہ ہوا۔ جب کو وہ بیان نہیں کر سکتے تھے۔ جہا راج

کے عزیزوں میں ایک بخمی تھا اس نے کہا کہ اگر ہمارا ج کی بیوی گولہ  
کے درخت کے گرد خاص تعداد میں چکر لگایا کریں تو ممکن ہے کہ اس مرض  
سے انکو آفاق ہو جائے۔ چنانچہ گولہ کا ایک چھوٹا سا درخت جڑ سمیت اکھڑ  
کر لٹکایا اور گہر کے صحن میں لگایا گیا۔ اور ہمارا ج کی بیوی نے حسب ہدایت  
سکڑ کر دو چکر لگانے شروع کئے۔ روزانہ پانی ڈالکر اسکو ہر ارکھنے کی کوشش  
کی جاتی تھی لیکن چند روز بعد وہ خشک ہو گیا۔ اسپر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ  
ہمارا ج کا جانبر ہونا دشوار ہے۔ لیکن انکی وفادار اور جان نثار بیوی نے  
اپنا کام بند نہ کیا۔ شدہ شدہ گولہ کی ایک شاخ میں کوئیل پھونسی جس کو  
دیکھ کر سب کو حیرت سی ہوئی اور امید ہو گئی کہ اب ہمارا ج ضرور اچھے  
ہو جائینگے۔ لیکن اس طواف کی میعاد ختم ہونے پر بھی مرض میں آفاق  
نظر نہ آیا۔ اور معاملہ خدا کے سپرد ہو گیا۔ آخر اسی تکلیف میں ہمارا ج  
پر غنودگی طاری ہوئی۔ ابھی پلک جھپکی ہی تھی کہ دماغ اور جسم کو ایک قسم  
کا جھٹکا سا محسوس ہوا جس سے ہمارا ج پہر بیدار ہو گئے۔ اور مصنوعی دم کٹی  
شروع ہو گئی۔ ہر طرح کے علاج سے تنگ آکر ہمارا ج نے گہر چھوڑنے اور  
تہوار ہنے کا ارادہ کیا اور گہراون سے اس کا انہار کیا کہ شاید ایسا کر نیکو  
صحت ہو جائے سب نے کہا اچھا ہم سب تمہارے ساتھ چلتے ہیں۔ آپ نے  
فرمایا کہ نہیں ساتھ کوئی نہ ہو یہاں تک کہ اپنی دم ساز و غم گریبی کو بھاری



ہمراہ نہ لیا اور میٹھو ڈکے جھنل میں رہنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ بالکرشنا  
 راؤ نے دو لڑکے ساتھ کئے کہ وہ ان تک پہنچا آئیں۔ وہ وہاں سے چالیس  
 گاؤں آکر ہماراج نے لڑکوں کو واپس کر دیا اور بہائی کے تجویز کردہ راستے  
 کو چھوڑ کر بندریہ ریل آپ منٹاڑ پہنچے۔ بعد میں ان کے بہائی تلاش میں  
 چالیس گاؤں آئے اور تمام ریلوے صدر مقاموں پر تار دئے مگر تہ نہ ملنے پر  
 واپس لوٹ گئے

ہماراج منٹاڑ سے نکل کر احمد نگر آئے اور یہاں سے راہوری پہنچے۔  
 جہاں وہ ایک دن کے لئے کلکرنی ہماراج کے مکان پر فروکش ہوئے یہ  
 صاحب بڑے زبردست یوگ اہیاسی تھے۔ انہوں نے ہماراج کی حالت  
 کو دیکھ کر رائے دی کہ وہ شیر ڈی جا کر سائین بابا کا نیاز حاصل کریں جو کہ  
 وہ کامل بزرگ اور معرفت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے ہیں انکو خدا شناسان  
 کی راہ بتا کر کامل صحت بخشنیگے۔ ہماراج نے پوچھا ان کا مذہب کیا ہے جو  
 پا کر کہ مسلمان ہیں صاف انکار کر دیا کہ میں برہمن ہو کر ایک مسلمان کے لئے  
 ماتہ نہیں جوڑ سکتا۔ اور نہ وہ میرا دکھ دور سکتے ہیں۔ چنانچہ آپ یہاں  
 جھوری گئے اور خاردار گھنے جھنل میں جا بیٹھے۔ پیاس لگتی تو ناگ پہنی کے  
 دو چار پھل کا عرق حلق میں ٹپکا لیتے۔ اگرچہ اس کا بھی حلق میں اثر نہ ہوتا  
 تھا۔ چند روز کے بعد پھر پہلا دورہ شروع ہوا۔ مگر اس مرتبہ آپ کو

مہربان کا صاف صاف مشاہدہ ہونے لگا۔ احساس جسمی مفقود ہو کر خودی  
کا نشان ہی مٹ جاتا۔ اور صرف مہاراج ہی مہاراج براجئے نظر آتے۔ ایک  
معمولی انسان کو جو خواہشات نفسانی کی طرف مائل ہوا اپنی خواہشات کا  
خطا اٹھانے کیلئے اسکو اپنے جسم کو ذریعہ بنانا پڑتا ہے۔ گویا اسکی زندگی او  
نمودی اسکی وجود ظاہری پر مبنی ہیں۔ اور اس وجود کو زندہ رکھنے اور کام  
میں لانے کے لئے اسکو خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر مہاراج کی حالت  
اس سے بالکل برعکس تھی۔ مہاراج اس جسم کے تعلق سے بیزار تھے اور جیسا کہ  
پہلے بیان کیا گیا ہے اسکو براہ کرنے کے لئے انہوں نے جان توڑ کوشش  
کی تھی۔ اور چونکہ انکی زندگی اور خودی انکے وجود ظاہری پر منحصر تھیں لہذا  
ان کا وجود اب انپر یعنی اصلی مہاراج پر منحصر تھا۔ اور اسی لئے غذا نہ ملنے کو  
اور اسکی نگہداشت نہ کرنی سے ہی وہ ضائع نہ ہو سکا۔ اور اس طرح اصلی ذات  
(مہاراج) میں ملکہ اس میں سما گیا تھا۔ اور وجود ظاہری اور خودی مٹ کر  
صرف اصلی وجود باقی رہ گیا تھا۔ اس قسم کا تجربہ مہاراج کو اب گاہ بگاہ ہوتا  
رہتا تھا۔ اور جب وہ اس حالت میں ہوتے تو انہیں دوامی خوشی کی زندگی کے  
سوا اور کچھ نہ محسوس ہوتا۔ اور جب ظاہری وجود کا احساس ہونے لگتا تو وہ  
خود کو نہایت اتر اور قابل رحم حالت میں پاتے۔

مہاراج اس جٹل میں تنہا بے آب و دانہ اور بے خواب چہ ماہ تک رہے

اس سنان اور ہیانک مقام پر ہر قسم کے سانپ بچھو اور دوسرے  
 زہریلے جانوروں دھاڑے ان کے ارد گرد پھرتے لیکن یہ تو جان قربا  
 کرنے پر آمادہ تھے پرواہ ہی نہ کرتے بلکہ حسرت سے انکی طرف دیکھتے  
 تھے کہ یہ پھر رہے ہیں تو قریب آکر کاٹنے کیوں نہیں۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر ایک شخص کہیگا کہ ایسی دیری اور جرات  
 کا اظہار بغیر کسی خاص قوت کے نہیں ہو سکتا۔ اور یہ وہ قوت ہتی جو آئندہ  
 اپنا اہم کام لینے کے لئے انکو تیار کر رہی ہتی اور یہ غیر محسوس طریقے پر اس  
 قوت کے تابع کام کر رہے تھے اور یہی وجہ ہتی جو ہمارا سانپ بھوؤن کے  
 سکن میں اپنا سکن بنائے ہوئے تھے ۵

گھر جائے گھر او گھر گھر رکھے گھر جائے  
 یہ ہی اچھٹھا ہم نے دیکھا مڑا کال کو کہائے

یعنی جو اپنے فانی وجود کی پرواہ نہیں کرتا اسکو سلامت پاتا ہے۔ اور جو اسکی  
 فکر رکھتا ہے اسکو کہوتا ہے۔ سچ ہے کہ جو مر کے جیتا ہے وہ موت پر  
 بھی قابض ہو جاتا ہے۔ ہمارا ج تمام احساسات فانی سے بری تھے اور ہر  
 موت کی خواہش دل میں رہتے تھے اس لئے ان کے دل میں خوف کا  
 نام تک باقی نہ رہا تھا۔

چھ ماہ بعد ایک روز پڑے پڑے آپ کو خیال آیا کہ اگر مجھے

زندہ ہوا رہنا ہے تو کم از کم اس دائمی مصیبت سے نجات ضرور حاصل کرنا  
 ہے۔ چنانچہ اب خود اپنا علاج شروع کیا۔ اور اس پر خار مقام سے  
 ہزار چھوڑی گاؤں میں آئے۔ یہاں ان کی ایک برہمن سے ملاقات ہوئی  
 جس شخص احمد نگر کے بالا صاحب کا چچا تھا۔ اس نے انہیں برہمن دیکھ کر اور یہ  
 دیکھ کر نہایت ہی قابل رحم حالت ہے انکو اپنے گھر ٹھہرایا۔ یہاں انہوں  
 نے اپنا مجوزہ علاج شروع کیا یعنی گرم پانی پینا شروع کیا۔ برہمن کے ہزار  
 برہمنوں کی سی گنجی ہی پانی دیا کرتے۔ ایک ماہ تک اس طریقے پر چلنے سے آپکی  
 بیماری میں نمایاں فرق پیدا ہو گیا۔

## ناراین مہاراج کی دوبارہ ملاقات

اس افاق کے بعد آپ کو ناراین مہاراج کی زیارت کا شوق ہوا۔ اور آپ  
 یہاں سے مورگاؤن گئے جہاں سے سو پا ہوتے ہوئے کٹر گاؤں پہنچنے کا  
 راہ تھا جہاں ناراین مہاراج رہا کرتے ہیں۔ مورگاؤن میں آپ نے  
 دھیوبا کے مندر میں قیام کیا۔ یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا یعنی جو لوگ  
 دھیوبا کے درشن کو مندر میں آتے مہاراج کے ہی قدم چومنے اور نہایت  
 عزت و احترام سے پیش آتے۔ مہاراج نے ہر چند منع فرمایا کہ جہاں میں نہ  
 برز ہوں نہ سد پروش میری کیون تعظیم کرتے ہو! لیکن لوگ باز نہ آئے

اور کہا کہ ہمارا دل آپ کی طرف جھکا جاتا ہے ہم کیا کریں چنانچہ تمام دن  
لوگوں کا تاتا بند ہار با اور آپ کے قدموں میں ریشمی دھوپیاں اور پٹلے اور  
پہل پہول ڈھیر دن جمع ہو گئے۔ بہت سے لوگوں نے اپنے گہرے بھینسی کی آواز  
نظارہ کی لیکن آپ نے انکار کر دیا کہ میں کل جانیوالا ہوں۔ دوسرے دن گاؤں  
والوں نے ایک سیل گاڑی کا انتظام کر دیا جس میں بیٹھ کر آپ سو پاپہنچے اور اس  
گاؤں کے مندر میں اترے۔ گاڑی بان سے کہہ کر کسی برہمن کو بلوایا۔ چنانچہ ایک  
برہمن آیا اور آپ کو دیکھتے ہی قدموں پر گر پڑا آپ نے اس کا سر اٹھایا اور  
فرمایا کہ تھوڑا سا نیم گرم پانی لا دو۔ برہمن پانی لایا اور آپ نے پیا خبر  
ہوتے ہی سارا گاؤں الٹ پڑا اور سب گاؤں کا نقشہ یہاں ہی ہو گیا۔ یہاں  
کے لوگوں نے ہی آپ کو مدعو کیا مگر آپ نے ناراین مہاراج کی خدمت میں  
حاضر ہونے کا عذر پیش کیا مگر لوگوں نے نہ مانا اور بہزار سنت سمجھت  
آپ کو ٹھہرا ہی لیا۔ چنانچہ آپ آپا صاحب دیشپانڈے کے مکان پر ٹھہرے  
یہاں کے قلیل قیام میں دو واقعات قابل تذکرہ پیش آئے جسے عام  
لوگ آپ کے معتقد ہو گئے۔ اور روشن کیلئے لوگوں کا ہجوم لگا رہتا۔

ایک مرتبہ مہاراج اور چند آدمی کسی ولی کی درگاہ پر زیارت کیلئے  
گئے درگاہ میں اور اس کو قریب کوئی حاضر نہ تھا۔ مہاراج نے ساتھیوں کو درپشت  
کیا کہ آیا وہ پہول اور اگر جی وغیرہ ساتھ لائے ہیں یا نہیں؛ لوگوں نے

نئی میں جواب دیا۔ ہماراج نے فرمایا خیر اند جا کر دیکھو طاق میں سب سامان ہو گا۔ چنانچہ لوگ اندر گئے دیکھا تو تمام چیزیں موجود تھیں۔

دوسری مرتبہ یہ لوگ شکر کے مندر میں ہماراج کے ہمراہ گئے۔

مندر میں تہ خانے بنے ہوئے ہیں جس میں ایک زمانہ سے لوگوں کی آمد و

رفتہ بند ہے اور کسی کی ہمت اندر جانے کی نہیں ہوتی۔ ہماراج نے فرمایا

چلو اندر کون چلنا چاہتا ہے سب لوگ اندر ہیرے کے ڈیسے و بے کپڑے

ہے اور اندر اترنے کی ہمت نہ کی اسپر آپ تن تنہا آگے بڑھے کسی نے کہا

ہماراج حکم ہو تو موسم بتی جلا دی جائے آپ نے فرمایا کہ شکر اپنے خادم

کو خود روشنی دکھا دیکھا۔ چنانچہ سب لوگوں نے دیکھا کہ اندر خود بخود روشنی

بہ لئی۔ اور ہماراج اندر جا کے واپس آگئے۔ اور روشنی غائب ہو گئی۔

دو ہفتے کے قیام کے بعد آپ بھٹکل یہاں سے بیٹ کی طرف روانہ

ہوئے یہاں ناراین ہماراج قیام پذیر ہیں۔ گاڑی میں اپنا صاحب بٹلہ

اترے مکان پر ناراین ہماراج ہی اترے تھے اور چند دیگر اصحاب بھی ساتھ

ہوئے۔ بیٹ پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ ناراین ہماراج اپنے کسی مرید کے گھر

پہنچ گئے ہوئے ہیں۔ ناراین ہماراج کے بھگتوں نے آپ کی خاطر تواضع

کی۔ ہماراج نے یہاں اشنان کیا اور تھوڑا سا کھانا کھا کے تنہا کیتھ گھوٹ

ریوے اسٹیشن پر پہنچے اور یہی روانہ ہوئے۔ یہاں اپنے کسی ملاقاتی کے یہاں

اترے۔ یہاں سے ناراین جہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ بہت کمزور  
 آدمیوں کے بیچ میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ اہتی میں یہ بھی جا بیٹھے۔ مجلس  
 برخاست ہونے پر آپ نے اطلاع کی کہ میں تھکے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں  
 ناراین جہاراج نے انکی طرف غور سے دیکھا اور کچھ دیر تامل کے بعد فرمایا کہ  
 کل ٹھیک دوپہر کو بارہ بجے آؤ۔ دوسرے دن وقت مقررہ پر آپ پہنچے  
 ناراین جہاراج کرسی پر رونق افروز تھے اور ایک کرسی پہلو میں خالی رکھی  
 تھی ناراین جہاراج نے انکو بلا کر اس کرسی پر بٹھایا۔ اسوقت بہت سی برہمن عورتیں  
 آپ کو باری باری بار پہنارہی تھیں۔ ناراین جہاراج نے ان میں سے  
 سب کو بصورت اور قسمتی بار ان کے گلے میں ڈالا اور فرمایا کہ اب جاؤ اور  
 شام کو پہر آنا۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے لیکن اس طرز عیادت  
 سے سخت متعجب ہوئے۔ حسب الارشاد شام کو پہر حاضر ہوئے اور رات  
 بزرگ کو اکیلا بیٹھا ہوا پایا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ بہت دیر سے  
 انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے سلام کیا اور قریب بیٹھ گئے۔ ناراین جہاراج  
 نے فرمایا کہ چند روز میں سب ٹھیک ہو جائیگا۔ پہر پانڈان میں سے پان کی  
 ایک گھوری اٹھا کر انکو دی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے پان کا کبھی شوق  
 نہیں کیا۔ ناراین جہاراج نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں اسکو میرے سامنے  
 کھا لو۔ اور اچھی طرح چبا کر کھاؤ۔ جہاراج نے تعمیل حکم کی۔ سچہ ناراین

مہاراج نے فرمایا کہ اب تم باطن میں کامل طور پر رنگ دئے گئے ہو۔ یہ سنکر  
 مہاراج نے عرض کیا کہ قصور معاف ہو میں اس جیلے کا مطلب نہیں سمجھا۔  
 ناراین مہاراج نے فرمایا کہ تمہیں اس کا پتہ آگئے چلکر ہو گا۔ اس وقت  
 صرف اتنا ہی جانتا کافی ہے کہ تم ایسے رنگے گئے ہو کہ اس سے پیشتر کوئی  
 ایسا نہیں رنگا گیا۔ چنانچہ رخصت ہو کر گھر آئے دوسرے دن پر حاضر  
 نسبت ہوئے اور جانیکی اجازت مانگی ناراین مہاراج نے فرمایا کہ ہاں  
 تم جہان چاہو جا سکتے ہو۔ پہر پوچھا کہ اب دوبارہ کب نیاز حاصل کرو  
 آپ نے فرمایا کہ چند روز میں خود تم سے ملو گا۔ اور پہر ہمیشہ تمہارے  
 نزدیک بلکہ ساتھ رہو گا۔ چنانچہ اسیدن مہاراج بمبئی سے رخصت  
 ہو کر احمد نگر اور چند روز بعد راہوری جا کر کلکرنی مہاراج کے یہاں ٹھہرے  
 کلکرنی مہاراج نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے کہنے کے مطابق شیر ڈی  
 مین سائین بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے یا نہیں۔ مہاراج نے کہا نہیں۔  
 یہ سنکر کلکرنی مہاراج نے استدعا کی کہ آپ کو ایسے زبردست اور خدا  
 سیدہ بزرگ کی خدمت میں ضرور جانا چاہئے۔ مہاراج نے کہا اچھا جاؤ گا

سائین بابا رحمۃ اللہ علیہ

آخر کار مہاراج کلکرنی مہاراج کے زور دینے پر شیر ڈی جانے کے لئے تیار



ہو گئے۔ کلکرنی جہاراج نے چٹلی کانٹ لیکر آپ کو روانہ کر دیا۔ جہاراج چٹلی پہنچے۔ لیکن چونکہ چٹلی سے راہٹانک بیل گاڑی میں سفر ہوتا ہے اور انہیں بیل گاڑی ملی نہیں۔ تین دن تک اسٹیشن پر کس سپری کی حالت میں پڑے رہے اور کسی نے بات تک ہی نہ کی۔ تیسرے دن ایک اجنبی ہندو نے اس طرح تین دن سے بہو کا پیاسا پٹر سے رہنے کا سبب دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ مجھے راہٹا جانا ہے۔ راستہ معلوم نہیں جو پیدل جاتا۔ اس ہندو نے کچھ ترسیوہ انکو کہانے کئے لئے دیا اور پہر ایک گاڑی کا انتظام کرا دیا۔ اور جہاراج سائین بابا کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے راہٹا روانہ ہو گئے

## نوٹ نمبر

متعلقہ صفحہ نمبر ۳

جہاراج کی قسمت میں قدرت نے جو کچھ ازل میں کہا تھا اسکی بنا پر جہاراج بچپن ہی سے مصیبتیں جھیلنی شروع کر دیں۔ ان مصائب کا ان پر اسقدر هجوم ہوا کہ آپ کو زندگی تک بال ہو گئی۔ ایام طفلی سے شیر ڈی تک کے حالات عجیب و درانگیز اور حیرت افزا ہیں۔ اسباب دنیا سے کنارہ کشی۔ برسوں کی فاقہ کشی وغیرہ اپنی نظیر آپ ہی میں۔ تنگ آکر مرنا ہی چاہا لیکن موت بھی پاس نہ آئی۔ آخر یہ ہوا کہ دنیا اور اسکی مصیبتوں کو آپ ایک خواب سمجھنے لگے۔ اور آپ پر انکشاف ہونے لگا کہ خدا اور

صرف خدا ہی دائمی خوشی کا سرچشمہ ہے۔ تاہم ان مصیبتوں کی برواشت سے آپ کا  
یہ عقد نہیں تھا کہ درجہ ولایت یا اسرار حقیقت معلوم ہوں مگر قدرت نے آپ کے  
شیشہ دل کو وہ جلا بخشی کہ باید و شاید۔ ابتداء میں آپ دنیا سے بیزار ہو کر  
اپنی جان دینے کے لئے پہاڑ کی چوٹی پر کامل ایک سال بلا خواب خوردن میٹھ لیکن  
پہاں ہی موت نہ آئی اور جسم نے انکاساتہ نہ چھوڑا۔ اگرچہ یہاں خود ہی کا فائدہ ہو گیا  
یوں گو اس ششہا سیو ششہا سسکرت اسلوک ہو گا اور معنی میں کہ جو خود کو  
اپنے وجود سے الگ دیکھتا ہے وہ اپنی اصلی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے۔ صرف و نحو  
کی رو سے سنسکرت زبان میں ایک ہی قسم کی بہت سی چیزوں کے مجموعے کو صیغہ واحد میں بیان  
کر سکتے ہیں۔ لفظ گو ا جسم کے متفرق حصوں کے مجموعے کیلئے آیا ہے جو صیغہ واحد ہے  
اور جمع کی بجائے استعمال ہوا ہے۔ اس شعر کے مطابق خود کو اپنے وجود سے الگ  
دیکھنا حقیقت سے واقف ہونا ہے۔ اس طویل اپاس کی حالت میں جہاں جہاں خود کو  
اکثر اپنے وجود سے الگ دیکھا کرتے تھے۔ کامل ایک سال روزہ رکھنے اور جسم کے  
فائدہ ہونے کے نکتے کو یعنی نرا مار کی حالت مندرجہ ذیل بحث سے سمجھ میں آسکتی ہے  
آتما یعنی روح خواہشات اور حیات سے مبرا ہے۔ وہ نظر سے غائب  
لیکن کل میں موجود اور غیر فانی ہے۔ مگر یہ جب قالب میں قیام پذیر ہو کر خواہشات اور  
حیات کے دائرے میں گہر جاتی ہے تو اسکو جیو آتما یا دل کہا جاتا ہے یہ جیو آتما جسم  
سے وابستہ ہوتا ہے اور اس جسم کے ذریعے لائقہ ادا جسم کو اپنی طرف کھینچتا ہے

یہ حیو آتما ایک ہی ہے لیکن انواع و اقسام کے رنگ اجسام اور دوائے میں حلول کے  
 لاتعداد اشکال میں محدود ہو گیا ہے۔ چونکہ ہر مادی شے میں حیو آتما کا وجود ہے  
 لہذا انسانی قالب میں بھی حیو آتما ہے جو تمام دوسرے اشیاء کے حیو آتما پر بلحاظ  
 صوری و معنوی خوبی و نوعیت ایک قسم کا فوق رکھتا ہے۔ یہ انسانی حیو آتما جسم کی  
 وساطت سے لاتعداد اجسام کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن حیو آتما نرنگار ہے اسلئے  
 ایک جسم میں سایا ہوا نرنگار حیو آتما دوسرے جسم کے نرنگار حیو آتما کو کھینچتا ہے لہذا  
 ان حیو آتماؤں کی باہمی کشش ان کے متعلق اجسام کو بھی ایک دوسرے کی طرف  
 کھینچنے پر مجبور کرتی ہے لیکن انسانی حیو آتما نسبتاً طاقتور ہونے کی وجہ سے دوسرے  
 تمام حیو آتماؤں کو اپنی جانب کھینچتا ہے اور اسی مناسبت سے ان کی طرف کھینچا جاتا ہے  
 ان حیو آتماؤں کی باطنی کشش کا اظہار ان کے مادی اجسام سے ہوتا ہے جو ایک دوسرے  
 کی طرف کھینچتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثلاً آم کا رس حاصل کرنے کیلئے ہمیں انگلیوں سے  
 اس کے خول کو دبانا پڑتا ہے جب رس نکلتا ہے۔ غرض تمام اشیاء انسانی حیو آتما کو  
 اپنی طرف کھینچتی ہیں لیکن اگر (دل) حیو آتما ان کو اپنی طرف نہ کھینچے اور اپنے اس غم  
 پر قائم اور متعل ہے تو وہ رموز حقیقت سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے اگر وہ  
 ان کو اپنی طرف کھینچتا رہے اور اس باہمی کشش سے باز نہ آئے اس وقت تک  
 اس کو دائمی نجات حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا ان قیود سے نجات حاصل کرنے کے لئے دل کو  
 ان وضع کردہ اصول پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے جو اسے ان اشیاء کو اپنی طرف

یعنی ہم معذور رہے۔ اس امر میں مختلف ادیان کے ہادی جو ہموں ہماری ہمت  
 میں چھوڑ گئے ہیں ان میں پاس یا روزہ رکھنا افضل ہے جسکی وجہ سے ہم ان اشیاء  
 اپنی طرف کھینچنے کے قابل نہیں رہتے لیکن افضل ترین ہموں نماز یا دائمی روزہ  
 رہنا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہونے سے دیگر اشیاء بھی دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چھوڑ دیتی  
 ہیں۔ اور اشیاء کو اپنی طرف نہ کھینچنا یعنی ان سے خط نہ اٹھانا ہی نماز یا دائمی روزہ کا  
 اگر دل دوسری اشیاء کو (یعنی ان کے پیو آتھا) اپنی طرف نہ کھینچے یا ان سے خط نہ اٹھائے  
 تو وہ خود اس سے بیزار ہو جاتی ہیں اور پھر اسکو نہ وہ مائل کرتی ہیں نہ انکی طرف  
 مائل ہوتی ہیں اگر دل ان سے بالکل متفرق ہو جائے تو وہ اسکو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی  
 ان لاتعداد اشیاء کے خواص بھی متفرق ہوتے ہیں اور ان سے خط اٹھانا نیکی کے قدر  
 سے وجود انسانی میں متعدد راستے یا دروازے رکھے ہیں اور جب دلوں کو کسی خاص شے  
 کا لحاظ نہ نظر ہوتا ہے تو اس شے کا جیو آتھا ان میں سے ایک مقررہ دروازے سے داخل  
 ہو نیکیو جڑھتا ہے اور دل بھی اس سے لطف اٹھاتا ہے۔ ان اشیاء کے خواص کے  
 لحاظ سے دروازے مخصوص کئے گئے ہیں لہذا ہر شے اپنے خواص کے لحاظ سے مقررہ  
 دروازے سے داخل تک اپنی رسائی کرتی ہے لیکن اسرار حقیقت سے واقف ہونے کیلئے  
 دلوں اپنے اوپر ان راستوں یا دروازوں کو بند کر لینا ضروری ہے۔ ان اشیاء کے جیو  
 آتھا کی کشش کے باوجود اگر دل ایک عرصے تک ان سے خط اٹھانا ترک کر دے تو یہ  
 اشیاء دلوں کو خود بخود اپنی طرف راغب کرنا چھوڑ دیتی ہیں۔

و گشایونی و رقتی نرما رشی و ہی نہا پڑلا پڑا رگس و رجم رسو پستی پزند شد با فوڑستے  
یعنی دل جب کہا ناہینا ترک کر دیتا ہے تو وہ تمام خواہشات سے خالی ہو جاتا ہے  
انسانی وجود میں دل کے خط اٹھانے کیلئے قدرت نے گیرہ دروازے یا راستے متعد  
کئے ہیں اور ان دروازوں میں سے داخلہ بند کر دینے کا نام نرما ر یا دوا لمی روزہ  
نرما ر میں پہلا کام غذا کا ترک کرنا ہے۔ غذا جو منہ کے راستے پیٹ میں پہنچتی ہے تمام  
دروازوں کو زندہ (جاری) رکھنے کا باعث ہوتی ہے یہ خواہش کو پورا کر نیوالی ہے  
اور ایکنہ ملنے سے دل اور ان اشیاء میں جو اسکے ذریعے پہنچتی ہیں باہم کشمکش شروع ہو  
جاتی ہے جسکے سد سے وجود فنا ہو جاتا ہے۔ پیٹ کی آگ یا جہنم آگن کیلئے غذا بطور  
ایندھن کے ہے جب تک ایندھن (یا ظاہری شے) میسر آتا ہے اسوقت تک یہ آگ جسم  
کے دروازوں کو زندہ یا جاری رکھتی ہے۔ اور جب غذا بند کر دی جاتی ہے تو یہ آگ جسم  
کے اندر کی شے یعنی خون کو اپنا ایندھن بناتی ہے اور ان دروازوں کو تھوڑے دن برہا  
ہونے کی بجائی ہے جہنم آگن کی اس الٹی روش سے جسم کو تکلیف پہنچتی ہے۔ روزہ دار اس  
تکلیف کو بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ خون کا ایندھن ختم ہونے پر حکو قریباً ایک ماہ لگتا ہے  
جہنم آگن کیلئے اب کوئی شے نہیں رہتی کہ جسکو کھا کر وہ جسم کے دروازوں کو زندہ رکھے  
اس طرح دروازوں کے سد و دہونے پر وجود کا ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اب یہ ظاہری اور  
باطنی شے (ایندھن) یعنی غذا اور خون جنہر جہنم آگن کا دار و مدار ہے اربع عناصر کے گڑھ  
اور دیگر شیاں بھی ان چار عنصروں کے متفرق مقدار میں باہم ہونے سے وجود میں آتی

ہیں۔ غرض ان چار عنصر وں کا جزو ہستے میں مقررہ مقدار میں پایا جاتا ہے۔ جسکی کمی یا زیادتی نے ان اشیاء کو مختلف رنگ و اشکال خصوصیتیاں بخشی ہیں۔ لیکن یہ چار عنصر غیر کسبالت میں اور غیر معین مقدار میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں بے حس اور غیر متحرک اشیاء مثلا پتھر وغیرہ کی غذا یہی غیر محدود مفرد عناصر ہیں۔ لہذا جب جہتر اگن تو نسکین دینے کے لئے غذا یا خون پیش نہیں آتا تو وہ ان مفرد عناصر کو اپنی غذا بناتا ہے جو پتھر اور گڑے غیر متحرک اور بے حس اشیاء کی غذا ہیں۔ اس غذا کی وجہ سے بدن ہی پتھر کی خاصیت اختیار کرتا ہے۔ اور اس غذا کے لگاتار رشتے رہنے کو زوال پذیر نہیں ہوتا۔ لیکن جہتر اگن ان مفرد اور غیر محدود عناصر کو بطور غذا اسوقت قبول کرتا ہے جب دل وجود کی خواہش سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور یہ اسوقت ظہور میں آتا ہے جب دل کا مدار جسم پر نہ ہو بلکہ جسم کا قیام دہریہ یعنی ہو۔ لیکن دل اگر جسم کی خواہش رکھتا ہو اور اسی پر اسکا انحصار ہو تو وہ ان غیر محدود مفرد (اشیاء) عناصر سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ لہذا جسم کو زوال ہونے لگتا ہے۔ اور اس کا انجام موت ہوتی ہے۔ دلی خواہشات کا بالکل فنا کرنا سد گرو کی امداد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ لہذا اس نتیجے پر پہنچنے کیلئے سد گرو کی سخت ضرورت ہے۔ جب دل وجود کی خواہش سے آزاد ہو جاتا ہے اور خود کو وجود سے الگ دیکھنے لگتا ہے تو وہ خود کو ہر جگہ پاتا ہے اور اسکو وجود کا مطلق وہی مان نہیں رہتا جو ان غیر محدود مفرد عناصر کو بطور غذا استعمال کر کے زندہ رہتا ہے اور دیکھے تابع ہو نیکیو جو سے زوال پذیر نہیں ہوتا۔ مگر یہ سب سد گرو کی غنایت اور کرم پر منحصر ہے۔ بغیر

سد گرویدہ مرحلے نہیں ہو سکتا۔ سد گرو اگرچہ ہر شخص کو اسکی تعلیم کر سکتا ہے لیکن مع دیتے ہیں، بادہ ظرف قح خوار و یکسر، اسکی وہ دولت دیتا ہے جس کا ظرف اس کا تحمل ہو سکتا ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ جب جسم میں تپہ کی طرح غیر محدود مفرد عناصر کی خوراک مستمع ہو نیکی صلاحیت آجاتی ہے تو تپہ کی خاصیت اور طاقت بھی اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں اگرچہ وہ لاغر اور ہڈیوں کا ڈھیر ہی کیونکہ نہ ہو اس سے عجیب اور انسانی طاقت کو باہر کام صادر ہوتی ہیں کہ دنیا دیکر حیران رہ جاتی ہے۔ خواہشات و حسیات کو الگ ہو کر جیو آتما (دل) بالکل نکلتا دنیا سے پاک ہو جاتا ہے اسوقت جیوشیو ہو جاتا ہے یعنی الوہیت کا اعلیٰ مرتبہ پاتا ہے۔ لیکن کہی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس خدائی حالت میں پہنچنے کے بعد بھی خواہشات و حسیات کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ اور دنیوی بکھیر و نین پہنسا پڑتا ہے تاکہ اپنی گزشتہ زندگی یا زندگیوں کو سنسکار کو پورا کر کے بہرہ و بارہ جنم لینے کی تکلیف کو آزادی ملے اور دائمی نجات حاصل ہو اس حالت کو سنسکرت میں جیون مکت اوستھا کہتے ہیں۔

غرض ہر ملت و مذہب کا اس پر اتفاق ہے کہ نرا ہار یا دائمی روزہ اس مقصد کو حاصل کر نیکیلئے بہترین طریقہ ہے۔ نرا ہار یا نراشن کو اُپاس یا اوپوشن ہی کہتے ہیں۔ یہ مرکب لفظ ہیں: "اوپوشن" اوپ اور اوشن سے بنا ہے جسکے معنی ہیں "خدا کے نزدیک بیٹھنا۔" اُپاس، اُپ اور آس سے مرکب ہے، اسکے معنی بھی خدا کے نزدیک ٹھہرنے کے ہیں۔ لہذا خدا کے نزدیک بیٹھنا یا ٹھہرنا نرا ہار یا نراشن کو

انتہا کر نیسے حاصل ہوتا ہے۔ نزاریا تر اور آسے بنا ہو جسکے معنی میں کہا نے پیڑ سے دو  
 اور یہی معنی نراشن کے میں جو تر اور آشن سے بنا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو ہو وجود نہانی  
 میں کیا رہ دروازے میں جن میں دنیوی خواہشات کا گذر دل تک ہوتا ہو۔ اسی مناسبت  
 سو بند و مذہب کے بانیوں نے آپاس کیلئے ہر ماہ کی گیارہویں مقرر کی ہے۔ اس منظم حقیقی و جبرج  
 اس عالم فانی کیلئے ایک نظام قائم کیا ہو اس طرح عالم روحانی کے کاروبار بھی چند مقررہ  
 اصول پر مبنی رکھے ہیں اور انہی اصول کے تحت میں عبادت اور بندگی کیلئے بھی خاص  
 مقرریں جن میں عبادت کر نیسے بہت اور دنوں کے زیادہ فوائد مترتب ہوتے ہیں چنانچہ  
 آپاس کیلئے ہر ماہ کی گیارہویں مقرر ہے جس میں خدا کا قرب سبباً جلد حاصل ہوتا ہے۔

اکادشی دے نیستو گو موس بیکش پتیدی

سزوپ و ز مکتبا و کینھ پد مائینو یات

ہا "گو موس کے معنی گاؤ کا گوشت نہیں ہونے بلکہ گو کے معنی اندریا (وجود کے دروازے)  
 اور موس یعنی گوشت میں چلنے گو موس کے معنی دروازوں کا گوشت ہے یعنی خون۔ اور پائے  
 خون کے بہتر لگن کی پرورش کرنا آپاس ہی میں ممکن ہے۔ مذکورہ بالا اشلوک سے اکادشی کی فضیلت  
 کا ثبوت ملتا ہے۔ شاستر میں بھی اکادشی آپاس کیلئے اور دواوشی آپاس کہو لے کیلئے مقرر ہیں  
 آپاس کہو لے سے پیشتر کم از کم بارہ غیب برہمنوں کو کھانا کھلانا چاہئے۔ غیب آدمی کیلئے صرف ایک  
 برہمن ہی کو کھانا دینا کافی ہے۔ اکادشی کا آپاس روحانی فیض کیلئے مخصوص ہے۔ اور دن آپاس  
 رکھے کر دنیوی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں یعنی اگر دینی فائدے کے خیال سے ہو تو دینی اور



دنہوی فائدہ کے کیلئے ہے تو دنیوی فائدہ پہنچتا ہے لیکن سراسر حقیقت کو واقف ہونے میں مدد نہیں کرتے۔ چنانچہ شاسترونکے مطابق حقیقت سے آگاہ ہونے اور دائمی نجات حاصل کر کے خود ہر شخص کو ۲۴۰۰ مہموں یا ۲۴۰۰ اکادشی کے روزے رکھنا چاہئیں لیکن اس قلیل زندگی میں ایسا کرنا ناممکن ہے اسلئے ہر پاس خدائی و فرمیں لکھا جاتا ہے اور جب مقررہ تعداد کو جتم میں جا کر پوری ہوتی ہے تو اس پر مابین حقیقت واقع ہوتا ہے۔ بیماروں اور حاملہ عورتوں کیلئے پاس میں۔ دودھ، دہی، چھاچھ، گھی، شکر، تازہ یا خشک میوہ، بادام شمش وغیرہ۔ سلگو، دانہ، مونگ پھلی۔ راجگرہ۔ اور سنگھاڑہ کہا نا جائز رکھا گیا ہے ان کے کہانیسے پاس میں خلل نہیں آتا۔

ہمارے نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے انگریزوں کے مندر میں ۲۱ روزے آب و دانہ بہرے پیرناسک کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر ایک سال بے خوابے خود ایک ہی آسن پر بیٹھ کر رہے۔ پھر کشنا ندی کے کنارے مندر میں ڈھائی سال نیم کے پتے کہا کر کاٹے۔ پھر انگریزوں (اجین) کے پہاڑ پر دو برس سادہ خوراک پر بسر کی جس میں دم کشی کے مرض میں ۱۱ ماہ بغیر کہائے پڑے اور سوئے گذارے۔ ۶ ماہ ججوری کے جنگل میں بے آب و دانہ پڑے رہے۔ یہاں سے شیر ڈھکی چکر سائین بابا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قریباً ۴۴ برس رہے جن میں ۲ سال سے زائد آب و دانے کا نام تک زبان پر نہ آنے دیا۔ اس چار سالہ قیام کے بعد آپ سائین بابا کی نظرفیض اثر سے منزل مقصود کو پہنچے۔

# حصہ دوم

## مہاراج شیر ڈی مین

اشادہ سدہ پراتی پدا کا متبرک دن تھا جبکہ شری سد گر واپسی  
 مہاراج قصبہ شیر ڈی مین رونق افروز ہوئے آپ چلی اسٹیشن سے  
 مقام رہلتا تک بذریعہ میل گاڑی اور یہاں سے شیر ڈی تک پیادہ پا  
 چلکر صبح ۹ بجے کے قریب پہنچے۔ اجہنی ہونیکلی وجہ سے آپ کھڑے سوچ  
 رہے تھے کہ شہر کہاں جائے کہ گنو صاحب نامی آپ کے پاس آیا  
 اور دریافت حال کے بعد کا کا صاحب و کشت کے باڑے میں قیام  
 کی رائے دی، چنانچہ مہاراج وہاں تشریف لیگئے۔ سامان رکھ کر آپ  
 دالان میں آکھڑے ہوئے اتنے میں بوٹی صاحب، کا کا صاحب، اور  
 مہادیو راؤ جو سائین بابا کے مقرب خادم تھے آئے۔ مہاراج کا حال  
 دریافت کیا اور یہ معلوم کر کے کہ آپ سائین بابا کی خدمت میں شرف  
 تیار حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مہادیو راؤ نے کہا کہ مناسب ہو گا کہ آپ  
 پہلے سائین بابا کے درشن کر آئیں اوسکے بعد کچھ کام کریں۔ مہاراج نے  
 پایا کہ وہ پہلے اپنی مذہبی پوجا پاٹ سے فارغ ہو لیں تو چلین لیکن اُن

لوگوں کے اصرار سے مہاراج کو پہلے سائیں بابا کے حضور میں ہی جانا پڑا۔ سائیں بابا لیندی سے ”جہان وہ اکثر رفع حاجت کیلئے جایا کرتے تھے“ مسجد کو ”جہان آپ قیام پذیر تھے“ واپس تشریف لیجا رہے تھے مہاراج دین قدسوس ہوئے اور سلام کر کے واپس لوٹ آئے اور اسی روز واپس وطن جانیکا ارادہ کیا۔ چلنے سے پیشتر سائیں بابا کی خدمت میں پہر حاضر ہوئے اور مودبانہ رخصت طلب کی، سائیں بابا نے فرمایا کہ کیا واقعی جانیکا ارادہ ہے، آپ نے فرمایا کہ جی ہاں صرف اجازت حاصل کرنے آیا ہوں حکم ہو جائے تو چلا جاؤں، سائیں بابا نے فرمایا کہ نہیں میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ کا کا صاحب کے بارے میں ٹھیرے رہو، یہ حکم سنکر مہاراج خاموش ہو گئے، اس ”تھکمانہ“ لہجے نے مہاراج کے دل پر جو اثر کیا سائیں بابا اس کو تاڑ گئے اور فرمایا ”اچھا جاؤ مگر آٹھ دن میں واپس آ جانا“ مہاراج نے جواب دیا کہ اگر موقع ملا تو ضرور آؤں گا قطعی وعدہ نہیں کرتا۔ سائیں بابا نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو تم نہ جاؤ اور کا کا صاحب کے بارے میں بیٹھے رہو۔ مہاراج کسی صورت تعمیل حکم کیلئے تیار نہ ہوئے اور چہرے سے اظہار ناراضی ہو رہا تھا آخر شمسائیں بابا نے فرمایا کہ اچھا تم نہیں رہنا چاہتے تو جاؤ ہم دیکھ لیگے۔ چنانچہ مہاراج شیرڈی سے رہاٹا اور ہاٹ سے خلی سٹیشن پہنچے۔ یہاں پہنچکر انکو کچھ ایسے ہیج وریج واقعات پیش آئے

پہلی اور کوپر گاؤں اسٹیشن کے درمیان ہی سات دن بسر ہو گئے اور یہ سہ ماہی بھی آگے نہ بڑھ سکے، آخر آٹھویں دن یہ کوپر گاؤں میں آ پہنچے۔ سات ایک مہا چاری سے ملاقات ہوئی مختلف باتوں کے بعد مہا چاری نے دریافت کیا کہ آپ شیر ڈی بھی گئے ہیں؟ مہاراج نے فرمایا کہ جی ہاں میں شیر ڈی گیا ہوں اور سائین مہاراج کے درشن بھی کئے ہیں اس کے ساتھ ہی تمام واقعات بھی سنائے جس پر مہا چاری نے نہایت عقیدتمندانہ الفاظ میں مہاراج کو سائین بابا کی خدمت میں واپس جانے کی ہدایت کی لیکن مہاراج نے انکار ہی کیا، اتنے میں چند آدمیوں کا گروہ سائین بابا کے درشن کیلئے شیر ڈی جانے والا سندھ میں آ کر اتر ا۔ اور یہ معلوم کر کے کہ مہاراج شیر ڈی آئے ہیں ان لوگوں نے مہاراج سے درخواست کی کہ ”ہم لوگ راستے سے ناواقف اور سائین بابا کے درشن کے مشتاق ہیں غایت ہوگی اگر آپ شیر ڈی تک ہماری رہبری فرمائیں مہاراج تو شیر ڈی کے نام سے پہنچتے تھے۔ صاف انکار کر دیا کہ میں نہیں چل سکتا، لیکن اُن لوگوں نے ایسے جادو بہرے نقطوں میں منت سماجت کی کہ مہاراج کو رہبری کے لئے مجبور ہونا پڑا۔ چنانچہ اُس تشنہ لب قافلے کی رہبری فرماتے ہوئے پہرہی پٹنہ میات پر پہنچے جہاں سے بہا گئے تھے، شام کے وقت مہاراج سائین بابا کے درشن کو گئے سائین بابا

آپ کو دیکھ کر فرمایا کہ شیر ڈی سے کب گئے تہو آپ نے فرمایا کہ آج انہوں  
 دن ہے، سائین بابا نے فرمایا کہ دیکھو اب بھی کہنا مانو اور باڑے میں  
 ٹھیرے رہو، اس وقت مہاراج سمجھے کہ کچھ کوئی معشوق ہر اس پردہ نگار کو  
 آخر بہ خاطر پریشان اُٹھے اور باڑے میں بادل نالان بیٹھ گئے۔ کہاں کا  
 انتظام ہوٹل میں کر کے معمول کر لیا کہ روزانہ سائین بابا کے درشن کر لیا کرتا  
 لیکن شیر ڈی سے جانیکا خیال ہر وقت انکے ساتھ رہتا اور یہ نکلنے کے  
 پہلو سوچتے رہتے، چند دنوں کے بعد مہاراج کو یہ محسوس ہونے لگا کہ  
 کوئی روحانی قوت انکو پاہ زنجیر کئے ہوئے ہے

اب ایک طرف تو سائین بابا کی کشش اور دوسری طرف بچی  
 اور متعلقین کی محبت دونوں نے ملکر مہاراج کو دیوانہ بنا رکھا تھا لیکن سائین  
 بابا ہمیشہ آپ کو تسلی و تسفی دیتے رہے اور فرماتے رہے کہ شیر ڈی نہ چڑھو  
 ایک روز سائین بابا نے مہاراج سے نذرانہ طلب کیا۔ مہاراج  
 نے ایک روپیہ جو گھسا ہوا اور زنگ آلودہ تھا سائین بابا کو دیا۔ سائین بابا  
 نے اُن آدمیوں کی طرف جو پاس بیٹھے ہوئے تھے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھو  
 بہنئی انہوں مجھے اپنا سب سے زیادہ ناقص سکھ عنایت کیا ہے۔ مہاراج  
 اس بات سے بہت شرمائے اور مکان سے ایک چمکدار اور نیارویہ  
 لاکر سائین بابا کے پیش کیا، اسپر سائین بابا نے فرمایا کہ دیکھو اب

انہوں نے مجھے اپنا بہتر سے بہتر سکھ دیا ہے لہذا میں ان کے اچھے اور بُرے سب کو قبول کرتا ہوں اور انکو میں اپنے پاس رکھوں گا۔  
 اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مہاراج جو کچھ کرتے تھے سائیں بابا اوس سے بھی طرح واقف تھے۔

سائیں بابا اور مہاراج کی ان باتوں نے مہاراج کو شیر ڈی میں محسوس بنا دیا جگہ جگہ مہاراج کے متعلق چھ میگوئیوں شروع ہوئیں۔ یہاں تک کہ بعض حاسدوں نے انکو خفیہ پولیس کا آدمی مشہور کر کے آزار دینا شروع کر دیا۔ کسی نے کہا نہیں کوئی بڑا بہاری مجرم ہے جو پولیس کے شکنجے سے بچنے کیلئے بہاگ کر یہاں آ پڑا ہے اور اس خیال کی بنا پر کوہر گاؤں کے تہانے میں رپورٹ کی جہاں سے چند سپاہی تحقیقات کیلئے آئے اور مہاراج سے دریافت کیا کہ وہ اپنے متعلق نسلی بخش معلومات دین لیکن مہاراج نے انہیں باتوں ہی باتوں میں ٹال دیا اور تسکین بخش جواب نہ دیا۔ اس سے پولیس بھی مشکوک ہو گئی اور یہ ابھر کہ مزید تحقیقات آئندہ کیجائی چلی گئی۔ اس ناگوار برتاؤ سے مہاراج کو سخت صدمہ ہوا اور فوراً سائیں بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے تاکہ میں چلا جاؤں۔ سائیں بابا نے فرمایا کہ مان پولیس نے تھوڑا دق کیا ہوگا۔ تم اُن سے بالکل نہ ڈرو اور اگر دوبارہ

یہ سکر ہمارا ج کی طرف سائین بابا نے رخ کیا اور سنبھل کر سید ہے  
 ہو بیٹھے اور جس قدر معتقدین اور مریدین تھے سب کو مخاطب فرما کر  
 نہایت ہی رعب و ارہیب میں فرمایا:-

”سب لوگ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں غور سے سین  
 میں اپنا جانشین ہمارا ج کو بنائیو والا ہوں اور معرفت  
 اعلیٰ کا جو مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے وہ انکو تفویض کروں گا  
 ان کا مقام معرفت پر پہنچنے کا وقت قریب آ رہا  
 ہے۔ انہیں یہاں چار برس اور ٹھہرنا پڑیگا اسکو  
 بعد وہ اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کرینگے جسکی میں بیشک کوئی  
 کر رہا ہوں میری تمام روحانی طاقت کے یہ مالک  
 ہونگے اور اسکو بعد میں اپنا مسکن دائمی ان کے دل میں  
 بناؤں گا۔“

سامعین میں سے ایک شخص بولا کہ ہم نے آج اتنے سال آپ کی خدمت میں  
 گزارے اور آپ یہ دولت جسکے ہم مستثنیٰ تھے ایک اجنبی کو بخشا جاتے  
 ہیں۔ کیا یہ آپ کسی تانے کے پیرے پر لکھ کر حوالے کرئیوائے ہیں۔ سائین بابا  
 نے فرمایا کہ میں اسوقت مسجد میں بیٹھا ہوں کیا یہ مسجد جھوٹ اور دروغ گوئی  
 کو برداشت کر سکیگی میں پہر کہتا ہوں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ بالکل ٹھیک



शाईबाबा शिरडी

حضرت سائین بابا رحمتہ اللہ علیہ (شیرڈی)





وہ درست ہے، مین نہ صرف تانبے کے پترے پر جو چند روز میں زنگ  
نہ ہو جائیو والا ہے بلکہ سونے کے پترے پر لکھ کر دینے والا ہوں جو زمانے  
کے تغیر و تبدل سے محفوظ رہے والا اور آفتاب کی طرح چمکنے والا ہو گا۔

چونکہ سائین بابا کا دلی مشہور جہاراج کو شہر ڈی رکھئے اور اپنے بچے  
جانشین بنانے کا تھا اسلئے اپنے اثرات اور جہاراج اور ان کے آبا و اجداد  
سے روحانی تعلقات اور خود جہاراج کے ایسے ایسے پوشیدہ رازوں کا  
انکشاف جس سے جہاراج اور خدا کے سوا کوئی واقف نہ تھا شروع کیا۔  
اس سحر یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا سائین بابا ہمیشہ سے ان کے ساتھ ہیں اور ہونا  
تو کام کیا سائین بابا کے ایمان سے کیا ان واقعات نے جہاراج کے دل پر  
بسا زبردست اثر کیا کہ جہاراج نے تمام خیالات کو دل سے نکال کر صمم  
نارہ کر لیا کہ کشتی خدا پہ چھوڑ دے لنگر کو توڑ دے۔ اور وقت موعودہ کا انتظار  
کرنے لگے۔

چونکہ وہ قریب قریب اپنا تمام پیسا سائین بابا کو ان کے طلب  
کرنے پر دی چکے تھے اسلئے انہوں نے بہاؤ نامی ہتھیار سے کہہ دیا کہ  
وہ آئندہ صرف عٹنی روٹی کھائینگے اور اس کے پیسے بعد میں کمشت ادا  
کریں گے۔ چند روز اس طرح گزرے۔ ایک روز سائین بابا کے ایک خاص  
معتقد میگھراج نامی نے مندر میں جا کر عرض کی کہ آپ آئندہ دادا کیلنگر کے

مکان پر کہا نا کہا یا کرین۔ مہاراج نے فرمایا کہ دیکھا جائیگا۔ اسی روز جبکہ وہ  
 سائین بابا کی آرتی پوجا میں تھے سائین بابا نے مہاراج سے دریافت فرمایا  
 کہ تم نے کہا نے کا کیا انتظام کیا ہے؟ مہاراج نے جواب دیا کہ آج تک تو  
 میں ہوٹل میں کہا تا رہا ہوں مگر آج ہی میگلہراج نے دادا کیلکر کے مکان  
 پر کہانے کی رائے دی ہے۔ سائین بابا نے پسنگر باواز بند کہا کہ اچھا  
 کھنڈ و با کے مندر میں ٹھہر رہا ہو اور دادا کیلکر کے یہاں کہا نا کہا یا کرو  
 چنانچہ مہاراج حسب حکم مندر میں اپنا وقت مراقبے میں گزارتے رہے  
 چند روز کے بعد مہاراج نے وہاں جا کر کہا نا کہا نا بند کر دیا اور یہ قرار  
 پایا کہ آئندہ سے دادا کیلکر اور بالاسنار خام اشیاء سے جایا کرین۔  
 خام اشیاء کو سائین بابا کا ایک معتقد و کشت نامی پکاتا۔ خود بھی کہاتا اور  
 مہاراج کو بھی کہلاتا۔ اس قرار داد کے پہلے ہی روز مہاراج نے اپنے  
 ہاتھ سے کہا نا پکایا چند روٹیاں اور چاول پکا کر کہا کہ باقی و کشت تم پکایا  
 چونکہ شیر ٹوی میں قدم رکھنے کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے کہا نا پکایا  
 ہے اسلئے یہ کہا نا میں سائین بابا کی نذر کرونگا۔ و کشت کی رضامندی سے  
 یہ کہا نا لیکر سائین بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے سائین بابا نے وضعت  
 فرمایا کہ کیا لائے ہو؟ جواب دیا کہ اپنے ہاتھ کا پکایا ہو کہا نا لایا ہو  
 سائین بابا مسکرائے اور فرمایا کہ کہا نا پکانے کے وقت تو میں

بیٹھا ہوا تھا۔ وہیں کیون نہ دیدیا تمہارا چکر پچ جاتا۔ خیر اب لائے ہو تو  
 عاق میں رکھ دو۔ مہاراج نے کہا نارکھدیا اور سوچنے لگے کہ سائین بابا  
 نے یہ کیا فرمایا وہاں تو نہیں دیکھا پہر خیال آیا کہ ایک کالاکاں ابہ جیتک  
 میں کہانا پکاتا رہا ہوں میرے سامنے بیٹھا تھا ممکن ہے اسی روپ میں  
 سائین بابا ہوں یہ خیال آتے ہی یہ مسند رکھی طرف پکے اور دکشت سے  
 پوچھا کہ وہ کالاکا جو یہاں بیٹھا ہوا تھا کہاں گیا دکشت نے کہا وہ تو آپکے  
 ہی چھپے گیا تھا بعد میں تو میں نے دیکھا نہیں۔ ۷

کیا کہئے کہ ایسا حال ہے مردان خدا کا  
 ظاہر میں کہین اور میں باطن میں کہین اور

دو ماہ تک مہاراج اور دکشت ہاتھ سے کہانا پکا کر کھاتے رہے اس شہار  
 میں مہاراج کو عجیب واقعات کا سامنا ہوا۔ کبھی ایسا ہی ہوا ہے کہ آپ  
 کہانا کھا رہے ہیں اور پترولی یا تہالی میں کہانا بڑھتا جا رہا ہے اور معمولی  
 خوراک سے زیادہ اور بہت زیادہ کھا رہے ہیں اور کہانا کم نہیں ہوتا  
 دکشت ہی بعض وقت مہاراج کو استفادہ زیادہ کہانا کھاتے دیکھ کر حیرت  
 زدہ ہو جاتا۔ اس پر یہ طرہ کہ مہاراج جس قدر زیادہ کہانا کھاتے استفادہ  
 کم رفع حاجت کو جاتے۔ اس غیر معمولی بات پر مہاراج کو خوف معلوم  
 ہونے لگا کہ شاید یہ مردے جلانے کی جگہ کا اثر ہے۔ دو ماہ کے بعد

کا صاحب کے اصرار پر سائین بابا نے دکشت اور مہاراج کو حکم دیا کہ وہ آئندہ کا صاحب کے یہاں کہاں کہاں کرین۔ چنانچہ عرصہ تک اس حکم کی تعمیل ہوتی رہی۔

اب مہاراج نے عہد کیا کہ پیسہ اپنے پاس نہ رکھا جائے چنانچہ جو کچھ نقدی اس وقت مہاراج کے پاس تھی سائین بابا کے حوالے کر دی۔ سائین بابا نے وہ نقدی قبول کی اور فرمایا کہ آج کئی سال کے بعد پرشرام مجھ سے ملا۔ اور یہ کہکر زار زار رونے لگے۔ سائین بابا کا مہاراج کو پرشرام کہنے کا یہ معنی تھا کہ آپ نے مہاراج مین پرشرام اوتار کو دیکھا۔

ایک وقت جبکہ مہاراج مندر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیف العمر شخص جسکی عمر قریباً ۶۰ سال کی ہوگی اندر آیا۔ چہرے سے آثار بزرگی اور شرافت کا معائنہ کر کے مہاراج نے تعظیم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور پاس بٹھا کر دریافت کیا کہ آپ کہاں سے تشریف لائے اور کس تقریب سے یہاں تک قدم رنجہ فرمایا۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں منجم اور قیافہ شناس ہوں۔ عالم طفلی سے اس کا شوق ہے اور یہاں تک کہاں پیدا کیا ہے کہ شاہی گہرانے تک میری رسائی ہو گئی ہے لیکن میں اہل اللہ اور خدا رسیدہ لوگوں کا زیادہ متلاشی رہتا ہوں اور ان کے جسم کے نشانات اور علامات سے ان کے کامل ہونیکا اندازہ لگا سکتا ہوں۔

میں ایسے بہت سے لوگوں کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کے جسم کی علامت  
 دلیہیں مگر مجھے آج تک کوئی ایسا انسان نہ ملا کہ جس کے جسم پر تمام  
 نشانات جو کہ ایک مکمل انسان کے جسم پر ہونے لازمی ہیں پورے  
 پورے موجود ہوں۔ اب چونکہ میں نے سائین بابا کا شہرہ ہر جگہ سنا  
 تھا شوق ہوا کہ جلد نشانات دیکھوں مگر ان کا دبدبہ عظمت اور جلال  
 بزرگانہ دیکھ کر میری ہمت قدم نہیں بڑھاتی کہ اپنے مقصد کا اظہار کرنا  
 شیر ذی میں آپ کی نسبت مجھے خبر ملی ہے کہ سائین بابا نے آپ کے اعلیٰ  
 روحانی مرتبہ پر پہنچنے کا اظہار فرمایا ہے۔ اسلئے میرے دل میں آرزو  
 پیدا ہوئی کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوؤں تاکہ میری دلی امید برآ  
 یہ ہو کہ وہ نہایت عجز کے ساتھ مہاراج سے ملتی ہو کہ اپنے جسم کے معائنہ  
 کر نیکی اجازت دی جائے۔ مہاراج نے بہتیرا چاہا کہ وہ اس خیال سے  
 باز آئے اور کچھ دوسرا ذکر کرے لیکن وہ اپنی دھن کا پکا تھا ایک نہ مانی  
 بار بار اُسی عاجزی سے درخواست کرتا رہا جسکو مہاراج قبول کرنے پر  
 مجبور ہو ہی گئے اور فرمایا کہ اچھا اس بات کا فیصلہ کل کر نیگے تم کل ضرور آنا  
 حسب الارشاد وہ پیر مرد دوسرے دن حاضر ہوا اور مہاراج کو سلام  
 کر کے وہی اپنی عرض پیش کی مہاراج نے اجازت دی کہ دیکھ لو جو کچھ  
 کہنا چاہتے ہو۔ چنانچہ اوس نے جسم کے مختلف مقامات کی نشانیات

دیکھیں اور آخرین عنفومخصوص دیکھ کر عرض کیا کہ میرا کام ختم ہو گیا ہے  
 اگر جناب کو تکلیف ہوتی ہو تو میں مزید معائنہ موقوف کر دوں۔ مہاراج  
 نے فرمایا کہ چونکہ تم نے اپنا کام شروع کر دیا ہے تو اچھی طرح دیکھنا ہے  
 اس پر اس شخص نے خور دین نکالی اور مہاراج کا ہاتھ اور پیروں کی  
 نشانیاں دیکھیں اور دیکھ کر مہاراج کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کی کہ  
 میں آج خود کو ایک پراسرار ہمہ کے حضور دیکھ رہا ہوں۔ میں نے جناب  
 میں وہ تمام نشانیاں دیکھی ہیں جو ایک کل بزرگ میں ہونی چاہئیں  
 اور اسی سے میں آپ کے پیرو مرشد حضرت سائین بابا کی بزرگی اور  
 کمالیت کا بھی اندازہ کر لیا۔ لہذا آج سے میں اس کام سے توبہ کرتا اور پھر  
 آئندہ زندگی یا دانتی میں بسر کر نیکا عمل کرتا ہوں یہ کہہ کر وہ رخصت ہوا  
 اور تمام شہر میں اس واقعہ کا ذکر کرتا ہوا شیر ڈی سے چلا گیا۔

ابھی ایمین سائین بابا نے مہاراج کو پنج دشنی کا مطالعہ کر نیکا حکم دیا  
 اور اسکو سمجھنے کی تاکید کی۔ مہاراج نے مطالعہ شروع کیا لیکن اسکو مطالعہ سمجھنے  
 سے قاصر رہا۔ ایک روز کتاب ہاتھ میں لے مطالعہ کر رہے تھے کہ عالم  
 بچودی طاری ہوا اور مندر سے باہر نکل اس راستہ پر ہوئے جسے  
 سے سائین بابا البیدی سے مسجد کو واپس جایا کرتے۔ اچانک سائین  
 بابا سے ملاقات ہو گئی۔ سائین بابا نے کتاب کو چھوا اور کہا کہ خدا

سنا سی کے متعلق تمام باتیں اس کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ مہاراج نے عرض کیا کہ میں تو اس میں سے ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ سائین بابا نے فرمایا کہ آج سے رفتہ رفتہ سب سمجھنے لگو گے۔

چند روز گزرنے پر مہادیو راؤ نے، مہاراج سے کہا کہ مجھے کاکھٹا نے بمبئی سے تازہ بھیجا ہے جس میں لکھا ہے کہ تمہارا اور دگشت کا کہنا اوسکو مکان سے ہند کر دیا جائے۔ اس خبر سے، مہاراج کے دل کو اس قدر صدمہ ہوا کہ انہوں نے قسم کھالی کہ آئندہ میں اسیکو مکان پر کہنا نہ کہاؤں گا۔ پھر مندر میں داخل ہو کر مہاراج نے اندر سے کندی لگائی اور اسوقت سے خور و نوش کیلئے بند کر دی۔ اور سیطرح شیر ڈھکی کا آنا جانا اور لوگوں سے بات چیت تک بند کر دی۔ دن میں صرف ایک وقت، سائین بابا کے درشن کو جبکہ وہ لینڈی سے واپس ہوتے جایا کرتے اور سہام کر کے مندر میں واپس آتے اور کندی لگا اندر بیٹھ جاتے۔ اسیطرح ایک ہفتہ گزر گیا اور مہاراج کی کسی نے خبر نہ لی۔

شیر ڈھکی میں سائین بابا کے معتقدین میں ایک، اگر وہ تو ایسا تھا جو وقت سے جبکہ سائین بابا نے مہاراج کو اپنا روحانی جانشین بنانے کا اعلان کیا تھا مہاراج کی عزت کرتا اور اُن سے محبت رکھتا تھا اور دوسرا اگر وہ ایسا تھا جو اس اعلانِ عطا سے ناراض ہو کر مہاراج سے لہض و حسد اور عداوت رکھتا تھا



مہاراج کو بہو کے بیاتے ایک ہفتہ گزر چکا تھا کہ سائین بابا نے لوگوں پر خفا  
 ہونا شروع کیا اور کہنا شروع کیا کہ میں کئی روز سے بہو کا مر رہا ہوں کوئی  
 میری خبر نہیں لے سکا۔ نہ کوئی میرے لئے کہانا لاتا ہے نہ میرے پاس کہانے  
 کا کچھ سامان ہے۔ اس اشارے کہ مہاراج کے معتقد گروہ میں سے بہائی  
 نامی ایک آدمی کے 'مواکی' نے نہ سمجھا۔ پورے دو ہفتے گزر چکے تھے کہ یہ  
 خالص دودھ کی کافی تیار کر کے مہاراج کی خدمت میں لیگیا۔ بہائی کو دیکھ کر  
 مہاراج کو تعجب ہوا اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ بہائی نے  
 جواب میں کافی کا یہالہ پیش کیا۔ مہاراج نے فرمایا کہ بہائی تم آئندہ ایسی  
 تکلیف نہ کرنا۔ سائین بابا نے مجھے چار برس یہاں رہنے کا حکم فرمایا ہے  
 جہاں تک مجھے علم ہے اس قیام کی وجہ یہی دو تین ہیں۔ یا تو سائین بابا کو  
 پہلے سے اس بات کا پتہ ہے کہ میری زندگی کا پیمانہ چار برس میں لبریز  
 ہو جائیگا اور اس غرض میں وہ مجھے اس دنیائے فانی کے علاقے سے الگ  
 رکھنا چاہتے ہیں یا میرے ذریعے سے اس چار سالہ میعاد میں کوئی خاص کام انجام  
 دینے کا ارادہ ہے۔ جسکے پورا ہونے پر مجھے پھر دنیوی زندگی بسر کرنے کے لئے  
 آزاد کر دیا جائیگا۔ ورنہ اس میعاد کے پورا ہونے پر سائین بابا خود اس عالم  
 فانی کو چھوڑ کر جہانِ جاودانی کی طرف قدم رکھنے والے ہیں اور اپنی تمام  
 کرامت مجھے عنایت کرنے والے ہیں۔ بہر حال چار برس مجھے یہاں پورے

رہے ہوں تے۔ پس اگر سائین بابائی پیشینگوئی سچی ہے تو میں کسی طرح  
 ہی اپنی زندگی بسر کروں مجھے یقین ہے کہ میں مرونگا نہیں۔ اس لئے  
 میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کہا نا پنا مطلق چھوڑ دینا کیا رنگ لاتا ہے۔  
 کراس بھر بے میں مجھے موت آجائے تو میں ہزار جان سے مرنے کے لئے  
 تیار ہوں کیونکہ اس پر تمام معاملہ ہی طے ہو جائیگا۔ بہائی نے عرض کیا  
 کہ سائین بابا کئی دن سے کہہ رہے ہیں کہ میں ہو کا مر رہا ہوں میری  
 بولی خبر نہیں لیتا۔ اس پر مجھے آپ کی نسبت گمان ہوا اور یہ کافی تیار کر کے  
 لایا ہوں۔ مہاراج نے پینے سے انکار کیا۔ بہائی نے یمن کی ہسی پر جو مسند  
 میں رکھی ہوئی تھی کافی رکھ دی اور چلا آیا۔ دوسرے دن پہر کافی لیکر حاضر ہوا  
 دیکھا کہ کل کی کافی ویسی ہی رکھی ہوئی ہے۔ سخت افسوس کیا اور ایک آؤسٹر  
 بہر کر پیالہ اٹھایا اور دونوں پیالے لیکر شیر ڈی واپس ہوا۔ تمام شہر میں  
 یہ خبر پھیل گئی لب باہر کے لوگ جو شیر ڈی آتے مہاراج کے درشن کو آنے لگے  
 شیر ڈی واؤن نے ہی رخ کیا جن میں بعض تو ایسے تھے جو مہاراج کا امتحان  
 لینا چاہتے تھے اور بعض دل لگی اور تماشہ دیکھنے کی غرض سے اور چند سنا  
 در تکلیف پہنچانے کی خاطر اور چند ایسے ہی تھے جو حقیقت حال دریافت  
 دینے کی غرض سے آنے لگے۔ چونکہ مہاراج ابتدا ہی سے تنہا ہی اور خلوت پسند  
 ہے لوگوں کے عیون سے بہت کھبرائے اور ان کو منت نمونہ سے منع کیا

کہ یہاں نہ آئیں اور مجھے نہ ستائیں

کہنڈ و بابا مندر جس میں جہاراج خلوت گزین ہوئے تھے مرگھٹ کے میدان کے عین وسط اور سنان جگہ پر واقع تھا۔ اس جگہ نہایت خوشامیور اور روح فرسا واقعات پیش آنے سے جہاراج خوفزدہ ہونے لگے۔ رات کے وقت جب یہ سوتے تو انہیں ایسا معلوم ہوتا جیسے انکے بچے کی زیریں کو ہونچال آ رہا اور ابھی پھٹا جاتی ہے۔ یہ زلزلہ بند ہوتا تو نہایت ہیبتناک اور ڈراؤنی آوازیں آنا شروع ہو جاتی تھیں۔ کبھی دروازہ کھٹکھٹاتا کبھی چیخنے چلانے اور کبھی کہہ کھلا کر ہنسنے کی آواز آنے لگتی۔ ایک تو فائدہ کشی دوسرے یہ ہولناک واقعات جہاراج کو وحشت سی ہونے لگی۔ ایک روز حسب معمول جب وہ سائین بابا کے درشن کو گئے تو راستے میں سائین بابا نے جہاراج سے دریافت کیا کہ رات کو تمہارے پاس کوئی چیز ہے یا نہیں۔ اس پر جہاراج نے تمام واقعات سنائے۔ آپ نے فرمایا "اے مالک ہے۔ تم مطلق خوف نہ کہاؤ اور گہر جانے کا خیال دل میں نہ لاؤ۔ میں بذات خود تمہیں اُس گہر جہان تمہیں حقیقتاً جانا ہے پنچاؤنگا۔ میں خود تمہارے لئے ٹکٹ خریدوں گا اور اسپیشل گاڑی میں بٹھا کر براہ راست اخیر اور حقیقی اسٹیشن پر بیجاؤنگا۔ اور اس مسافت کے طے ہونے تک سچ میں تمہیں کسی قسم کی رکاوٹ یا تکلیف پیش نہ آئے گی۔" ان ہمہ افزا الفاظ

کو سکر مہاراج کو کچھ اطمینان ہوا۔ اور مندر واپس آئے اور مذکورہ واقعات  
 کی طرف جو اور کئی شب تک جاری رہے آپ نے کچھ توجہ نہ کی۔ جب مندر میں  
 تھے دروازہ بند رکھتے جب باہر جاتے کہلا چھوڑ جاتے۔ مندر میں نہ خود کبھی  
 جھاڑ دیتے نہ اور کوئی دے سکتا تھا جسکی وجہ سے مندر گرد سے اٹ گیا تھا۔  
 اپنی دونوں میں مسٹر پے جو ناگپور کے رہنے والے اور حکمت اور گورڈو  
 علاج کرتے تھے سائین بابا کے درشن کو شیر ڈی آئے۔ مہاراج کا ذکر سنکر یہ  
 بھی ان کے پاس گئے۔ مہاراج کی ظاہری حالت متواتر پاس کی وجہ سے  
 بہت ہی نازک ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر نے نفیس دیکھی اور کہا آپ کی حالت بہت  
 نازک ہے اگر چند روز اور اسپتال چہر گذرے تو زندگی کی غیر معلوم نہیں ہوتی۔  
 مہاراج نے جواب دیا کہ میری حالت بہت اچھی ہے آپ کے ویدلر نے میرے  
 حق میں دوا کا کام کر دیا اب بالکل ٹوٹا اور تندرست ہوں، اس کے بعد  
 ڈاکٹر پے نے معمول کر لیا کہ روزانہ مہاراج کے درشن کر لیا کرے اور یہاں  
 مذکورہ بالا ڈاکٹر صاحب کا ایک گرو تھا گرو سوامی جی نام۔ ڈاکٹر صاحب  
 نے دس سال تک انکی خدمت کی اسرار اہل اللہ سے اچھی طرح واقف تھے  
 انہوں نے معلوم کر لیا کہ فی الحقیقت سائین بابا انہی کو اپنا جانشین بنانے والے ہیں  
 اور اس خیال کا اظہار سب لوگوں سے کیا۔ انہوں نے چند آدمی مقرر کئے  
 جو مہاراج کے لئے مندر میں کہانیاں لکھتے اور خود بھی درگاہ بانی اور

بہائی کے ہمراہ جو مہاراج کے سچے خیر طلب اور غم گسار تھے اکثر کافی لیکر رات کو مہاراج کے پاس جاتے۔ لیکن مہاراج سب پیالوں کی کافی ایک برتن میں جمع کر کے کتوں کے آگے رکھ دیتے جو اوسکو پی لیتے۔ اس طرح ویسوا کا اور سگون جو سائین بابا کے معتقدین سے تھے مہاراج کے لئے کہا نا لاتے تو یہ نہیں مندر میں داخل نہ ہونے دیتے اور کہتے کہ لایا ہوا کہا نا کتوں کو ڈال دو۔ اور انکو ایسا ہی کرنا پڑتا۔ کتوں کا اس طرح کہلانا گویا معمول ہو گیا تھا۔ ان کتوں میں ایک اندھی کتیا تھی جسکی طرف مہاراج کی خاص توجہ مبذول تھی۔ اگر کوئی پوچھتا کہ مہاراج اس کتیا سے اتنی زیادہ محبت کیوں ہے تو فرماتے کہ یہ کتیا میری ساس ہے اور مجھے خدا شناسی کا سبق سکھاتی ہے۔ ڈاکٹر پلے ہر روز صبح مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے اور مختلف مضامین پر بحث رہا کرتے۔ ایک روز خدا جانے مہاراج کے دل میں کیا آیا کہ مندر کو چھوڑ سید ہے مانگ واڑے میں پہنچے اور ایک وڈاری کے گہر میں جا گئے وہاں ایک عورت آٹا پیس رہی تھی آپ ہی اوسکو ساتھ آٹا پیس گئے۔ لوگوں کو جو خبر ملی تو سینکڑوں کی تعداد میں آن جمع ہوئے اور اس سالک راہ طریقت کا آٹا دیکھتے رہے۔ دوسرے روز ایک عورت درشن کو آئی آپ نے اسے چکی منگوائی۔ اور ہر روز لوگوں سے اناج منگواتے اور اکیلے پیستے اور آٹا جمع کر کے مانگ کو دیدیتے۔ کئی دن تک یہ مشغلہ جاری رہا۔ آخر ش

گو نکو خود ہی خیال ہوا کہ ایسے بزرگ سے ایسا سخت کام لینا اچھا  
 نہیں اناج دینا بند کر دیا۔ اب مہاراج نے دیکھا کہ کام کچھ ہی نہیں ملتا  
 دشمن کرنیوالوں کا ہجوم بڑھ رہا ہے، تو یہ طریقہ اختیار کیا کہ جنگوں میں چلے  
 جانے اور پہرتے رہتے یا کسی جگہ کسانوں کی غلامی کرنے میں مدد کرتے  
 رہتے پر کام کرنیوالے قلیوں کا ہتھیار پہنڑنے اور انکے جانے میں ہاتھ  
 بٹاتے۔ کبھی کسی کہرت میں جا کر جتے ہوئے ہل میں سے ایک تیل کو لے کر  
 نہ دہلی جگہ ہل میں جت بٹاتے اور دوسرے ہل کے ساتھ ساتھ کھینچتے  
 رہتے کبھی کھیتوں میں جا کر کام کرتے۔ عورتیں جو میلے کپڑے پہنتے وہ  
 نہیں مہاراج ان سے لیکر خود دھوپا کرتے اور وہ ہی اس قدر احتیاط  
 اور صفائی کے ساتھ کہ عورتیں دنگ، بجاتیں۔ منہ کے پیچھے کچھ فاصلہ پر  
 پانی کا نالہ بن رہا تھا وہاں جا کر مزدوروں کے ساتھ انکا کام کرتے۔ اس  
 جگہ سے جہاں ہل بنانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ خداوار جھاڑیاں صاف  
 کرنے میں مزدوروں کی مدد کرتے۔ کیفیت یہ کہ سب لوگ دستاں پہن کر کام کرتے  
 اور یہ بغیر دستاؤں کے اور برہنہ پایہ کام کرتے۔ اور اس پہرتی اور محنت کے  
 کرنے کہ تمام مزدور منہ دیکھتے رہ جاتے۔ کبھی ہیلوں۔ مہاروں اور دیگر  
 بیچ قوموں کی بستیوں میں نکل جاتے اور وہاں عورتوں کی ان کے پیٹے پہنچ  
 یا کسی اور کام میں مدد کرتے۔ غرض کہ وہ ہر شخص کا اور ہر قسم کا کام جو مل جاتا تھا

کرتے اور نہایت فحشی کے ساتھ اسکو انجام دیتے، اور کام کرنے وقت کسی سے بات نہ کرتے تھے۔ اور یہ تمام کام اپاس کی حالت میں کرتے تھے جو معمولی زبان مہینوں کہائے پئے بغیر اس تند ہی اور جفاکشی سے ہرگز نہیں کر سکتا۔ یہ صرف مردان خدا ہی کا کام ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارا ج باوجود اسقدر محنت مشقت جفاکشی اور از خود فحشی کے اپنی مذہبی پوجا پاٹ سے کبھی غافل نہیں ہوئے اور بلاناغہ مذہبی احکامات بجالاتے رہے

ایک روز شام کو ہمارا ج مندر کے ایک کونے میں دروازے کی طرف رخ کئے آسن جمائے اپنی پوجا کے منتر در در کر رہے تھے کہ مندر کی دہلیز پر اپنے دادا کو جو انتقال کر چکے تھے اور جو نہایت پرہیزگار خدا ترس اور مذہبی احکامات کی بجا آوری میں ہمیشہ منہمکے رہتے تھے اور آخر عمر میں سنیاں بچے چکے تھے کھڑا ہوا دیکھا، تنظر سے تنظر ملتے ہی اس شخص نے نہایت سربلی آواز میں "احمد نگر" احمد نگر" کہنا شروع کیا۔ ہمارا ج ان الفاظ کو سمجھ نہ سکے لہذا ان کے دادا نے دوبارہ صاف نقطوں میں اس لفظ کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے اسطرح کہا "احم۔ دن۔ گر" ہمارا ج اس پر بھی کچھ نہ سمجھے کہ ان الفاظ کا مطلب کیا ہے۔ ہمارا ج کو اسطرح گوش بر آواز دیکھ کر تیسری بار پھر اس بزرگ نے کہا "اُحْم۔ دُن۔ گر" اس طرح تین ٹکڑے صاف صاف کہنے

ہمارے ذہن میں اس کا مطلب اس قدر سرعت کے ساتھ آگیا جیسے  
 تاریک مقام میں روشنی کی کرن۔ یعنی یہ کہ "احق۔ بدن۔ گز۔ ہنکرت  
 رہن کا ایک جملہ ہے جس کا معنی ہیں "غور اور ہوس زہر کی مانند ہیں جو  
 سینے پاسے والوں کو ہلاک کر دیتے ہیں" وہ بوڑھا آدمی یہ معلوم کر کے کہ  
 اس کے پوتے نے اس جملے کا مطلب سمجھ لیا ہے نظروں سے غائب ہو گیا  
 اس تعلیم سے ہمارا ج کار با سہا غور اور خواہشات بالکل مٹ گئیں۔ اگر  
 بعد لوگوں نے ہمارا ج کو اکثر جملہ احمد نگر ویسی ہی سرسلی آواز میں اکثر کہتے سنا  
 مرنہوں نے ہمارا ج کو دیوانہ سمجھ کر یہ خیال کیا کہ چونکہ سائین بابا ضلع احمد  
 نگر کے رہنے والے ہیں انہوں نے احمد نگر کی پرستش شروع کی ہے۔ ان کو یہ کیا معلوم  
 تھا کہ اس جملے میں خدا رسی کا راستہ پوشیدہ ہے۔ جس طرح سائین بابا ضلع احمد  
 نگر میں رہتے تھے اسی طرح ہمارا ج کو یہی اسی ضلع میں رہنے کا حکم تھا۔

ہمارا ج حسب دستور روزانہ سائین بابا کے درشن کو جایا کرتے۔ اور وہاں  
 سے آکر اپنی مقررہ پوجا پاٹ کیا کرتے۔ ایک روز ہمارا ج سائین بابا کا درشن  
 کر کے پلٹا ہی چاہتے تھے کہ سائین بابا نے اس نیم کے درخت کی طرف اشارہ  
 کرتے کہا جس کے سایہ میں آپ پہلے ہی پہل جیکے شیر ڈی میں تشریف فرما ہوئے  
 تھے بیٹھے تھے، کہ میں اس درخت کے اوپر ایک علم دیکھ رہا ہوں جس کے  
 اوپر دھواں مائل مخلوق جمع ہے۔ اور یہ تمہاری آئندہ تیاریوں کا پتہ دیتی ہیں



اگرچہ تمہارے جسم پر اسوقت پہنٹے بڑے کپڑے ہیں۔

دوسری بار اسی طرح جب ہمارے سائین بابا کا ورنش کر چکے تو سائین بابا نے فرمایا کہ ایک وزمین حیدر آباد کے قصد سے روانہ ہوا۔ راستہ میں میرے پاس زاد راہ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے سخت تکلیف و مصائب کا سامنا ہوا مگر ان تمام تکالیف اور سختیوں کو صبر کے ساتھ برداشت کر کے آخر میں ایک سمندر کے قریب پہنچا جس کے دوسرے کنارہ پر اپنے خیال کے مطابق مجھے حیدر آباد بٹا ہوا نظر آتا تھا۔ اب مجھے اس سمندر کے پار اترنے کی فکر لاحق ہوئی۔ لیکن اس خیال نے کہ میں اس سمندر کے پار کیسے جاسکتا ہوں میرے تفکرات اور تشویشات میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا۔ کیونکہ اس سمندر سے پار اتنا قریب قریب ناممکن سا نظر آتا تھا۔ قریب ہی ایک نیم کا درخت تھا۔ بہوک سے انٹریاں قل ہواٹھ بڑھ رہی تھیں۔ سایہ میں جا بیٹھا اور جھولی سے توشہ نکال کھانے لگا۔ کچھ کھایا کچھ باقی رکھا اور جھولی میں ڈال دیا۔ ان سے چل نکلا۔ لیکن یہ دیکھ کر میں بہت ہی پریشان ہوا کہ جس طرف میں جاتا ہوں یہ درخت بھی میرے پیچھے چلا آتا ہے۔ آخر کار ایک ہندو عورت جو بڑبھاسی تھی اچانک سامنے آئی۔ میں نے اپنی سرگزشت اسکو سنائی اور اس نے سکر کہا کہ تم باقی کچھ جھولی میں رکھو۔ اسکو سکر نکلا وہ اور جو چیز تمہارے پاس ہو اس درخت سے بانڈہ لگا کر

میں نے ایسا ہی کیا اور فی الحقیقت وہ درخت وہیں کھڑا رہ گیا۔ پھر میں  
 سی عورت کی مدد سے اور کچھ اپنی کوشش سے اس سمندر کو عبور کرنے  
 میں کامیاب ہوا۔ مگر وہاں پہنچ کر مجھے سخت ناکامی ہوئی۔ کیونکہ میں جس حیدر  
 کو جانا چاہتا تھا یہ وہ حیدر آباد نہ تھا۔ لیکن راستہ پوچھتے پوچھتے بہ ہزار وقت  
 و شبانی میں اپنی منزل مقصود یعنی سندھ حیدر آباد جا پہنچا۔ وہاں سے میں  
 شیر ڈی آیا اور یہاں اس مسجد کو ویران دیکھ کر اسکو اپنے ہاتھ سے صاف  
 کیا اور اسکو اپنا دائمی مقام بنایا۔ یہ ابھر سائین بابا نے مہاراج کی طرف  
 دیکھا اور فرمایا کہ تمہیں بھی سندھ حیدر آباد جانا پڑیگا۔ اس کے بعد سائین  
 بابا مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور مہاراج مندر کی طرف لوٹے۔ اسی بیچ پر  
 قریباً ایک سال گزر گیا اور مہاراج کے روزانہ محنت و مشقت کے کام جنگلوں  
 میں بہو کے پیالے پہرنا جاری رہا۔ پہٹی ہوئی دھوئی اور برہنا پائی ہمیشہ  
 قایم رہی دھوئی جب بالکل ہی پیٹ گئی تو آپ نے جنگل اور بیابان ہی سا  
 لیا۔ انہی ایام میں ہر مزدجی نامی پونہ کا باشندہ جو پہلے تین مرتبہ سائین  
 بابا کے درشن کر چکا تھا اور قدرتی طور پر مہاراج کا ہی گرویدہ ہو چکا تھا  
 معہ اہل و اطفال شیر ڈی میں چند روزہ قیام کے ارادہ سے آیا۔ یہ تمام  
 دن مہاراج کے پاس بیٹھا رہتا اور ایک لمحہ کے لئے کہیں نہ جاتا۔ زبردستی  
 اٹھاتے تو اٹھتا۔ جب آتا تو چار اور میوہ وغیرہ ساتھ لےتا مگر مہاراج

اسکو قبول نہ فرماتے اور پہکوا دیتے۔ دو مرتبہ ایسا ہوا کہ مہاراج نے اسکو  
 اسطرح جم کر بیٹھنے پر بہت ہی برا پہلا کہا اور گالیاں دین مگر اس نے  
 ان گالیوں کو دغا سمجھ کر ذرا بھی پروا نہ کی آخر مہاراج نے اسکو بچنے کی  
 ایک نئی ترکیب یہ نکالی کہ پہلے تو اسکو کہا کہ بھائی اسطرح سارا سارا دن  
 بیٹھے رہنے سے تمہارے دوسرے کاموں کا حرج ہوتا ہوگا۔ جب اس  
 اشارہ کو بھی اس نے مانا تو مہاراج نے حکماً نہ لہجہ میں فرمایا کہ بس  
 اُٹھ چلا جا۔ مگر اسپر نہی وہ نہ مانا تو مہاراج خود اُٹھے اور مندر سے  
 باہر نکل کھڑے ہوئے اور رہا ٹاکی طرف جو راستہ جاتا تھا اسپر ہوئے۔ یہ  
 پاریسی ہی اُٹھا اور پیچھے ہو لیا۔ قریباً ایک میل تک مہاراج گئے اور پیچھے  
 مڑ مڑ کر دیکھتے رہے پاریسی بھی مہاراج کے قدم بقدم سو قدم کے فاصلہ  
 سے ساتھ رہا مہاراج تیز قدم چلے تو یہ بھی قدم اُٹھا کر چلا مہاراج آہستہ  
 چلے تو یہ بھی دہیمہ بڑ گیا۔ مہاراج نے جب دیکھا کہ کیسی صورت نہیں ٹلتا تو آپ  
 سڑک سے اتارنا ہموار اور خار دار جنگل میں جا گھسے۔ یہاں بھی ہر مزدجی  
 نے ساتھ نہ چھوڑا۔ اب مہاراج کو یک بیک خیال آیا کہ ہر مزدجی مخفی سیلہ  
 پہنے ہوئے ہے۔ وہ چلتے چلتے ہٹ گئے اور ہر مزدجی بھی وہ قدم کے  
 قریب آپہنچا۔ مہاراج نے اس سے سیلہ طلب کئے اور کہا کہ چونکہ راستہ  
 ہر خار اور ناہموار ہے مجھے چلنے میں نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ ہر مزدجی

مہاراج کے خیال میں ایسا محو تھا کہ اس بات کو نہ سمجھ سکا کہ سیلپر کیوں طلب  
 کیے ہیں مہاراج ہمیشہ ننگے پاؤں جنگل میں پہرا کرتے ہیں آج کیوں ایسی  
 تکلیف محسوس کر رہے ہیں۔ چپکے سے سیلپر تار سے اور مہاراج کو دیدئے  
 مہاراج سیلپر ہاتھ میں لیکر قدم اٹھا آگے بڑھے۔ مہاراج کا خیال تھا کہ  
 بغیر سیلپر کے ہر مزدجی سے اس جنگل میں نہ چلا جائیگا لیکن ہر مزدجی برابر ساتھ  
 رہا مہاراج نے یہ دیکھ کر کہ اب بھی یہ جن پہنچا کئے ہوئے ہے ہر مزدجی  
 کے سامنے وہ سیلپر کنوئین میں ڈال دئے۔ اور خود وہاں سے بھول بن کی طرف  
 روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر بیچارے ہر مزدجی نے ہمت مار دی اور اسکی امید  
 ناامیدی سے بدل گئی۔ آخر کنوئین کے پاس آیا اور سیلپر لٹکانے کی ترکیب  
 سوچنے لگا۔ جو لوگ یہ دوڑ دیکھ رہے تھے ہر مزدجی کے پاس آئے اور  
 آپس میں کہنے لگے کہ مہاراج کا پیچھا کر کے حضرت نے اپنے سیلپر ہی کہوئے  
 ایسا پیچھا کر نیسے ہی کہیں مہاراج ملے ہیں۔ مہاراج بھول بن میں داخل ہو  
 ایک درخت پر چڑھ گئے اور ہر مزدجی کا تماشہ دیکھنے لگے۔ اب ہر مزدجی مہاراج  
 کو تو بھول گیا مہندر کی دہن بند ہی لوگوں سے راستہ پوچھا انہوں نے باج  
 کے کنارے کنارے مندر تک پہنچا دیا۔ یہاں پہنچ کر بڑھ کے درخت کے نیچے  
 مہاراج کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ مہاراج یہ خیال کر کے کہ ہر مزدجی سائین  
 بابا کی آرتی کے وقت مندر میں نہیں ٹھہرے گا اسی وقت واپس آئے خبر ملی

کہ ہر مزدجی اپنی اپنی یہاں سے گیا ہے۔ اُسی دن دوپہر کو کہا نا کہا نے کے بعد ہر مزدجی نیا بوٹ پہنے ہوئے ہماراج کی خدمت میں پہر حاضر ہوا۔ ہماراج نے فرمایا کہ اس حرکت سے تم نے یہی تکلیف اُٹھائی اور مجھ بھی تکلیف ہوئی۔ اوسنے کہا کہ ہماراج میرا دلی مشتاق تھا کہ حضور کے ہاتھوں نیچے تکلیف پہنچ کر کیونکہ میں اس تکلیف کو میں راحت اور باعث نجات سمجھتا ہوں ہماراج نے فرمایا کہ اگر ایسا خیال تھا تو اخیر تک پہچا کر نا تھا۔ دو دن کے بعد ہر مزدجی پونہ واپس چلا آیا۔

اب جون جون دن زیادہ گزرتے جاتے تھے ہماراج کی طبیعت میں ایک قسم کی پیمینی اور بیقراری بڑھنے لگی ہمیشہ نڈھال اور سینور میں آگ سی لگی رہتی۔ ایک روز سائین بابا نے فرمایا کہ تم اسقدر پریشان کیوں ہو صبر کرو۔ نہارے آبا و اجداد سے میرا قریبی تعلق ہے اسوجہ سے میرا فرض ہے کہ میں تمکو عالم قدس کی اعلیٰ منزلی پر پہنچاؤں۔ جسکا وقت قریب چلا ہے۔ چند روز کے بعد ہماراج کی حالت میں یک بیک ایک غیر معمولی تبدیلی واقع ہوا۔ جسکے متعلق لوگوں میں دو قسم کے خیالات پیدا ہوئے۔ وہ جو عالم قدس اور اسکی منزروں سے ناواقف تھے انہوں نے سمجھا کہ ہماراج دیوانے ہو گئے ہیں۔ مگر جو لوگ اہل اللہ اور ان کے اسرار سے کچھ بھی لگا رکھتے تھے وہ سمجھ گئے کہ کشتہ تیرنگاہ سائین ہے۔

ڈاکٹر پٹ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ہر روز صبح مہاراج کو  
 دھین کو آیا کرتا اور اکثر کہا کرتا کہ مہاراج میرا پورا یقین ہے کہ سائین بابا نے  
 آپ کو منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ مہاراج کو اس روحانی جنون کے دورے میں  
 شروع شروع عجیب عجیب تجربات اور مکاشفات ہوئے۔

شیر ڈی آنے سے پیشتر مہاراج اپنے مذہبی احکام کی پابندی میں  
 نہایت مضبوط تھے اور شیر ڈی میں ہی کبھی پوجا پاٹ سے غافل نہیں ہوئے  
 یہاں تک کہ نیم جذب کی حالت میں ان کے دل سے اس کا خیال نہ گیا  
 اور روزانہ دو گھنٹے تک جو آپ کا معمول تھا پوجا کے منتر پڑھ کر تہہ  
 دن کے بعد جب وہ منتر پڑھا کرتے تو انکو ایسا معلوم ہونے لگا کہ کوئی  
 دوسرا شخص بھی ان کے ساتھ جپ کر رہا ہے۔ بہتیرا چاہا کہ دریافت کریں  
 یہ آواز کس طرف سے آتی ہو مگر پتہ نہ لگا سیدھے رخ آواز کی طرف کان لگا کر  
 دیکھا تو الٹی طرف سے آواز آنے لگی اور الٹی طرف دیکھنے لگے تو یہ  
 جانب سے آواز شروع ہو گئی۔ جب پڑھنا بند کر دیتے تو آواز بھی بند  
 ہو جاتی۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ پڑھتے وقت صرف جڑے ہل رہے ہیں  
 اور الفاظ ہونٹوں سے نہیں نکلتے بلکہ آواز دماغ کے بچوں پنج سے پیدا  
 ہوتی اور وہیں سے نکلتی ہے۔ ان غیر معمولی اور بعید از قیاس واقعات  
 سے مہاراج کو سخت تشویش پیدا ہوئی۔ ان تمام واقعات کو مہاراج اب بھی

نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں لیکن انکی علت غائی کو صاف طور  
 پر بیان نہیں فرماتے۔ اور اگر بیان بھی کریں تو عوام کی سمجھ میں نہیں آسکتے  
 ان قطع منازل کے بعد مہاراج کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ آدھے دن  
 وہ بالکل ہوش میں رہتے اور کیسکو یہ گمان ہی نہ ہوتا کہ انکو کبھی جذب کی  
 حالت ہوتی ہوگی۔ اور آدھے دن جذب کی حالت میں رہتے۔ کبھی گھنٹوں  
 روتے اور کبھی گھنٹوں ہنستے۔ کبھی فلسفے کے دقیق مسائل پر نہایت مدلل  
 اور عالمانہ بحث فرماتے۔ اور کبھی عرصہ تک عالم سکوت میں رہتے۔ کبھی  
 گھنٹوں غلاظت اور فحش میں بیٹھے رہتے اور ارد گرد سے پاخانہ جمع کر کے  
 نہایت خندہ پیشانی اور کھچی سے اس سے کھیلا کرتے جیسے بچے مٹی سے  
 کھیلتے ہیں۔ جو لوگ اس حالت کے باطنی اسرار سے واقف یا کم از کم کسی درجہ  
 کی مجنونانہ حالت سے زیادہ وقعت دینے والے تھے وہ اکثر مہاراج کی خدمت  
 میں حاضر ہوتے اور انکے سبب فیض کرتے اور قصداً ان کے مشغلہ میں خلل ہو کر  
 ان کے ماتھے سے مار کھاتے اور اسکو مابناپ کی مار سے زیادہ باعث شفقت  
 و نجات سمجھتے۔ لیکن مہاراج کی طبیعت قدر تا کچھ ایسی نرم اور رحمدل واقع  
 ہوئی تھی کہ وہ کبھی کسی کو دکھ نہ پہنچاتے بلکہ اور دن کا دکھ خود اٹھاتے اور اس  
 حتی الامکان تکلیف سے بچاتے۔ ان جب کوئی بہت ہی سناتا اور کہنا  
 مانتا تو آپ کا لیان دیتے۔ ڈراتے دہمکاتے اور بہت مجبور ہو کر مارتے

کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور اسکو کپڑے پہاڑ ڈالتے۔ یہ حالت دن بدن  
ترقی کرتی گئی۔ سائین بابا کی زندگی ہی میں لوگ ان کی زیارت کو آیا کرتے  
اور سالانہ عرس کیا کرتے۔ عرس کے موقعہ بہت سے مسلمان بھی شریک ہوتے  
اور مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتے جن میں نہ صرف شیرڈی اور اسکو  
قرب و جوار کے مسلمان بلکہ بہنی۔ اوندنگ آباد۔ و دیگر مقامات سے بھی شریک  
عرس ہوتے۔ اسی موقعہ پر چار مولوی جو سائین بابا کی زیارت کا شرف حاصل  
کرنے شیرڈی آئے ہوئے تھے اور جو مہاراج کو بھی اکثر بڑ کے درخت کے  
نیچے بیٹھا دیکھا کرتے تھے مہاراج کے پاس مندر میں حاضر ہوئے اور قین چا  
وقت کی نماز ان لوگوں نے حدود مندر ہی میں ادا کی۔ مہاراج نے ان سے  
فرمایا کہ یہ کہندو یا کا مندر ہے تم نماز یہاں کیوں پڑھتے ہو نماز کے لئے مسجد  
موجود ہے وہاں جاؤ اور نماز پڑھو۔ مولوی صاحبان یہ شکر چپ ہو رہے  
اور دست بستہ عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو مندر میں آئیں اور اسکو متعلق آپ سے  
کچھ عرض کریں۔ یا بڑ کے درخت کے نیچے تشریف لے آئیں وہاں اس مسئلہ  
کی تشریح ہو جائے۔ آپ نے فرمایا بہنر ہے کل اسکو متعلق جواب دوں گا۔  
چنانچہ یہ لوگ دوسرے روز حاضر خدمت ہوئے مہاراج بڑ کے نیچے بیٹھے  
تھے ان کے آتے ہی مہاراج نے نماز کا مسئلہ دہرایا۔ ان لوگوں نے  
چند کتابوں کے حوالے سے ثابت کیا کہ نماز مندر میں ہو سکتی ہے۔ اور



کتب تصوف سے یہ بھی ثابت کیا کہ ایک کامل مسلمان بزرگ ایک ہندو برہمن کو اپنا بالکا چیلہ یا مرید بنا کر روحانی فیض اوسکو پہنچا سکتا ہے۔ پہر ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو غور سے دیکھا اور پرکھا اور اسلام کی منشا کے مطابق پایا۔ اگرچہ یہ باتیں ہمارے جہاں پر روشنی تھیں لیکن درحقیقت سائین بابا کو اس طریقے سے اس کا عالم اظہار اور ہمارا کافریدہ طینان مقصود تھا کیونکہ ہمارے ایک بچے برہمن اور سائین بابا ایک سچے مسلمان تھے اور عام نظر میں ان دو کا اتحاد تعجب خیز تھا۔

ہمارے ہمیشہ بول و براز اور کچڑ میں بسر کرتے اور جب وہ مندر میں داخل ہوئے کھنڈوبائی پوجا اور تیل جی بالی موقوف ہو گئی تھی اور مندر کی حدود میں مسلمان آکر نماز ادا کرنے لگے تھے دوسری طرف مسجد کا یہ حال کہ ہندو لوگ سائین بابا کی پوجا اور آرتی کیا کرتے۔ اور روز کا غسل اور پاکی اور صفائی سائین بابا کے حصے میں آتی تھی غرض کہ مسجد مندر بنگلیا تھا اور مندر مسجد مولوی صاحبان اس بات کے مقرر ہوئے کہ ہمارے جہاں میں ہم توحید کا جلوہ بوجہ اتم پاتے اور اس لئے آپ کے قریب نماز پڑھنا بہتر سمجھتے ہیں یا یوں کہئے کہ سائین بابا کی وحدانیت آپ میں سما گئی اور آپ کا سا کارہ سائین بابا میں منتقل ہو گیا۔

ابنی ایام میں چند کرشمہ جو ہمارے جہاں سے ظاہر ہوئے ذیل میں بیان

کئے جاتے ہیں

ایک روز حسب معمول شب کو درگاہ بانی۔ ڈاکٹر پئے۔ بہائی اور سراج اللہ  
 ہماراج کے کوشن کو گئے کسی کہی جبکہ ہماراج کی طبیعت چل پر ہوتی تو آپ  
 حقانیت پر نہایت زبردست تقریر فرماتے چنانچہ اس شب کو اسی مضمون  
 پر آپ نے تقریر شروع ایک تو یہ کہ نفس مضمون ہی ایسا دلکش اور دلچسپ تھا  
 کہ سننے والا اسی میں محو ہو جاتا تھا دوسرے آپکا طرز بیان جس نے سامعین  
 کو متوالا بنا دیا رات کے دو بج گئے کسی کو خبر ہی نہ ہوئی۔ مجلس برخاست ہوئی  
 چار آدمی شیرڈی جلنے کیلئے نکلے دو لائٹن پائس۔ شیرڈی کے رہنے والے اور  
 راستہ سے بخوبی واقف اور مندر سے شیرڈی تک صرف ۳ منٹ کا راستہ  
 بین ہم یہ چاروں شخص آدھے گھنٹے تک اوہراؤ ہر ہنگامے پہرے اور بجائے  
 شیرڈی کے کسی اور طرف جا نکلے۔ بہتری کوشش کی مگر راستہ نہ ملا۔ خوفزدہ  
 ہو کر ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے انکی آواز سکر قریب ہی کوئی آدمی  
 سوچا تھا اسکی آنکھ کھس گئی اور اوس متعجب ہو کر پوچھا کہ شیرڈی کے رہنے  
 والے ہو کر راستہ بھول گئے۔ غصہ اوس نے انکو مندر کا راستہ بتایا یہ لوگ  
 آٹھ گھنٹہ پہر کر پہر مندر میں آئے۔ دیکھا تو ہماراج مندر کے دروازے پر  
 کھڑے ہیں۔ ان لوگوں کو واپس آتے دیکھ کر ہماراج ہنسے اور فرمایا اچھا اب تم  
 جا سکتے ہو۔ راستہ بھی نہ بھولو گے اور سلامتی سے گھر پہنچ جاؤ گے۔

(۲) متذکرہ بالا چار آدمی ہر روز شب کو مہاراج کے لئے کافی لایا کرتے۔ حالانکہ مہاراج پیسے کسی دن بھی نہ تھے اور ہمیشہ کتوں ہی کو چلائی جاتی تھی لیکن ان کا حسن عقیدت انکو روزانہ آنے اور کافی لانے سے بد دل نہ ہونے دیتا تھا۔ ایک روز یہ لوگ کافی لیکر آئے تو مہاراج نے خفا ہو کر کافی کے برتن اور لائینس ٹیلا پنکھہ میں ایک لائینس کوئی ۵۰ قدم کے فاصلے پر گری اور وہ بھی پتھروں پر لیکن لطف یہ ہوا کہ لائینس کی کاغذ میں بالی تک نہ پڑا حالانکہ کاغذ کے گوشے پر جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے تار کی جالی وغیرہ کچھ بھی نہ تھی۔

(۳) ایک روز حسب معمول ۹ بجے رات کو مندرجہ بالا لوگ مہاراج کی خدمت میں پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ مہاراج مراقبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سر پر ہوا میں ایک لمبا سانپ ہیں پہلے نے جھوم رہا ہے اور اسکی دم مہاراج کی پیٹھ پر لگی ہوئی ہے اور اسکی بل پر وہ کھڑا ہوا ہے۔ یہ لوگ دیکھ کر بہت گھبرائے اور دو تین اور آدمیوں کو بلا کر اوسکو مارا۔

(۴) ایک روز شب کو مہاراج مندر میں سو رہے تھے۔ جب صبح ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے محسوس کیا کہ سانپ نے میری ٹانگیں جکڑ رکھی ہیں۔ آپ نے باہرنگی تمام اپنے دھڑ کو اس طرح اٹھایا کہ ٹانگوں کو جنبش مطلق نہ ہوئی اور وائس کے پاس ہی سوتے تھے ہاتھ بڑھا کر کنڈی کہو لدی اور سب کی طرف بیٹھے دیکھتے رہے۔ بالاسنار مندر کے قریب ہی رفع حاجت کو

ہوا تھا دروازہ کھنڈر کی ہر مندیر میں چلا آیا۔ مگر سانپ کو مہاراج کی  
 ٹانگوں میں پٹا ہوا دیکھ کر دور ہی ٹھٹھک کر رہ گیا۔ دیکھا کہ مہاراج چپکے چپکے  
 سانپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور سانپ اپنے جسم کو مہاراج کی ٹانگوں میں  
 بٹے سر کو ان کے پاؤں پر رکھے پڑا ہے۔ ہمت کر کے نزدیک آیا اور کوشش کر کے  
 سانپ کو الگ کیا مگر مہاراج نے اس کو زندہ رہا کر دیا۔

ایک روز صبح کے چار بجے چار پانچ سانپ، کے بچے جن میں سے ہر ایک  
 پتھر فٹ لانا ہوا گا مندیر میں آگئے اور چاروں طرف سے مہاراج کو گھیر لیا  
 اور آپس میں کلیں کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد جب وہ پھیل پھیل کے تھک سے گئے  
 چپکے چلے گئے۔

ایک دفعہ جوار کا راجہ معہ اپنی رانی اور پیشکار اور چند سپاہیوں کے  
 سائین بابا کے درشن کی غرض سے شیر ڈی آیا۔ مہاراج کے مندرجہ بالا درجن  
 منکران کے درشن کا شوق بھی اس کو دل میں پیدا ہوا۔ اپنے پیشکار اور دو  
 سپاہیوں کے ہمراہ چاندی کے تہال میں تازہ اور خشک میوہ اور مٹھائی  
 مہاراج کے لئے بھیجی۔ مہاراج نے اندر سے دریافت کیا تم کون ہو پیشکار نے  
 عرض کی جوار کے راجہ کا پیشکار اور حضور کے نذرانہ لایا ہوں آپ نے یہ منکر پیشکار  
 کو سبکڑ وں سلواتین سنائیں اور چٹھریاں وین اور مٹھائی کا تہال لیکر اس  
 در سے پنیکا کہ مٹھائی بھی گری اور تہال بھی کئی جگہ سے مڑا گیا۔ پیشکار بچا

سہم کر رہ گیا۔ اور بیک بینی و دو گوش شیر ڈی کو واپس ہوا۔ اور اسی شب  
 کو بیمار ہوا اور صبح ہوتے ہوتے مر گیا۔ در حقیقت مہاراج پر اور مستقل  
 کہل گیا اور اسی لئے مہاراج نے اُسکو اپنے پاس نہ آنے دیا۔ پٹیکار کے مرنے  
 کے تیسرے روز راجہ خود حاضر خدمت ہوا۔ سادہ لباس اور صرف ایک نوکر  
 ساتھ مندر سے دور کھڑا ہو گیا۔ مہاراج نے اُسکو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا اُس  
 اوسکر کھڑے ہوتے ہی اُسکو اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ یہ جگہ تمہارے داخل  
 ہونے یا بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ تم صاحبِ حُثمت و حکومت ہو اور یہ جگہ گورنر  
 سے بہری ہوئی۔ راجہ نے دست بستہ عرض کیا کہ مایہ مخشمی صحبت درویشان بہت  
 میری حکومت و ثروت آپ جیسے بزرگ کے آستانے کے مقابلے میں خاک  
 سے برابر ہی وقعت نہیں رکھتی۔ میں درشن کیلئے آیا ہوں تو یہ آستانہ میرے  
 لئے تخت شاہی سے بڑھ کر ہے۔ یہ سنکر مہاراج نے راجہ کو اندر آنکی اجازت  
 دی۔ راجہ اندر گیا اور اُسی گرد آلود فرش پر بیٹھ گیا۔ ملازم دوڑ کر قالین اٹھا  
 لایا راجہ نے واپس کر دیا اور ملازم سے کہا کہ باہر کھڑا رہو۔ مہاراج نے منٹ  
 تک اوس سے باتیں کیں رخصت کے وقت راجہ نے عرض کیا کہ میں یہاں  
 چند روز قیام کرونگا اگر حکم ہو تو روزانہ درشن کر لیا کروں۔ مہاراج نے اُسکو  
 اجازت دی۔ چنانچہ جب تک راجہ وہاں رہا روزانہ اپنی رانی کو لیکر درشن کے  
 لئے حاضر ہوا کرتا۔ اور مہاراج اس صحبت میں حقانیت کے نکات بیان فرما

۱۷۔ سائین بابا کے معتقدین میں تاتیا پٹیل کے تین بیویاں تھیں لیکن اولاد  
 کیسے نہ ہوئی تھی۔ عرصہ کے بعد دوسری عورت سے بچہ ہوا۔ سائین بابا کے دربار  
 پٹیل نے پٹرے تقسیم کئے۔ ۱۲ دن کے بعد جو اس رسم کے لئے خاص دن ہوتا ہے  
 سو پہاگیا وئی تانی ہائی پٹیل کی پہلی بیوی پٹرے لیکر ہماراج کی خدمت میں حاضر ہوئی  
 اور پٹرو نکا تہال آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ ہماراج نے دریافت فرمایا کہ یہ  
 اس تقریب کو پٹرے ہیں۔ عرض کیا کہ یہ اس بچے کی خوشی میں تقسیم کئے گئے ہیں  
 جو میرے خاوند کی دوسری بیوی سے ہوا ہے۔ ہماراج نے تھوڑی دیر ان  
 بیڑوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ پٹرے میرے کام کے نہیں ہیں۔ ہر چند ہمار  
 کیا مگر آپ نے ایک بیڑا بھی نہ لیا بلکہ فرمایا کہ نہ میں لوٹتا اور نہ یہاں لیکو دینے  
 کی اجازت دوں گا بلکہ اپنے قرب و جوار میں بھی لیکو دینا گوارا نہیں کرتا۔ اس  
 عورت نے عرض کیا کہ کہنڈو با کے قدموں میں تو ایک دو پٹرے رکھ دوں آپ  
 نے سبھی ہی اجازت نہ دی۔ مجبوراً وہ عورت پٹرے لئے واپس گئی۔ اس واقعہ  
 کے آٹھ ماہ بعد بچہ مر گیا۔

۱۸۔ ایک روز جذب کیمالت میں ہماراج نے ڈاکٹر پے سے فرمایا کہ میں دیکھ  
 رہا ہوں کہ چند روز بعد دنیا میں سب سے بڑا خونخوار جنگ شروع ہوگا۔ پھر فرمایا کہ دیر  
 بعد عالمگیر جنگ کا آغاز ہوگا جس سے تمام دنیا میں کھلبلی مچ جائیگی۔ اور اسکا  
 دنیا کے ہر حصے پر پڑے گا۔ اور یہ جنگ عرصہ دراز تک جاری رہے گا۔

عظیم برپا ہوگا اور تمام مخلوق مصیبت میں گرفتار ہوگی۔ اس قدر خونریزی ہوگی کہ خون کی ندیاں بہ نکلیں گی۔ مرنے والے اپنے پساند و نکو ماتم کے لئے چورہے اس جنگ کا خاتمہ اس وقت ہوگا جبکہ تمام دنیوی طاقتیں لڑتے لڑتے تھک جائیں گی اور جن اسباب کے زور پر لڑائی جاری ہے ان میں نمایاں کمی واقع ہوگی اور لوگ خدا سے دعا مانگیں گے کہ وہ اس فتنہ عظیم کو پا مال کر دے اور انہیں سے سایہ میں لے لے ڈاکٹر پیلے نے جواب دیا کہ جنگ کے ظاہری آثار تو کوئی دکھائی نہیں دیتے۔ مہاراج نے فرمایا کہ ہوں نہ ہوں میں جو کچھ کہہ رہا ہوں ایسا ضرور ہو کر رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پورے دیڑھ برس کے بعد جنگ شروع ہو گئی اور ایسی کہ تمام دنیا کو اس سے صدمہ پہنچا۔ اس ٹیگونا سے ڈاکٹر پیلے شدید ر رہ گئے۔ اور یہ واقعہ کا صاحب بولی صاحب اور سائین بابا کے دوسرے بہکوتوں کے سامنے سنایا۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ گاہے گاہے کوئی شخص آتا اور کہہ جاتا کہ عنقریب سائین بابا کی جانشینی کا فخر مہاراج کو حاصل ہونی والا ہے۔ ایک دفعہ ایک مسلمان آیا اور مہاراج کے رو برو بیٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارا بابا چلے گئے اور سوامی بن آئے۔ اتنا کہہ کر وہ چلا گیا جس سے لوگوں کو یہ خیال ہو گیا کہ سائین بابا اب اس دنیا سے فانی ہوئے۔ مہاراج ان سے ہنسنے لگے۔

اب ہماراج نے ایک نیارویہ اختیار کیا یعنی تمام دن ایک ٹوکری  
 لئے ہوئے گو بڑج کرتے پہرے اور پہرہ اسکے اپنے تھا پتے۔ ان کے  
 ہاتھ کے بنے ہوئے اپنے دوسرے اپلون سے بالکل مختلف نمونہ کے  
 ہو کرتے اور دوسرے اپلون میں انکی شناخت ہو جاتی تھی وہ ان  
 اپلون کا ڈھیر مندر کے ایک کونے میں لگائے رکھتے اور کسی کو چھونے تک  
 کی اجازت نہ تھی۔ لوگ اکثر کہا کرتے کہ یہ اپلیان ہماراج خواہ مخواہ جمع کر  
 رہے ہیں۔ کہانا تو پکاتے نہیں۔ ہماراج فرماتے کہ یہ اپلیان میں نے اپنے  
 بھلانے کے لئے بنائی ہیں جس کو سنکر لوگ خاموش ہو جاتے۔

ایک دفعہ ہساول کا ایک باشندہ ہماراج کا نیاز حاصل کرنے  
 کے لئے شیر ڈی آیا اور مندر کے کونے میں ان اپلون کا ڈھیر دیکھ کر خیا  
 ل کیا کہ اگر ان میں سے چند اپنے ہماراج مجھے عنایت کریں تو میں ان کو  
 تبرک سمجھ کے اپنے پاس حفاظت سے رکھوں۔ ہماراج نے اس کا دلی  
 مقصد معلوم کر کے اسکو چار اپنے عنایت کئے۔ اور کہا کہ یہ اپنے بہت  
 قیمتی ہیں بہت حفاظت سے رکھنا اور تا وقتیکہ اشد ضرورت نہ ہو  
 ان کا استعمال نہ کیجو۔ کیونکہ ان اپلون میں کسیکو نجات دلانے کی  
 طاقت ہے۔ وہ شخص اپلو لیکر روانہ ہوا۔ گھر پر وہ ہمیشہ ان اپلون کی  
 پرہیز کیا کرتا۔ چند روز کے بعد اسکی ماں سخت بیمار ہوئی۔ مرتے وقت



بیٹے سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ میری لاش مہاراج کے دئے ہوئے پہلو  
میں جلائی جائے غمخیزین ہے کہ اس سے میری نجات ہوگی۔ پہر کہا کہ دیکھو  
یہوں نا نہیں یہ کہہ کر وہ بڑھیا مگنی۔ لڑکے نے حسب وصیت اپنی ماں کی لاش  
اُن اہلون سے جلائی۔ صرف اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جلی ہوئی ہڈیاں بذریعہ  
پوسٹ پارسل مہاراج کی خدمت میں روانہ کر دی اور تمام حقیقت لکھ کر  
یہ بھی لکھا کہ یہ جان کر کہ تمام تیرتھ اور دیو آپ کے قدموں کے پاس ہیں  
میں نے اپنی ماں کی ہڈیاں آپ کی خدمت میں ارسال کی ہیں تاکہ اس  
دامنی نجات حاصل ہو، اس طرح آپ کے دیگر ہندو معتقدین اپنے سب  
ہوے خلیفوں اور رشتہ داروں کی ہڈیاں بجائے بنارس اور دیگر تیرتھ  
بھیجنے کے مہاراج کے پاس بھیج دیتے ہیں اور اسکو باعث نجات جانتے ہیں  
بعد میں مہاراج نے یہ اُپلے اپنے سچے معتقدین میں تقسیم کر دئے۔

مہاراج کا انکسار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ درگابائی جو کہانا لاتی اسکو  
سورون کے آگے ڈوادیتے جھکو کہا کہا کر وہ اس قدر ہل گئے تھے کہ مہاراج اور  
درگابائی کے قریب آ بیٹھے اور کبھی مہاراج خود اُن میں جا بیٹھتے۔

ایک دفعہ جبکہ مہاراج ان سورون کے پنج میں بیٹھے ہوئے  
تھے یکایک معتقد جو دولت مند آدمی تھے اُن کے دشمن کے لئے آیا اور  
مہاراج کو ڈنڈوت کر کے ان کے روبرو ایک بڑی رقم کا نوٹ نذر

کیا۔ مہاراج نے فرمایا کہ تو نے مجھے ڈنڈوت نہیں کی ان سو دن کو کی ہے  
 ہندیا یہ نوٹ بھی اپنی کی تذر کرنا چاہئے یہ کہہ کر وہ نوٹ رتی میں باندھ  
 ایک سو کے گلے میں لٹکادیا جسکو وہ خدا جانے کہاں لیگیا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک مادہ خوک محل سے ہتی وضع محل کے  
 دن قریب تھو مندر کے قریب آکر بیٹ گئی حدود زرہ شروع ہوا۔ شدت تکلیف  
 سے دو دن تک نہ کہا یا نہ پیا چلایا کی۔ تیسرے دن بیہوش ہو کر درخت  
 کے نیچے گر پڑی۔ مہاراج اور دو تین شخص دیکھ رہے تھے کہ اوسکو جسم سے  
 بچہ آدھا باہر نکلا ہے اور آدھا اندر ہے وہ پتیری کوشش کر رہی ہے مگر  
 آدھا بچہ باہر نہیں آتا۔ مہاراج اُٹھے اور اپنے ہاتھ سے بچہ باہر نکالا  
 اور اس طرح اوسکو تمام بچے دانی کی طرح جنوائے جب وہ خارج ہوئی تو  
 اوسکو ہٹلایا اور اس جگہ کو جو خون وغیرہ سے خراب ہو گئی اپنی اپنے  
 ہاتھ سے صاف کر کے دھویا۔

مندرمین اور مندر کی دہلیز میں مہاراج کو رات دن چلم کے دھون  
 کی بو معلوم ہوا کرتی اور ان کے دل میں ہمیشہ یہ گمان رہتا کہ سائین بابا  
 پیچھے ہوئے چلم پی ہے میں۔

سائین بابا کبھی کبھی اپنے معتقدین کو مہاراج کے پاس کسی نہ کسی  
 بہانے بھیجتے اور ان کے ہاتھوں ان لوگوں کو پٹواتے تاکہ مہاراج سرائکو

دعائیں ملین۔ یہاں یہ بتلانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس طریقے سے سائین بابا کی خفیہ طاقتوں کا بھی اظہار ہوا کرتا تھا۔ ذیل میں سائین بابا کے چند خاص معتقدین کی مہاراج کے ہاتھوں مار کھانے کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

ایک دفعہ کا کا صاحب درخت پونہ کو ایک نو وارد جہان کو لئے ہوئے مہاراج کے پاس پہنچا۔ اس وقت مہاراج کے پاس چکی رکھی ہوئی رہتی ہوئی دیکھ کر سینس پڑے۔ مہاراج نے کا کا صاحب سے دریافت کیا کہ وہ بھی کہی آٹا پیسے ہیں۔ کا کا صاحب نے کچھ مذاقیہ پہلو سے جواب دیا مہاراج نے اس جواب پر کا کا صاحب اور ان کے جہان کو خوب مارا۔

اسی طرح ایک اور وقت نانا صاحب چاند و لکر کے داماد کو جو سائین بابا کے ممتاز معتقدین میں سے تھا اور بوٹی صاحب کے داماد کو بھی یعنی گنیت راؤ نے کے جو پونہ میں پروفیسر تھا۔ خوب پٹیا۔ مذکورہ بالا تمام صحابہ و نیز بوٹی صاحب کے لڑکے مہاراج کے بہت معتقد اور اپنا ہر ایک کام ان کی صلاح سے کیا کرتے ہیں۔

سکھارام جوگ عرف بابو صاحب جو ابھی تک حیات ہیں اور سائین بابا کے سچے معتقدین سے ہیں اور سائین بابا کی حیات میں آرتی پوجا وغیرہ کر نیکا شرف انکو حاصل تھا۔ ہاشیورا تری کے دوسرے

روز جو پازنا یعنی اپاس کہولنے کا دن ہوتا ہے۔ باپو صاحب نے مہاراج  
 کے لئے جو سال برے بغیر کہائے ہے زندگی بسر کر رہے تھے کہانا بچانے  
 کا ارادہ کیا اور سائین بابا سے اجازت مانگی۔ سائین بابا نے کچھ دیر  
 سوچ کر فرمایا کہ تم خود وہاں کہانا لجاؤ گے یا مہاراج تمہارے گھر کہانے  
 آئینگے۔ باپو صاحب نے کہا میں خود مندر میں لچاؤنگا۔ سائین بابا نے فرمایا  
 اللہ مالک ہے (یہ آپ کا ٹیکہ کلام تھا) چنانچہ باپو صاحب ایک تہائی مین  
 برہمن طریق پر پکایا ہوا کہانا لیکر گئے۔ مہاراج نے اندر سے دروازہ بند  
 کر رکھا تھا۔ دتک دینے پر مہاراج نے دریافت کیا کون ہے! جواب  
 دیا۔ باپو صاحب آپ کے لئے نیوت کا کہانا لایا ہے۔ مہاراج نے جواب  
 دیا ہمیں کہانے لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ باپو صاحب  
 نے بگڑ کر کہا جب تک تم نہ کہاؤ گے میں ہرگز نہ جاؤنگا۔ یہ کہانا مین سائین بابا  
 کی اجازت سے لایا ہوں۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ بھیا بابا بھی آنکلی اور  
 اوس نے بھی عرض کیا کہ مہاراج ۱۲ مہینے گزر گئے کہ آپ نے دانہ تک سنہ  
 مین نہیں ڈالا کہانا آیا ہے تو کہا لیجئے۔ یہ سن کر مہاراج مندر سے باہر آئے  
 اور عورت کے ایک تھپڑ رسید کیا۔ بچاری ڈر کر بہاگ گئی۔ پھر باپو صاحب  
 کا لیا دین یہ بھی دور جا کھڑے ہوئے اور وہیں سے سخت سست کہنے  
 لگے۔ اس پر مہاراج نے اس زور سے ایک تھپڑ رسید کیا کہ شانہ زخمی ہو گیا

جہلا کر بھٹے خیر دار جواب مجھے مارا ورنہ بُری طرح پیش آؤنگا۔ مہاراج نے  
 فرمایا میں جو سزا دینی چاہتا تھا وہ بچا اب نہیں مارنیکا۔ اتنے میں دو آدمی وہاں  
 آئے۔ ان دو آدمیوں کی مدد سے باپو صاحب مہاراج کو پکڑ کر اپنے گھر لے  
 گئے اور رسی سے باندھ دیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد رسی کھول دی اور  
 پابہ دستِ دگرے دستِ بدستِ دگرے۔ کٹان کٹان سائین بابا کے  
 حضور انکو لگئے۔ باپو صاحب نے اپنی فریاد دائر کی۔ آپ نے فریاد سنی اور  
 مہاراج کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گئے۔ پھر فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر خاموش  
 کیوں نہیں بیٹھتے۔ اتنا شکر مہاراج اُٹھے اور سید ہے مندر میں آکر بیٹھ  
 گئے۔ اسی دن دوپہر کو باپو صاحب اپنے دوستوں کے ہمراہ پہر آئے اور مہاراج  
 سے کہا کہ ٹھہرو تو ہسی میں ابھی پولیس میں جاتا ہوں اور تمہاری بد معاشی  
 اور دوسروں کی مار پیٹ کا حال سارا کہہ سنا تا ہوں۔ مہاراج نے زبان تک  
 نہ ہلائی اور خاموش بیٹھ سنا کئے۔ شام کو ماہوہوراؤ نے سائین بابا کو  
 مہاراج کی مار پیٹ کی شکایت کی اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو مہاراج  
 کو پولیس کے حوالے کر دوں۔ سائین بابا نے فرمایا کہ مہاراج کا تعلق اور  
 نسبت ایسے بزرگ سے ہے کہ میں انکے متعلق نہ کچھ بول سکتا ہوں اور  
 نہ کچھ کر سکتا ہوں۔

(۴) ایک ہندوستانی عیسائی جو سوامی کے نام سے مشہور تھا کا کا صاحب

کی دوستی کے ذریعے سائین بابا کی خدمت میں ہمیشہ حاضر ہوا کرتا۔ اور تبلیغ عیسائیت چھوڑ کر ظاہر سائین بابا کا معتقد بنا ہوا تھا۔ ایک دن بی بی سے ویسی پرسائین بابا سے بے ادبانہ اور رندانہ انداز سے جیسا کہ بازار لوگوں کا طریق گفتگو ہوتا ہے مزاج پر سی کرنے لگا۔ سائین بابا نے جو بے مین کہا کہ مجھے اس وقت دو سو روپے کی سخت ضرورت ہے تم فوراً ہمارے پاس جاؤ اور ان سے دو سو روپے میرے نام سے مانگ لاف چنانچہ سوامی جی ہمارے پاس پہنچے اور کہا کہ سائین بابا نے آپ سے ۲۰۰ روپے مانگے ہیں اور فرمایا ہے کہ بہت ہی اشد ضرورت ہے فوراً دے دو۔ شام کے چھ بجے کا وقت تھا ہمارے مندر کے سامنے بڑے درخت کے نیچے بیٹھے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ہمارے مندر کے سامنے کی طرف دیکھا اور جھپٹ کر اوسکو پٹینا شروع کر دیا جب مار کھاتے کہاتے اور ہوا سا ہو گیا تو فرمایا کہ کیا اور زیادہ روپوں کی ضرورت ہے؟ وہ بچارہ جو اس باختم دم و باکر ہاگا اور سائین بابا کے قدموں میں گر گیا اور اپنے گستاخانہ انداز کو چھوڑ کر سچی عقیدت اور تعظیم کیساتھ سائین بابا کے پاس آتا رہا۔ درحقیقت یہ سائین بابا کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔

۵، ایک دفعہ ایک ایکٹر پولیس سے چند مسلمان سپاہیوں اور جمعہ پولیس ہمارے مندر کے درشن کو آیا۔ ابھی مندر کی دہلیز ہی پر قدم رکھا تھا

کہ مہاراج نے گالیان وینا شروع کیں اور اس قدر بوجھاڑی کہ بچا رہ  
 پیچھے بٹ گیا۔ مہاراج اُٹھ کر آئے اور اوسکو ماتحتوں کے رو برو ایسی  
 ایسی سنائیں کہ غیب شرم کے مارے سر نہ اُٹھا سکا۔ پہر آپ نے آہنگی  
 سے کہنا شروع کیا کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ برہمن ہوتے ہوئے ہی  
 تمکو اتنا خیال نہیں کہ جوتہ پہنے ہوئے مندر میں نہیں جانا چاہئے۔ اور یہ  
 مذہبی معاملات پر نہایت نرمی اور سہولیت سے تقریر کی اور مذہب  
 کی ضرورت اور اوسکی حقیقت اوسکو سمجھائی۔ جسکو سنکر آپکے قائل ہو گیا  
 اور مہاراج کے قدموں میں گر گیا۔

ایک دفعہ سائین بابا نے ہر قسم کے جلاب منگوائے اور ان کو  
 ایک بڑے برتن میں ڈالکر یک جا کر دیا۔ اور جو لوگ ان کے پاس  
 بیٹھے ہوئے تھے سب کو ایک ایک پیالہ پلایا اور آخر میں خود بھی ایک  
 پیالہ پی لیا۔ اب تماشہ دیکھئے کہ پینے والوں کو تو اس کا اثر ہوا نہیں  
 مہاراج کو دوسرے دن سے جلاب شروع ہو گئے۔ حالانکہ برس سے  
 زیادہ ہو چکا تھا کہ آپ کے پیٹ میں سوائے انٹریلون کے اور کچھ باقی نہ  
 تھا۔ چنانچہ ہر چہ سات دن کے بعد ایک دن آپ کو دست آیا کرتے  
 اور یہ سلسلہ بہت دن تک جاری رہا۔

سائین بابا کے حضور میں جو باتیں ہوئیں ڈاکٹر چلے کی زبانی یہاں

مک پہنچ جائیں۔ چنانچہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ سائین بابا نے لوگوں کو جلاب پلایا اور خود بھی پیا۔ درحقیقت سائین بابا کا طریق عمل مہاراج کی تعلیم کے لئے تھا کہ دوسروں کی تکلیفوں مصیبتوں اور گناہوں کا خمیازہ بھی خود اٹھانا چاہئے اور انکی آزادی کیلئے خود کو مقید بھی کرنا چاہئے۔

مہاراج منشیات سے اتنے ہی دور تھے جتنی آسمان سے زمین۔ سپر بھی انکو بعض اوقات اس قدر نشے اور خمار میں دیکھا گیا ہے کہ جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔ لوگوں کے خیال سے مہاراج نے ڈاکٹر پٹے کو سکی بہ بتائی کہ جس طرح جلاب کی دوا دوسروں نے کھائی اور جلاب ہوئے مجھے سی طرح آجکل مخلوق خدا بے انتہا شراب اور دیگر منشیات کا ہتھما کر رہی ہے جس کا اثر انپر ہونیکی بجائے میری طرف منتقل ہو رہا ہے اور چون چون لوگوں میں نشہ کا زیادہ استعمال ہوگا یہاں خمار زیادہ ہوتا جائیگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ گذشتہ چار پانچ سال میں لوگوں نے شراب اور منشیات کا بہت ہی زیادہ استعمال کیا۔ اور کلا لون نے عام طور پر ان لوگوں کی ناعاقبت اندیشی سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ بڑی بڑی حویلیوں اور باغات کے مالک بن گئے۔ ان ایام میں مہاراج درزات محمور اور بدست رہا کرتے تھے۔ آخر میں مہاراج نے یہ مترل طے کی اور مہاراج کا نشہ اتر گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ شراب کے خلاف صدا



بلند ہوئی اور چاروں طرف دھڑلے سے پکٹنگ شروع ہوئی۔ اور یہ اس وقت تک جاری رہی جب تک کلال اور شرابی اپنی اپنی مہلی لٹا پر نہ آجائیں یعنی کلالونکی امیری اور دولتمندی اور شرابخورونکی غریبی اور مغفلیں تہہ رتہ رتہ تغیر واقع نہ ہوئے۔ اس کے بعد یہ پکٹنگ خود بخود بند ہو جائیگی۔

یہاں یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک سد گرد یعنی پتھر کو اپنے حلقے کے تمام لوگوں کے ہر ناقص فعل کا ذمہ دار بننا اور اس کا نفسیہ بہکنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے حلقے والوں کو سنسکار سے نجات داتا ہے۔ اور عالم قدس کی اس منزل تک لیجاتا ہے جہاں وہ خود ہے۔ حلقے کے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق پیر مغان سے روز ازل سے چلا آتا ہے۔ اور جو ہر تکلیف اور آرام کی حالت میں اس کو شریک جان نثار رہتے ہیں اگھان کو اس تعلق کا احساس کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن ایک قدرتی طاقت ہوتی ہے جو ان کو اپنے پیر مغان کی طرف بلا ارادہ کھینچنے لگتی ہے اور انسان اپنے ارادہ کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ دراصل یہی خوش قسمت ہستی ہیں جو اپنے پیر مغان کے ساتھ ساتھ اس عنایت کی مستحق ہوتے ہیں جو پیر مغان کو حاصل ہے۔ پورے طور پر سمجھانے کے لئے ہم دو مثالیں دیتے ہیں جس سے اچھی طرح بات ذہن نشین ہو جائیگی۔

۱۱: فرض کرو کہ کاغذ کے ایک بڑے ٹکڑے سے چھوٹے چھوٹے  
 بہت سے ٹکڑے چسپان میں لگو وہ ٹکڑے رنگ روپ قد و قامت میں  
 جدا ہوں صاف شفاف ہوں یا میلے کچیلے۔ خوشبو دار ہوں یا بدبو دار حسب  
 یہ بڑا کاغذ ہوا میں اڑے گا تو لازمی طور پر چھوٹے ٹکڑے ہر رنگ ہر وقت  
 اور ہر ایک حالت میں اوس کے ساتھ رہیں گے۔ دشوار سے دشوار اور آسان  
 سے آسان ہر منزل میں بڑے ٹکڑے کا ساتھ رہیگا۔ بڑا ٹکڑا ایسا ہے  
 جیسے پیرمغان اور چھوٹے ٹکڑے حلقہ پیرمغان جنکا تعلق روز ازل  
 سے پیرمغان کے ساتھ ہے۔ ان ٹکڑوں کو بڑے ٹکڑے سے الپسہ کرنے  
 والی شے اہل حلقہ کی محبت و عقیدت، صدق دلی (بہاؤ بہگتی)  
 اور جان نثاری کا مادہ ہے جو اول ہی سے ان میں موجود ہے۔ ان ٹکڑوں  
 متفرق رنگ و روپ حلقہ والوں کے مذاہب اور ادیان ہیں۔ فرق  
 صرف اتنا ہے کہ بڑا ٹکڑا یعنی پیرمغان خواہ کسی جگہ کیوں نہ جائے چھوٹے  
 ٹکڑے یعنی اہل حلقہ ہنجری کے عالم میں اوسکو ساتھ جانے پر مجبور ہونگے  
 اسباب اور وجوہات سے انکو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بلکہ اہل حلقہ کی حالت  
 اس شعر کے موافق دگی سے

رشتہ درگردنم افگندہ دوست  
 می بردہر جا کہ خاطر خواہ دوست

دوسری مثال :- فرض کیجئے کہ ایک انجن پونہ سے اپنے ساتھ کئی ڈبے لے کر  
 بھیجی جاتا ہے۔ ان ڈبوں میں ایک ڈبہ نہایت قیمتی اور نفیس شیا ہے۔  
 بہرا ہوا ہے۔ دوسرے میں بالکل ناقص اور خراب چیزیں ہیں۔ تیسرے میں  
 طرح طرح کے خوشبو دار پھول اور قیمتی عطر کے کنٹر بہرے ہیں۔ چوتھے میں  
 سڑی بسی ترکاریاں اور بدبودار مچھلیوں کا ڈھیر ہے۔ جو ڈبہ کہ قیمتی شیا  
 سے بہرا ہوا ہے وہ انجن سے ملا ہوا لٹکایا گیا ہے اور اسے طرہ حرب مراقب  
 سامان کے ڈبے لگا کر سب سے آخر بدبودار مچھلیوں کا ڈبہ لٹکایا ہے تاکہ  
 ڈرائور کو اسکی پونہ آوے۔ پونہ سے بھی تک انجن پہاڑوں میں ہوتا ہے  
 میدانوں میں پہنچتا ہے۔ کسی جنگلوں اور خاردار جھاڑیوں سے گذر کر سہارا  
 اور پر فرا مقام پر جاتا ہے۔ کہی موسلا دار بارش اس پر پڑتی ہے تو بھی  
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے بہونے کہتا ہے۔ غرض کہ زمانہ کام ہر گرم و سرد  
 اسکو چکھنا پڑتا ہے ہر ایک ڈبہ اس میں اس کا ساتھ دینے پر مجبور  
 ہے۔ جس قدر تیز جاتا ہے ڈبے بھی اسی تیزی سے چلتے ہیں آہستہ جاتا  
 آہستہ جاتے ہیں اور جب ٹھرتا ہے تو یہ بھی ٹھرتا ہے۔ ہر فرض انجن  
 وقت منزل مقصود پر پہنچتا ہے تو ڈبے ہی اس کے ساتھ لئے ہوئے  
 وہاں پہنچتے ہیں۔ روانگی کے وقت اسٹیشن ماسٹر اس کا انتظام کر لیتا ہے  
 کہ کونسا انجن کس وقت روانہ کیا جائے اور کون کون سے ڈبے اس کے ساتھ

لگائے جائیں اور انکو کس مقام پر بھیجا جائے۔ خالی ڈبے جنگلی ابھی ضرورت  
 نہیں ہے وہ بدستور اپنی جگہ پڑے رہتے ہیں۔ اور جب تک اُن کا  
 وقت نہیں آتا وہ سفر سے محروم رہتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ خدا مثل  
 اسٹیشن ہسٹر کے ہے مقام روانگی پورے دنیا۔ مقام مقصود یعنی یہی عالم قدس  
 کی اخیر منزل۔ انجن پیر منان۔ ڈبہ۔ ریلوے پیر منان۔ ڈبوں کو انجن سے جوڑنے  
 والی کڑی حلقے کے لوگوں کی محبت۔ وحشی عقیدت (بہاؤ بھگتی) یہ بات  
 یہی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح انجن کے ساتھ ہر قسم کے اچھے  
 برے ڈبے ایک ساتھ اور ایک ہی حالت میں مقام مقصود پر پہنچتے  
 ہیں اسی طرح حلقے کے آدمی اور کئی ذات کے ہوں یا نیچی ذات کے ہندو  
 ہوں یا مسلمان۔ آتش پرست ہوں کہ عیسائی۔ ظاہر و باطن میں پاک  
 ہوں یا ناپاک۔ نیک ہوں یا بدغرض کیسے ہی کیوں نہ ہوں پیر منان  
 کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور پیر منان کے ساتھ عالم قدس کی سیر کرتے ہیں  
 اب ہم اپنے مضمون پر واپس آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ مہاراج جس  
 حالت میں تھے اس حالت میں انہیں کیسے عجیب ترین اور حیرت انگیز  
 معائنے ہوئے جس سے معلوم ہوگا کہ سائین بابا کی روحانی طاقت نے مہاراج  
 کو کیسے کیسے منظر دکھائے۔

ایک دن مہاراج ایک کنوین پر پہنچے جو مندر سے ہاؤس کے

فاصلے پر ہو گا۔ اور سامان شیر ڈی اس میں تعزیر ٹھہرے کرتے ہیں  
 ایک درخت کے سایہ میں آپ بیٹھ گئے۔ کنوین سے ایک فلانگ کے  
 قریب پانی کی نالی بہہ رہی تھی آپ اسکی جانب دیکھنے لگے۔ یکایک  
 ایک سوار دکھائی دیا جو نالی کی طرف آ رہا تھا۔ نالی پر پہنچ کر اوس نے  
 گھوڑے کو روک لیا اور اتر کر گٹھری کھولی جو زین سے بند ہی ہوئی تھی  
 گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا اور گٹھری نالے کی طرف کے قریب جا بیٹھا۔ مہاراج نے  
 دل میں یکایک خیال پیدا ہوا کہ اوس کے قریب پہنچ کر اوسکو نہایت  
 چاہئے اس خیال کو جون جون مہاراج اوسکے نئے اور زیادہ برہنہ ہوتا  
 اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دل کے اندر بیٹھا ہوا مہاراج کو مجبور کر رہا ہے  
 کہ اس سوار کے قریب جا کر اوسکی حالت دیکھیں۔ چنانچہ مہاراج اٹھ اڑے  
 نالی کے دوسری طرف سوار کے بائیں جانب جا بیٹھے اور اوسکی حرکات کو زور  
 سے دیکھنے لگے۔ یہ شخص جدا ہی تھا۔ اس سے اوس کا چہرہ نہایت بد نما اور  
 گہناؤنا ہو رہا تھا۔ ماتھے اور پیچھے انگلیاں بڑھ گئی تھیں بدن پر ہر جگہ  
 زخم پڑے ہوئے تھے۔ جن میں سے خون اور پیپ بہہ رہا تھا۔ اس نے  
 پہلے نالی میں ماتھے دھوئے پاؤں دھوئے۔ اور پھر غسل کر کے اپنے پیچ  
 آلودہ کپڑے دھوئے شروع کیے۔ اس کی حالت زار بہ ہماراج کو بہت  
 ہی رحم آیا اور نہایت ہی ترحمانہ انداز سے اوسکو دیکھنے لگے۔ اس وقت

ایک اور بیٹھ عورت جو شادی شدہ معلوم ہوتی تھی آئی اور نالی کی دوسری  
 طرف ہماراج کے سامنے بیٹھ گئی۔ اور ہماراج کو ہاتھ سے اشارہ کیا  
 کہ بنا کر اس نالی سے خون آلودہ پانی پی۔ پہلے تو ہماراج کہ ذرا تامل ہوا  
 پھر یہ خیال آئے ہی کہ شاید سائین بابا ہی عورت کی شکل میں مجھے حکم دے  
 رہے ہوں۔ اُسٹھے اور چلو سے پانی پینے لگے۔ سوار اس قدر ہنک تھا کہ  
 اس نے ہماراج اور بڑھیا کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ ہماراج جب پانی پی چکا  
 تو پھر اس عورت کی طرف دیکھا اوس نے پھر اشارہ سے کہا کہ اس گدے  
 پانی میں غسل کرو۔ ہماراج نے فوراً تعمیل کی اور اس خندہ روئی سے غسل کیا  
 جسے گنگا اشنان کر رہے ہوں۔ اتنے میں اس جذامی کا گھوڑا جو کھلا ہوا  
 اڑتا تھا چلانگ مار کر ہماراج کے قریب لایا اور چاہتا تھا کہ ہماراج پر حملہ کرے  
 ہماراج نے فوراً اس عورت کی طرف دیکھا۔ عورت نے اشارہ کیا کہ خاموش  
 بیٹھ رہو۔ ہماراج بیٹھے رہے گھوڑے نے آگے بڑھ کر ہماراج کی پیٹھ  
 پر تھو تھنی مارنی شروع کی۔ ہماراج برداشت نہ کر بیٹھے رہے۔ اسکی آواز  
 جذامی چونکا اور گھوڑے کو غصے میں گالیاں دیتا ہوا آکر پکڑ لیا۔ ہماراج  
 نے پھر عورت کی طرف دیکھا اب کے اوس نے اشارہ کیا کہ اس جذامی کی  
 قتل و موت کرو۔ ہماراج اُسٹھے اور زمین پر لمبے لیٹ کر جذامی کے قدموں پر  
 اپنا سر رکھ دیا۔ جذامی بھی اس کے جواب میں دُند و ت کے لئے ہماراج

کے قدم پیگر گیا۔ اس رسم کے بعد ہماراج نے پہر عورت کی جانب رخ کیا۔ دیکھا  
تو عورت نثار رہی۔ ہماراج وہاں سے اُٹھ کر مندر میں آئے

ایک دفعہ ہماراج حسب معمول مندر میں داخل ہوئے اور بائیں کونے  
میں جا بیٹھے۔ یہاں دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ بارہ بجے دن کا وقت اور  
سورج اپنی پوری روشنی سے چمک رہا تھا۔ لیکن ہماراج نے دیکھا کہ ان  
دو آدمیوں کے اندر آتے ہی مندر میں اندھیرا چھا گیا اور صرف ان آدمیوں  
کے گرد نور کا دائرہ تھا جسکی وجہ سے وہ خود صاف نظر آ رہے تھے اور انکی  
ہر ایک حرکت کا بہتہ لگتا تھا۔ اس نور کے دائرے سے باہر روشنی کی طرح کوئیں  
نہیں پڑتی تھیں۔ گویا روشنی حلقے میں مقید تھی اور اسیوجہ چاروں طرف تاریکی  
چھائی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ یہ دونوں آدمی جس سمت جاتے یہ دائرے انکے  
ساتھ رہتے۔ ہماراج نے غور سے انکی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے  
ایک مسلمان ہے اور ایک ہندو۔ دونوں کی صورتیں نہایت کریمہ تھیں  
جسم پر کھدر سے بھی موٹے اور نالایم کپڑے تھے۔ اور ان کا بدن سرتاپا  
غلاظت سے بہرا ہوا تھا۔ انکی داڑھی لمبی اور سر کے بال بکھرے ہوئے  
تھے اور ان میں معلوم ہوتا تھا کہ مدتوں کا میل جما ہوا ہے۔ ان کا جسم موٹا اور  
کھردرا تھا۔ نہایت قوی الجشہ اور آدم خور وحشی انسانوں کے مشابہ تھے۔  
دونوں کے پاس ایک ایک گھڑی تھی۔ مندر میں داخل ہو کر یہ ہماراج کے

اگلے سامنے زانو پر زانو رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور بہت دیر تک باہم گفتگو کرتے  
 رہے۔ مگر مہاراج کی سمجھ میں ایک نقطہ ہی نہ آ سکا۔ کیونکہ زبان اجنبی تھی۔  
 بہن ختم کر کے انہوں نے اپنی گٹھریاں کہوٹیں۔ ایک نے اپنی گٹھری سے  
 مٹی اور بہاری بہاری، وٹیاں نکال کر ڈھیر کر دیں اور دوسرے نے اپنی  
 گٹھری سے ایک چھری ایک رکابی اور گڑ نکال کر باہر رکھا۔ مہاراج یہ تمام  
 منظر خاموش بیٹھے ہوئے دیکھا کئے۔ اس مدت میں مہاراج کی حالت کا  
 نقشہ عجیب ہو گیا۔ اطمینان اور گھبراہٹ دونوں کی کشش نے مہاراج  
 کو عجیب محضے میں ڈال رکھا تھا۔ جب یہ لوگ گٹھری میں سے ضروری چیزیں  
 نکال چکے تو انہوں نے مہاراج کی طرف توجہ کی اور ان میں سے ایک نے ہاتھ  
 دبا کر مہاراج کو اپنی طرف جھٹکا دیکر کہنچا۔ مہاراج لڑک کر ان دونوں  
 کے سامنے آ پڑے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی مدد سے مہاراج کا  
 گلہ ٹاٹا اور سر کو تن سے جدا کر دیا۔ مہاراج اپنے سر کو اپنے تن سے جدا ہوتے  
 ہوئے دیکھ رہے تھے اور زور زور سے چلا رہے تھے کہ اسے یہ میرا  
 سر ہے تم نے اسکو کیوں الگ کر دیا میرا سر مجھے واپس دو تم کون جدا  
 کر یو اے۔ تم کو کیا اختیار ہے۔ مگر ان کی آہ و بکا پر انہوں نے ذرا ہی خیال  
 نہ کیا اور سر کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور توڑ ڈالا۔ پہر ایک نے اپنی  
 کٹے سے کہو پری سے پہنچا ٹکانا شروع کیا۔ اور رکابی میں رکھ کر



گڑ ملایا اور دونوں نے روٹی کے ساتھ مزے لیکر کھانا شروع کیا اور  
 سارے کا سارا ہضم کر گئے۔ ہماراج یہ دیکھ کر بھی چلائے کہ اے وشو  
 یہ میرا بھجیا ہے میرا سر ہے مجھے واپس دو یہ کیا کر رہے ہو مگر انہوں نے  
 ایک نہ سنی کہا پانی کی چیزیں بدستور گٹھری میں باندھ روانہ ہو گئے۔ قدم  
 باہر رکھنا ہی تھا کہ اجالا ہو گیا۔ اور ہماراج نے اسی کو نے میں اپنے آپ کو  
 صحیح سالم بیٹھے ہوئے پایا جس میں آکر بیٹھے تھے۔ اور وقت بھی وہی تھا  
 جو وقت یہ واقعہ شروع ہوا۔ اس پر لطف یہ کہ ہماراج یہ نہ سمجھ سکے کہ گڑ  
 کٹا چنچ کیسے کتا ہے۔ اس روز سے ہماراج کے عادات و اطوار میں ایک  
 بین فرق آ گیا۔ اور لوگ خیال کرنے لگے کہ ہماراج کے دماغ میں خلل آ گیا  
 ہے اور یہ دیوانے ہو گئے۔ کیونکہ اس دن سے ہماراج ہر وقت کہنے لگے  
 میرا سر کہاں ہے۔ میرا سر مجھے واپس دو۔ کبھی دنگی روشنی میں چلانے لگتے  
 کہ لوگو بالکل اندھیرا ہو گیا مجھے مطلق دکھائی نہیں دیتا۔ چراغ کیون نہیں  
 جلاتے۔ اور یہ حالت اس قدر بڑھی کہ لوگوں کو ان پر رحم آنے لگا۔

ایک دن ہماراج بہتے پانی کی نالی پر بیٹھے غسل کر رہے تھے کہ  
 کہ ان کا پیٹ پانی میں بہا چلا جا رہا ہے۔ گھرائے اور پکڑنے کے لئے دوڑے  
 لیکن وہ چشم زدن میں نظروں سے غائب ہو گیا۔ ہماراج کو یقین ہو گیا کہ اُن کو  
 پیٹ بہہ گیا۔ اس دن سے سر کے ساتھ پیٹ ہی شریک ہو گیا اور فرمایا کہ

نہ میرا سر کہاں ہے میرا پیٹ کہاں ہے۔

ایک دن مہاراج نے دن کے وقت بیٹھو بیٹھو یہ محسوس کیا کہ وہ ایک گول اور چکنے پتھر ہیں۔ اور احسان جسمی بالکل باقی نہ رہا پہرہ دیکھا کہ یہ گول پتھر اپنے ہی ارد گرد پہرہ رہا ہے۔ اور اس گردش سے اس کا جسم بجائے گول کے لمبا ہوتا جاتا ہے۔ پہرہ دیکھا کہ اس کا بیج کا حصہ گردش کی وجہ سے پتلا ہوتے ہوتے بال کی مانند رہ گیا ہے اور اگر یہ گردش قائم رہی تو یہ دو ٹکڑے ہو جائیگا۔ یہ حالت قریباً ۷ منٹ تک ہی ختم ہوئی آپ نے اپنے آپ کو اصلی حالت میں بدستور بیٹھے دیکھا۔ اور وقت کا ایک لمحہ ہی نہیں گزرا تھا ایک دفعہ آپ رفع حاجت کو بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں آپ نے دیکھا کہ ہر چیز حتیٰ کہ دنیا چکر کھا رہی ہے اور وہ دنیا سے الگ ہو کر گویا دنیا کی اس بے انتہا گردش کا نفاذ کر رہے ہیں۔ پہرتے پہرتے وہ اس قدر چھوٹی نظر آئے لگی کہ ایک نقطہ سا باقی رہ گیا۔ اور پہرہ یہ ہی غائب ہو گیا ایک دفعہ آپ نے یکایک اپنے گرد تین نور کے بالے دیکھے ہر ایک بالہ چوڑا ان میں ایک فٹ کے قریب تھا اور ایک کے اوپر ایک تین تین فٹ کے فاصلے پر مہاراج کے گرد بڑی تیزی سے چکر لگا رہے تھے۔ یہ بالے ہی ویسے ہی تھے جیسے پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اور ان بالوں کے درمیان اور اطراف تاریکی ہی تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ مشاہدہ اکثر دن میں

کئی کئی مرتبہ ہوا کرتا۔ اور کئی دن جاری رہا۔

چند روز گزرتے پہر ایک عجیب و غریب مشاہدہ ہوا۔ آپ نے ایک روشن مادہ دیکھا جسکو ارد گرد تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ اور اس مادے میں خدارسیدونکا ایک بہت بڑا گردہ نظر آیا۔ جن میں برہما چاری سنت اوپا۔ قطب اور سد پرورش تھے۔ یہ بزرگ بیٹے ہوئے دنیا اور اسکا انتظام کے مسئلہ پر غور کر رہے تھے مگر نتیجے پر کوئی نہیں پہنچتا تھا۔ ان کی بحث جہاراج کو اچھی طرح سنائی نہیں دیتی تھی۔ آخر یہ سب بزرگ سائین بابا کا انتظار کرنے لگے جو ابھی تک نہیں آئے تھے۔ کچھ دیر توقف کر کے ان میں سے ایک بزرگ مراقبے میں گئے اور تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ سائین بابا کا جسم (ظاہر) شیر ڈی میں ہے اور روح (باطن) کہیں اور ہے۔ پھر دوبارہ مراقبہ کیا گیا تاکہ روح کا پتہ لگائیں معلوم ہوا کہ سائین بابا کی روح کاشی میں عالم قدس کی کسی پیچیدہ معاملے کے سلجھانے میں مصروف ہے۔ مگر انکو اس مجلس کے انعقاد اور وقت کی اطلاع ہے۔ قریباً دنٹ کے بعد سائین بابا تشریف لائے اور نہایت خندہ پیشانی سے پوچھا کہ مسئلہ حل ہو گیا یا نہیں۔ ان بزرگوں نے ہنس کر جواب دیا کہ ہم نے اس سوال کا حل آپ پر چھوڑ رکھا ہے آپ ہی کا انتظار ہو رہا تھا۔ یہاں تک ہی تھا ہوا۔ اور پھر جہاراج اپنی اصلی حالت میں ہو گئے۔ ان تمام باتوں کو ایک لمحہ

ہی نہیں لگا۔

ایک مرتبہ رگشنی کا مالہ پہلے کی مانند نمودار ہوا۔ اور اسکو دریا  
 کی بزرگ تہ جنکے عین وسط میں سائین بابا تشریف فرما تھے ایک طرف بہت  
 بڑی ترازو ٹکی ہوئی تھی جس کے قریب ایک بزرگ کھڑے تھے۔ یکایک  
 سائین بابا اُٹھے اور ترازو کے ایک پلڑے میں جانیٹھے۔ یہ دیکھکر ان بزرگوں  
 میں سے ایک بزرگ اُٹھے اور دوسرے پلڑے میں جانیٹھے مگر سائین بابا  
 کے برابر وزن نہ ہوا۔ اسپر دوسرے اور پہر تیسرے غرضکہ میچے بعد دیگرے  
 سب کے سب ٹکر بیٹھے مگر سائین بابا کا پلڑا ہلکا نہ تھا۔ سائین بابا نے مسکراتے  
 فرمایا کہ تم سب ٹکر میرے برابر نہیں آسکتے۔ اتنے میں راستے پر مہاراج  
 جاتے ہوئے نظر آئے۔ انکو دیکھکر سائین بابا نے ان بزرگوں میں سے  
 چند کو کہا کہ جاؤ اسکو پکڑ کر ادھر لے آؤ۔ چنانچہ مہاراج وہاں لائے گئے  
 پہر سائین بابا نے سب کو الگ کر دیا اور مہاراج کو دوسرے پلڑے میں  
 بٹھا دیا۔ دیکھا تو وہ فون پلڑا برابر ہو گئے۔ سائین بابا خوش ہوئے اور  
 فرمایا کہ آخر مجھے برابر کی جوڑ مل گئی۔ اب اس معاملہ کو ختم کرو چنانچہ مالہ اور  
 اسکو تمام بزرگ غائب ہو گئے اور مہاراج اوس جگہ حسب معمول بیٹھ رہے تھے۔  
 ایک دفعہ مہاراج مادت کے موافق کہنی کا ٹیکہ لگائے ہوئے مندر  
 میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یکایک معلوم ہوا کہ ان کے مرحوم آبا و اجداد مرد

زن ایک ایک کر کے ان کے دل میں سے نکل رہے ہیں اور ہر ایک کے گرد نور کا ایک ہالہ ہے۔ اور سوائے ان ہالوں کے تمام عالم میں اندھرا ہو گیا ہے۔ ہمارا ج یہ منظر بہت دیر تک دیکھتے رہے لیکن اختتام پر محو ہو گا کہ ہلک ہی نہیں جھپکی رہتی۔

ایک دفعہ دن کے وقت ایک عجیب مشاہدہ ہوا۔ ہمارا ج نے خود کو سائین بابا کے قریب اپنے مرحوم آبا و اجداد کے ہمراہ موجود پایا۔ اب کے ایک ہی ہالہ نور کا ان سب کو گھیرے ہوئے تھا۔ جس کے باہر سخت تاریکی کا عالم تھا سائین بابا نے ہمارا ج کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو جان سے مار ڈالو۔ ہمارا ج نے فوراً تعمیل حکم کی اور ایک ایک کر کے سب کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد فوراً ہی یہ منظر آنکھوں سے غائب ہو گیا۔

چند روز کے بعد پہر ایسا ہی ایک مشاہدہ ہوا جس میں انہوں نے اپنے انہی آبا و اجداد کو سائین بابا کے پاس دیکھا جن کو وہ اپنے ماتھوں ذریعہ کر چکے تھے۔ ان کے گرد ہالہ بدستور تھا۔ ان سبہوں نے ایک ہی وقت میں سائین بابا سے گلے ملنے کا ارادہ کیا اور ایک دوسرے کے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ سائین بابا نے اپنے ماتھے پہیلانے اور ان سبہوں کو اپنی آغوش میں لیکر اس قدر زور سے بہنچا کہ وہ سائین بابا کے اندر سما گئے۔ سائین بابا اور یہ سب لوگ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

ایک دفعہ پانچ بجے دن کے قریب مہاراج مندر میں بیٹھے ہوئے تھے اور بالکل بیداری اور ہوش کے عالم میں تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ سائین بابا نمودار ہوئے۔ اور مہاراج کے قریب پہنچ کر بولے کہ میرے ہمراہ چلو جب مہاراج سائین بابا کے ہمراہ چلے تو سائین بابا کے گرد نور کا مالا پیدا ہو گیا جسکے باہر ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ ایک بدانی حویلی دکھائی دی۔ سائین بابا مہاراج کو اس حویلی میں لے گئے۔ اندر پہنچ کر وہ ایک بہت بڑے وسیع کمرے میں داخل ہوئے۔ داخل ہوتے ہوئے چپ و راست دو چوترے بنے ہوئے تھے۔ بائیں طرف کو چوترے کے مقابلے میں باہر جانیکے لئے ایک دروازہ تھا۔ دوسرے سرے پر کمرے کے کونے میں فرش بچھا ہوا تھا۔ فرش پر گدا۔ اور گدے پر ایک مہنت جیسا سفید پوش اور سفید ریش جلوہ افروز تھے۔ یہ دونوں اس چوترے پر بیٹھ گئے۔ مہاراج نے سائین بابا سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں؟ سائین بابا نے فرمایا کہ یہ شخص مقام توحید میں ہے اور اسی طرح ایک ہزار سال سے یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ میرا دوست ہے۔ کبھی کبھی ملنے کے لئے یہاں آیا کرتا ہوں۔ پھر سائین بابا نے مہاراج سے کان میں کچھ کہنا شروع کیا مہاراج کو ایسا معلوم ہوا کہ کوئی شخص ان کے بازو میں بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ مڑ کر جو دیکھا تو اپنے ہی پتلے کو پایا۔ جسکو دیکھ کر مہاراج دم بخود

ہو گئے۔ اور اسکی طرف کچھ ایسے منہک ہوئے کہ سائین بابا کی بات ہی نہ سن سکے۔ سائین بابا نے اس پتلے کی طرف دیکھنے سے مہاراج کو منع کیا۔ مہاراج نے گردن موڑی ہی تھی کہ اس پتلے نے مہاراج کا شانہ بھلایا اور کہا کہ میری طرف مخاطب رہو اور میری بات بغور سنو۔ اس پر سائین بابا نے پہرہ کا اور منع کیا کہ ادھر وہیان نہ دو۔ غرض اسی طرح تین مرتبہ منع کیا لیکن مہاراج نے اصرار کیا تو سائین بابا آگ بگولہ ہو گئے۔ اور غصے میں بہہ ہوئے چوتھے سے اترے اور اس پتلے کا ہاتھ پکڑ کر میدان میں لے گئے اور وہاں جا کر خوب مارا۔ اور مہاراج کو کہتے رہے کہ تم نہ ڈرو۔ جب خوب اچھی طرح گت بنا چکے تو اسکو پکڑ کر سان میں لیگے وہاں ایک بڑی بہاری چٹا سُلگی ہوئی تھی اس میں جھونک دیا اور مہاراج کو ساتھ لے کر اسی حویلی میں واپس آئے۔ آتے ہی یہ تمام منظر چھپ گیا۔ اتنے واقعات دیکھنے پر بھی وقت وہی تھا جو شروع کا تھا۔ اس مشاہدے کے بعد مہاراج اکثر آہ و زاری کیا کرتے اور لوگ انکی دیوانگی پر یقین کرتے جاتے۔

ایک بار مہاراج نے خود کو مندر سے نکل کر بہت دور جاتے ہوئے دیکھا۔ چلتے چلتے ایک اجڑے ہوئے قصبے میں پہنچے۔ وہاں ایک شخص سے انہوں نے دریافت کیا کہ یہاں آرام کرنے کے لئے کوئی سرایا مندر ہے؟ جواب میں اس شخص نے کہا کہ قریب تو نہیں البتہ تھوڑے فاصلے پر ایک

مندر ہے وہاں تم تھوڑی دیر ٹھہر سکتے ہو۔ پتہ بیکر مہاراج اس طرف چلو  
یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ یہ مندر زمین پر اونداگر گوش کر رہا ہے۔ یعنی  
اس کا کلس زمین پر ٹکا ہوا ہے اور بنیاد اور اسکو ساتھ کی زمین کلس کی  
جگہ آسمان کا نظارہ کر رہی ہے گویا لٹو کی طرح پھیر رہا ہے۔ مہاراج حیران  
تھے کہ اس پھرتے ہوئے مندر میں کس طرح جاؤں۔ ایک راہگیر پر نظر پڑی  
وس نے کہا کہ ٹھہرو اس مندر کا پجاری ابھی آئیگا اوسکو ہمراہ نم جا سکتے ہو  
پجاری آیا۔ مہاراج نے اندر بجانسکی درخواست کی۔ اوس نے کہا اچھا میرے  
پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ مندر کے قریب پہنچ کر پجاری نے مندر کے ایک کونے  
کو ہاتھ لگایا۔ فوراً گردش بند ہو گئی۔ مہاراج اندر داخل ہوئے۔ اور مندر  
پہر پہرنا شروع ہو گیا۔ اندر دیکھا کہ دوسرا ایک مندر پہلے کی طرح گردش کیا  
رہا ہے مگر چھوٹا ہے۔ مگر اسکی گردش پہلے مندر کی گردش سے برعکس تھی۔  
پجاری کی مدد سے مہاراج اس میں بیوی داخل ہوئے۔ اسی طرح اس کے اٹھ  
میں تیسرا مندر دیکھا جو پجاری نے بدستور ہاتھ لگا کر روکا۔ مہاراج نے پوچھا  
تم کس طرح اسکو روک لیتے ہو۔ جواب دیا کہ مندر میرا دوست ہے۔ یہ دوسرے  
مندر کے برعکس گردش کر رہا تھا۔ یہ خواب کا سا عالم دیکھ کر مہاراج کو خیال  
ہوا کہ کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا اور چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر  
دیکھنے لگے معلوم ہوا کہ بیداری ہی کا عالم ہے اور سچا منظر پیش نظر ہے اب



اب مہاراج اس میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ بہت سے برہمن پوجا پاٹ کر رہے اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا آج کوئی خاص دن پوجا کا ہے جو تہن خلوص سے پوجا ہو رہی ہے۔ مہاراج یہی ان کے ساتھ پوجا میں شریک ہو گئے۔ یہاں منظر ختم ہو گیا۔

ایک دفعہ دیکھا کہ آپ مندر سے نکل کر دور جا رہے ہیں اور آخر ایک شہر میں پہنچے۔ اس شہر میں فقط مردے بستے تھے جو دنیا سے مرکب انسان آجسے تھے اور کام بالکل زندوں کی طرح کرتے تھے۔ جو بنی مہاراج اس شہر کی حد میں پہنچے چند آدمی ان کے پیچھے دوڑے تاکہ انکو کپڑا کر مار ڈالیں اور اپنے میں شامل کر لیں۔ مہاراج گہرا کر بھاگے تاکہ ان لوگوں کے ہاتھ سے بچیں۔ مگر یہ لوگ برابر انکا تعاقب کرتے رہے۔ آخر مہاراج کا دم پھول گیا، ایک بڑا ہیا کے گہر میں گھر گئے۔ اور ایک کھل کو اوڑھ کر گٹھری سے بنے اور زمین پر پڑ گئے۔ وہ لوگ بھی آپہنچے اور گہر میں کہیں آئے۔ بڑا ہیا نے کہا کہ یہ شخص مر چکا ہے اور اب اسکو مارنے سے چل۔ مگر انکو اطمینان نہ ہوا اور انکا شک رفع کرنے کے لئے لکڑیوں سے مہاراج کی خوب خبر لی۔ اور یہ سمجھ کر کہ اب یہ سچ مر گیا ہے اور ہم لوگوں میں رہنے کے قابل ہو گیا ہے۔ وہاں سے چلے گئے۔ یہ بڑا ہیا موٹی موٹی چار روٹیاں لائی اور مہاراج سے کہانے کے لئے کہا۔ اس دن سے بڑھیا دن میں تین بار اس مقررہ تعداد میں روٹیاں

لاکر ہماراج کو دیا کرتی تھی۔ اور ہماراج اس کے عوض میں دوسرے لوگوں کے ساتھ جاکر کام کیا کرتے۔ اس بستی کا دستہ رہتا کہ ہر شخص متفرق کھیتوں میں جا کر کام کیا کرتا۔ مگر ان تمام کھیتوں کا غلہ ایک ہی گودام میں جمع کیا جاتا۔ اور یہاں سے ہر شخص کو برابر حصے میں غلہ تقسیم ہوا کرتا تھا۔ ہماراج نے اس حالت میں کئی دن بسر کئے۔ لیکن جب حالت بدلی تو ایک لمحہ کا وقفہ بھی نہ گزرا تھا۔

ایک دن ہماراج اپنی معمولی حالت میں مندر سے نکل کر شیرڈی سے رہتا کی طرف چلے راستے میں سر راہ ایک بزرگ کا مزار ہے یہاں سے آگے بڑھنا چاہتے ہی تھے کہ خود کو ایک کیلے میدان میں دیکھا۔ آپ کی نظر دوسرے سالہ لڑکیوں پر پڑی جو انکی طرف آرہی تھیں۔ ان دونوں لڑکیوں نے آکر ہماراج کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اور ایسے مضبوط پکڑے کہ ہماراج نے ہر چند کوشش کی مگر نہ چھڑا سکے۔ کیونکہ طویل اپاس سے ہماراج یوں بھی بہت کم زور ہو چکے تھے۔ یہ لڑکیاں ہماراج کو بہت دور کھینچ لیگیں۔ یہ زمین بالکل بخرہتی۔ یہاں دوفٹ کے قریب موٹا مٹی کا ایک ستون تھا اس ستون کے دونوں سرے غائب تھے۔ نہ کسی چیز کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا نہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ کو محسوس ہوتا تھا۔ اس ستون سے لڑکیوں نے ہماراج کو باندھ دیا۔ گو ہماراج اس عرصے میں ان سے ہر دم پوچھتے رہے کہ تم کون ہو

مجھے یہاں کیوں لائے ہو۔ باندھا کیوں ہے مجھے جھوڑو د۔ مگر انھوں نے  
ان کی آہ و زاری پر توجہ نہ کی۔ اور نہ زبان سے کچھ کہا تھوڑی دیر کے  
بعد لڑکیوں نے مہاراج کو ایک بٹوہ دیا۔ اور کہا کہ ہم سب باری باری  
تمہیں کہانیاں سناتے ہیں تم ان کہانیوں کو اس بٹوے میں جمع کر کے  
جاؤ اور نہایت ہی حفاظت سے رکھنا۔ مہاراج کو تعجب ہوا کہ کہانیاں  
بٹوے میں کس طرح جمع ہوں گی۔ لڑکیوں نے کہا کہ تم گھبراؤ نہیں تم کو معلوم  
ہو جائیگا کہ کہانیاں بٹوے میں کیسے جمع کیجانی ہیں۔ پہراہنوں نے کچھ  
بعد و گھر کہانیاں کہنا شروع کیں۔ مہاراج نے تمام کہانیاں سن کر  
بٹوہ میں جمع کیں اور اپنے ہاتھ سے اوپر منہ پر مہر لگائی۔ مہاراج اکثر  
فرمایا کرتے ہیں کہ وہ بٹوہ اب تک میرے پاس سر بہر موجود ہے اور اس  
میں تمام کہانیاں محفوظ ہیں۔ وہ ایسی عجیب و غریب اور سبق آموز کہانیاں  
ہیں کہ جتنے سننے ہی سے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ میں ان کہانیوں کے  
لئے ہمیشہ بچپن رہا کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ سناؤں۔ مگر مجھے آج تک  
کوئی شخص ایسا نہیں ملا جو سننے کی قابلیت رکھتا ہو۔ الغرض وہ لڑکیاں کہنا  
کھل کر رخصت ہوئیں اور وہاں سے کچھ فاصلے پر دوسری لڑکیوں کے گھر  
میں جا ملین جو وہاں قسم قسم کے کھیل کھیل رہی تھیں۔ اس گروہ میں پارسی  
عیسائی۔ برہمن۔ مرہٹے وغیرہ تمام مذاہب کی لڑکیاں موجود تھیں۔ یہ

لڑکیاں ہر روز یہاں جمع ہوا کرتی تھیں۔ اور تمام دن کہیل کود کر شام کو  
 اپنے اپنے گھر چلی جاتی تھیں۔ کئی دن اس طرح گزرے مگر جہاراج کو کسی نے آزاد  
 نہیں کیا۔ تین بار دو لڑکیاں جہاراج کے پاس آئیں اور آپ نے اپنی آزادی کے  
 لئے ان سے منت سماجت کی مگر وہ ہسکروان سے چلی گئیں۔ چوتھے بار دوسری  
 لڑکیاں جہاراج کے قریب آئیں اور جہاراج کی گریہ وزاری پر انکو رحم آیا اور  
 انہوں نے کہا کہ اگر تم ہماری ایک شرط قبول کرو اور سپرکار بند رہنے کا وعدہ  
 کرو تو ہم تمہاری رہائی اپنے ذمے لیتے ہیں ورنہ نہیں۔ جہاراج نے منظور کر لیا  
 چنانچہ وہ انکو اپنے گروہ میں لے گئیں۔ جہاراج کو دیکھ کر ہر طرف سے لڑکیوں نے انکو  
 آن گھیرا۔ اور جہاراج ان کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ جہاراج سے لڑکیوں نے اپنے  
 ساتھ کہیلنے کیلئے کہا آپ نے کہا میں مرد ہوں اسلئے میں لڑکیوں کے کہیل نہیں جانتا  
 انہوں نے کہا نہیں جانتے تو کیا ہوا ہم سکھائینگے پھر تم کہیلو ورنہ ہم تمہیں آزاد  
 نہیں کریں گے۔ پھر کہا کہیل تو کہیل آزادی کی خاطر تمہیں عورت بننا پڑیگا۔ جہاراج نے  
 قبول نہ کیا۔ پھر انہوں نے کہا کہ اچھا تمہیں بنکر ڈیاں پہنی ہونگی۔ یہ شرط مجبوراً قبول  
 کرنی پڑی۔ لڑکیاں کئی قسم کی چوڑیوں کا گچھا اٹھالائیں اور اس میں سے چار  
 چوڑیاں جہاراج کو دکھا کر کہا کہ یہ پہنتے ہی ٹوٹ جائیگی۔ پھر دوسری چار دکھا کر  
 کہا کہ یہ ایک دن تک نہ ٹوٹیں گی۔ پھر اور چار دکھا کر کہا کہ یہ ایک ہفتہ تک مست  
 رہیں گی۔ اس کے بعد پھر چار چوڑیاں دکھا کر کہا کہ یہ ایک سال تک اور دوسری چار

چوڑیاں میکر کہا کہ یہ ۱۰۰ سال تک قائم رہیگی اس کے بعد چار چوڑیاں  
 دکھائیں اور کہا کہ یہ ہمیشہ قائم رہنے والی چوڑیاں ہیں۔ ان تمام چوڑیوں کو  
 سامنے رکھ کر انہوں نے مہاراج سے پوچھا کہ اب بتاؤ تم ان میں سے  
 کونسی چوڑیاں پسند کرتے ہو۔ مہاراج نے پہلی مرتبہ کی دکھائی ہوئی چوڑیاں  
 پسند کیں۔ مگر انہوں نے کہا نہیں ہم آخر میں لائی ہوئی چوڑیاں تمہیں  
 پہنائیں گے جو کبھی ضائع ہونے والی نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے یہ چوڑیاں  
 مہاراج کے ہاتھ میں پہنائیں۔ اسکو پہنتے ہی یہ تمام سین نظروں سے گزرا  
 ہو گیا اور مہاراج نے خود کو شہر وٹی کی سڑک پر اسطرح سوچ میں  
 کھڑا ہوا یا جیسے کہ وہ اس واقعہ سے ایک لمحہ پہلے کھڑے تھے۔ مہاراج  
 گھبرا کر مندر میں چلے آئے۔

ایک دفعہ اور عجیب مشاہدہ ہوا۔ کہنڈ و با کے مندر کی جانب ایک  
 درخت پیل کا ہے اور اسکو بالمقابل بڑا کا درخت ہے۔ اسکو جنوب میں  
 پیل اور نیم کا درخت ہے اور دہائی جانب مندر سے کچھ فاصلے پر ایک  
 کتوان ہے۔ ساکوری میں بھی درخت اور کتوان اسطرح بالمقابل واقع  
 ہیں اور یہ مطابقت بالکل صاف طور پر معلوم ہوتی ہے اور اس مشاہدہ  
 میں ایک راز سرسبز ہے۔ مہاراج نے دیکھا کہ میں تنہا اس درخت  
 کے پاس کھڑا ہوں۔ پھر دیکھا کہ بار بار چڑھتا اور اترتا ہے۔

غیر سرے تک پہنچ جاتا ہوں اسی طرح تین دن تک سلسلہ جاری رہا  
غیر ختم ہوا تو وہی حالت تھی جو پہلے تھی مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چند  
روز میں وہ درخت خشک ہو گیا۔

ایک روز بہاراج نے اس وقت جبکہ وہ پورے جذب کی حالت میں  
بھی نہ تھے دیکھا کہ مین سراپا عورت بن گیا ہوں اور تمام زمانہ آثار نمایاں  
ہیں اور حرکات و سکنات بھی عورتوں کے سے ہیں۔ اس لئے وہ قرب  
جوار کے لوگوں سے جو انکے کوشن کو آتے چوڑیاں اور زیورات طلب  
دیتے اور بڑی خوشی سے انکو پہنتے۔ اس وقت بہاراج کی حالت  
استدائی جذب کی تھی۔ پٹی پرانی دھوئی پہنے ہوئے سائین بابا کے کوشن  
کو جیا کرتے تو سائین بابا یہ حالت دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے۔ اس جذب  
کی حالت میں بہاراج کو یہ معلوم ہوتا رہا کہ چلتے پہرتے اٹھتے بیٹھتے  
کوئی نہ کوئی ہندو یا مسلمان شناسایا اجنبی ان کے ساتھ رہتا اور انکے  
نام حرکات و سکنات کا چربہ امارتا ہے۔ جب وہ رفع حاجت کو  
جاتے تو دیکھتے کہ کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ ہے۔ اور ہر ایک حرکت  
انہی کی طرح کر رہا ہے۔ ان لوگوں میں اکثر بہاراج کے جاننے والے ہوتے  
ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ کہندو بابا کا پتھر کا مجسمہ جگمگاتا رہتا ہے  
نیم تھے ان سے بات چیت کرتا۔ اور باہر جاتا اور جاتے ہوئے کہتا کہ

میں ابھی واپس آتا ہوں۔ اور حسب وعدہ واپس آتا اور اپنی جگہ چلتا  
 اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ جو چیز اُن کے سامنے پیش کی جاتی اُس نے  
 تمام حالات اول سے لیکر اخیر تک اپنی منکشف ہو جاتے

ایک دفعہ اچانک ہماراج کے دل میں خیال آیا کہ شیر ڈمی کے  
 باشندے جنسے وہ بخوبی واقف تھے انکو جان سے مارنے کی فکر کرے  
 ہیں۔ اس خیال نے ان کے دماغ پر ایسا گہرا اثر کیا کہ وہ ایک مدت  
 تک ایک لمحہ کے لئے بھی اسکو نہ بہولے۔ ایک دن ایک سناں حسبکو پہنچ  
 جانتے ہو اور وہ عقیدہ مندانہ حاضر خدمت ہوا کرتا تھا۔ آپ کے پاس آیا۔ چونکہ  
 ہماراج کے دل میں مذکورہ خیال بسا ہوا تھا سمجھے کہ یہ شخص مجھے مارنے آیا  
 جو سوال و جواب آپس میں ہوئے اُن کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہو گا کہ  
 آپ اس وحشت افزا خیال میں کس قدر ڈوبے ہوئے تھے۔ سناں نے  
 ہماراج کو دیوانہ سمجھ کر ان کے ہر ایک سوال کا جواب اثبات میں دیا۔  
 ہماراج:- تو پہر تم اپنے کام کو انجام دینے کے لئے یہاں آئے ہو؟

سناں۔ جی ہاں ہماراج

ہماراج۔ تو پہر تم اپنا کام کب کرو گے؟

سناں۔ جب آپ مناسب سمجھیں۔

ہماراج۔ تو تم سناں کی بائیں طرف اس کام کو انجام دو گے؟

سنار۔ جی ہاں میں ایسا ہی کر ونگا۔

اس سوال و جواب کے بعد سنار چلا گیا۔

ایک روز ہمارا ج مندر کی دیوار سے ٹیکا لگائے ہوئے بیٹھتے تھے کہ خود کو ایک لمحہ کے لئے اٹھتا دیکھا۔ اور پہر مندر سے باہر نکل کر ایک جانب روانہ ہوتے دیکھا دور جانے کے بعد وہ ایک عجیب مقام پر پہنچے۔ یہاں ایک ہتھالی شان عمارت دکھائی دی۔ اس کے دروازے پر عورتیں پہرہ دے رہی تھیں۔ ایک عورت سے آپ نے اس عمارت کا حال دریافت کیا اس نے بتایا کہ یہ ایک خاص کتب خانہ ہے۔ اور اس میں کسی غیر اور اجنبی شخص کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ہمارا ج کو یہ سن کر اندر جانے کا شوق ہوا۔ قدم اٹھائے مگر دیکھا کہ آپ اندر داخل ہو گئے۔ سامنے ایک بارہ دری دکھائی دی آپ اس کے اندر داخل ہوئے۔ اس میں چاروں طرف الماریاں لگی ہوئی تھیں اور ان میں ہزار ہا کتابیں ترتیب وار دھری تھیں۔ ہر الماری کے پاس ایک عورت پہرہ دے رہی تھی۔ چونکہ یہاں مرد کوئی نہ تھا اس لئے خیال ہوا کہ یہاں کا تمام انتظام عورتوں کے ہی سپرد ہے۔ کمرے کے عین وسط میں ایک عورت نہایت مناسبت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی سامنے چو کوئی میز رکھی ہوتی۔ عورتوں کا بناؤ سنگار۔ دلربا یا نہ حرکتوں سکنت سے کتابوں کا باقاعدہ رکھنا وغیرہ ایک نہایت ہی نظر فریب نظر تھا۔



ہمارا ج کھڑے ہوئے بڑی دلچسپی سے تظارہ کرتے رہے۔ عورتوں نے جو  
 ہمارا ج کو دیکھا تو چند عورتیں خود بخود الماری سے کتابیں لائیں اور ہمارا  
 کو دین۔ اور ان کتابوں کے خاص خاص مضامین پڑھنے کا اشارہ کیا۔ مگر  
 ہمارا ج کے چہرے سے ظاہر ہوا کہ یہ کتابیں نہیں پڑھ سکے۔ اسپر کر ہی ٹھیں  
 عورت ہمارا ج کے قریب آئی اور خادمہ عورتوں سے کہا کہ الماری سے وہ  
 کتاب لاؤ۔ کتاب آنے پر اس عورت نے ایک دوسری عورت کو دیکھا  
 دی اور حکم دیا کہ فلان شعر پڑھ کر اس کا ترجمہ کرے۔ یہ کتاب سنسکرت  
 زبان میں علم ہندو کے متعلق تھی چنانچہ اس عورت نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا

اتار پنم سکھیتا رانسم و ندن مرچنم

پادانج سیونم وشنو سمرنم کرتم شرو تہا

معنی بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ شعر بھگوت گیتا میں اس کے بالکل برعکس کہا  
 ہوا ہے اور ہندو مذہب کے تمام ماننے والے اس شعر کو اٹل طریقے سے  
 پڑھتے ہیں اور اسپر عمل پیرا ہیں۔ بھگوت گیتا میں یہ شعر اس طرح کہا ہے

شرو غم کرتم وشنو سمرنم پاد سیونم

ازچنم و ندنم داسیم سکھیتا تار نویدنم

مذکورہ بالا شعر پڑھ کر اس عورت نے کہا کہ تم نے اصل اور نقل شعر کے مطالب  
 کو سمجھا؟ درحقیقت اصل شعر کے مطابق اگر کوئی عمل کرے تو وہ بہت جلد

منزل مقصود کو پہنچ جائے۔ بہگوت گیتا میں لکھے ہوئے شعر کے موافق  
 عمل کر نیوالے کو پہلے شراون بہگوتی یعنی شریعت سے شروع کرنا پڑتا ہے  
 اور یہ پہلی منزل جسکی بہاگوت گیتا میں تشریح کی گئی ہے۔ منزل مقصود پر  
 پہنچنے کیلئے ایک دور و راز کا راستہ ہے۔ جس میں سے گزرنے کے لئے عمر  
 کافی نہیں ہے۔ اور بہگوت گیتا کی رو سے جب تک کوئی شخص اس پہلی  
 منزل میں سے نہ گزرے دوسری منزل میں قدم رکھنے کے قابل نہیں  
 ہو سکتا۔ چہ جائیکہ وہ درمیانی منزلیں طے کر کے اخیر منزل یعنی  
 حقیقت ربانی تک پہنچے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اختتام عمر تک بھی وہ اس  
 قابل نہیں ہو سکتا کہ اخیر منزل میں قدم رکھے۔ اور اسکی نجات کا سوال  
 ایک غیر معین مدت کے لئے ملتوی ہو جاتا ہے۔ مگر ہماری کتاب میں  
 لکھے ہوئے شعر کے مطابق عمل کرنے سے مرتبہ حقیقت تک بہت جلد  
 اور آسانی سے پہنچ سکتا ہے۔ اگر آپ اس مضمون پر نظر غائر ڈالیں گے  
 تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آتما اپنم جو بہاگوت گیتا کے مطابق اخیر منزل  
 ہے۔ اگر ہماری کتاب کے موافق پہلی منزل تصور کی جائے اور اسکو مطابق  
 عمل کیا جائے تو پھر درمیانی منزلوں میں سے جو بہاگوت گیتا میں بتائی  
 گئی ہیں گزرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ  
 اہل ہنود اکثر کہا کرتے ہیں (ہستنا چہ گہراچی اٹھی کہوں) کہ سنت کے گہری

نشانی الٰہی ہوتی ہے۔ اور اہل اسلام کا قول بھی ایسا ہی ہے۔ یعنی نبی  
 کی ریت الٰہی، دونوں کے قول کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے راہ میں جانیں  
 راستہ اہل دنیا کے راستے سے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ آپ ہمارے  
 اس کلیے کو تسلیم کر لیں گے اگر آپ اس کا کسی تمدنی اصول کے ساتھ مفصل طور  
 پر موازنہ کر کے اسکی صداقت کا اندازہ لگائیں۔ وہ شخص جو تلاش حق میں  
 سرگردان ہو اگر شروع میں اس کلیے کو نہ مانے گا تو تجربہ کے بعد اخیر میں سکو  
 تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ اگر ہم ایک ایسے شخص کے حالات پر فردا غور کریں جو  
 خدارہ بدو ہو اور جسکے لئے نجات کا دروازہ کھل گیا ہو تو ہمیں معلوم ہو گا کہ آدھ  
 وہ تمام الٹے طریقے جو اس کتاب میں شرح و بسط کے ساتھ درج کئے گئے  
 ہیں اور بہگوت گیتا میں اسکی برعکس ہیں۔ اختیار کئے ہیں۔ عام لوگ  
 لوگوں کو دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ خود دیوانے ہیں۔ دنیا کے تمام  
 کاروبار عقل پر مبنی ہیں اور انسان ہر مشکل حالت میں اور ہر پیچیدہ مسئلہ میں  
 اسکو اپنا رہبر تصور کرتا ہے۔ مگر ایک حالت ایسی ہی ہے کہ جب یہ انسان  
 پر وارد ہوتی ہے تو طائر عقل کا کوسون پتہ نہیں رہتا۔ اور وہ حالت عشق  
 جس میں عقل کا بالکل دخل نہیں۔ اب یہ ہی امر مسلم ہے کہ عشق ہی ایک ایسا  
 حالت ہے جو انسان کو خدا سے ملا سکتی ہے۔ عقل کے ذریعے خدا تک پہنچنے  
 کی کوئی مثال نہیں ہے عقل کی رسائی صرف دنیوی کاروبار تک ہی

اسی کیفیت کو مد نظر رکھ کر حضرت اقبال فرماتے ہیں ۷

اچھا ہے دل کے پاس رہنے پاسبان عقل

لیکن کہی کہی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یعنی دنیوی کاروبار میں تو عقل و خرد کی ضرورت ہے اور اس سے مدد

لینی چاہئے لیکن جب اس عالم سے نکل کر دوسرے عالم یعنی عالم حقیقی کی

سرف قدم بڑ ہے تو عقل کو چھوڑ دو اور اس راہ میں عشق سے کام لو۔

یہی وجہ ہے کہ اہل عقل و شعور جب عاشقانِ خدا کی طرہٴ عقل کی دوہیں

نگار دیکھتے ہیں تو انکو عقل کے خلاف پاتے اور دیوانہ سمجھتے ہیں ۷

سرق نے دیا ہے کہ ہے عشق کا سوا

دیوانہ اُسے کہے جو دیوانہ نہیں ہے

درحقیقت ہماری زندگی کا مقصد خدا شناسی ہے اور خدا شناسی بغیر عشق

معلوم۔ اور عشق عقل کا دشمن۔ جہاں عقل ہے وہاں عشق نہیں۔ جہاں عشق

ہے وہاں عقل نہیں۔ اسلئے لازم ہوا کہ اہل عقل و اہل عشق باہم مخالف ہوں

اور جبکہ خدا شناسی کا ذریعہ عشق ہے تو ہرکو عقل کی حد سے نکل کر عشق کی

راہ اختیار کرنا چاہئے عقل اور اہل عقل کی باتوں اور انکی مخالفت کی مطلق

پرواہ نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ اس راہ سے جو انکی عقل کی تعلیم کر وہ راہ

بالکل متضاد ہے ناواقف اور بے خبر ہیں اور انکی راہ سے الٹی راہ کو جو

و حقیقت منشأ حیات کی سیہ ہی اور سچی راہ ہے، وہ اٹھا سچتے ہیں۔  
 جو انکی دور بین عقل کا فتور ہے۔ جس طرح اہل عقل اپنا رہبر بھگوت گیتا  
 نوٹ لے اور اسکو احکامات پر عمل کرتے ہیں اسی طرح خدا شناسی کے طالبوں  
 اپنی رہبری کے لئے ایک مرشد کامل یا سد گر و کی ضرورت اور اسکو جاننا  
 کی تعمیل فرض ہے۔ مرشد کامل کی تعلیم کے بغیر اس راستے میں قدم رکھنا  
 بالکل بے سود ہے۔ اور جو بغیر مرشد کامل تھا اس راستے میں چلنے کی کوشش  
 کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ لہذا جب تک کوئی مرشد کامل نہ ملے ہر شخص  
 کا فرض ہے کہ وہ اپنے مذہبی اصول کے مطابق جو اسکی مذہبی کتاب میں لکھا  
 گئے ہیں کامل طور پر عمل کرتا رہے۔ خواہ وہ بھگوت گیتا ہو۔ انجیل ہو یا کورن  
 اور مقدس کتاب ہو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہی اس کا تعلق کسی مرشد  
 کامل سے ہو سکتا ہے۔ اور جب ایک دفعہ رشتہ قائم ہو گیا پھر بلا خوف و  
 خطر اس الٹے طریقے پر جو اس کتاب میں درج ہیں چلکر نجات حاصل کر سکتا  
 اب ہم آتم ارپنم کے مفہوم پر غور کریں گے اور اس حالت کو سمجھنے  
 کی کوشش کریں گے۔ آتم ارپنم کے معنی ہیں خود کو کسی کے حوالے کر دینا  
 آتم ارپنم جو بھگوت گیتا میں اخیر منزل بنائی گئی ہے بندگی کی اعلیٰ ترین حالت ہے  
 جس میں تمام درمیانی حالتیں ذم ہو جاتی ہیں۔ اور طریق عشق میں خود کو کسی  
 حوالے کرنے کے معنی ہیں اپنی خودی کو مرشد کامل کے سپرد کرنا اور بالکل

ناج فرمان مرشد بنجانا۔ اور کامل یقین کے ساتھ یہ سمجھ لینا کہ میری ہستی  
کون سی شے نہیں ہے اور ہم کا ذر ذرہ اور جان و ایمان تک کا مالک مرشد کامل  
ہے۔

بے سہارہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک پیغمبر نبو و زراہ و رسم مغلہا

جب طالب اس طرح اپنے آپ کو مرشد کامل کے سپرد کرتا ہے تو مرشد  
ہی خود کو یعنی اپنی روحانی طاقت کو کو طالب کے سپرد کرتا اور کلیتہً اپنے من  
بذبح کر لیتا ہے۔ یعنی مرید کا باطن مرشد کے باطن سے مل جاتا ہے۔ اور  
اسی مرتبہ خدائے شناسی اور یہی جگہ خدائی کی ہے۔ اور اس بات کے لئے  
پہلے طالب کو کامل خلوص اور محبت مرشد سے ہونی چاہئے۔ کیونکہ خلوص  
اور محبت دینی اور دنیوی ہر کام کے لئے لازمی اور ضروری شے ہے۔  
اب ہم دنیوی معاملات میں آتم ارپن کی ضرورت تکوید کہاتے ہیں  
”دیکھو ہر ایک شخص اپنے راز کو پوشیدہ رکھتا ہے اور کہتا ہے تو اس  
شخص کو کہتا ہے جو اس کا سچا دوست ہو اور سچی محبت و خلوصیت رکھتا ہو  
”اسی طرح عورت و مرد کے معاملے سے آتم ارپنم کی حالت کا مواز  
ہو سکتا ہے۔ رسم شادی کی بنیاد اسی اصول پر قائم کی گئی ہے۔ اس کی  
مثال سے پہلے یہ جانتا لازمی ہے کہ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک

ظاہری اور دوسری باطنی۔ ظاہری حالت کا تعلق مایا یعنی دنیا سے اور باطنی حالت کا تعلق خدا سے ہوتا ہے۔ عورت و مرد کے تعلقات قائم ہونے کے لئے اول باہمی محبت درکار ہے اور اسکو بعد ظاہری طور پر وصل ہونا ہے۔ یعنی عورت پہلے خود کو حوالے کرتی ہے۔ پہر مرد۔ اور پہر ظاہری محبت ہوتی ہے اور پہر وصل جس کا ظاہری نتیجہ اولاد کی شکل میں پیدا ہوتا ہے۔ باطنی حالت بھی بعینہ ایسی ہی ہے جیسی ظاہری یعنی پہلے طالب خود کو مرشد کامل کے حوالے کرتا ہے پہر مرشد۔ پہر خلوص و محبت یہر باطنی وصل اور باطنی وصل کا نتیجہ خدا حاصل ہوتا ہے۔ اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ آتم ارپنم کارشتہ دنیوی کار و بار اور دینی سہارا دونوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ہمارے مذکورہ انکشافات سے اس کا پتہ بخوبی چلتا ہے کہ ظاہری کار و بار کو انجام دیتے ہوئے ہم باطنی معاملات کو بھی کمال کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور شادی میں یہی حکمت مشہور ہے۔ مگر دنیا کی نظر ابھی اتنی وسیع اور باریک نہیں ہوئی۔ اہل دنیا باطنی رشتہ کو بالکل دل سے بہلا دیا اور اس معاملے میں وہ گویا بالکل اندھے بن گئے۔ اور ظاہری رشتوں کے غلام بن گئے۔ اور سمجھ بھٹھے کہ یہی سب کچھ ہے اور اسکو سوا کچھ نہیں۔ اب آپ پر یہ امر بخوبی روشن ہو گا ہو گا کہ جو طریقہ ہماری کتاب میں مرقوم ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے

وہ عورت اپنی تقریر میں اس اخیر فقرے پر آتی تھی کہ یہ منظر ایک بیک نظر سے محو ہو گیا۔ اور دیکھا تو وقت کا ایک لمحہ ہی نہیں گزرا تھا۔

اس قسم کے صد ہا مشاہدات ہمارا ج کو ہوتے رہے جو اپنی گونا گون کیفیتیں اور حیرت انگیز حیثیت میں ایک دوسرے پر سبقت لچاتے تھے۔ ان مشاہدہ دن میں ہمارا ج کو گھنٹوں بلکہ دنوں تک مصروفیت رہتی تھی لیکن مشاہدے کے ختم ہونے پر معلوم ہوتا تھا کہ ایک لمحہ ہی وقت نہیں گزرا اور نہ ظاہری حالت میں فرق آیا۔ نہ تجربے یا مشاہدے کی وسیلہ حالت میں کوئی تغیر واقع ہوا۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ آپ نے دنوں کی سنز لین چشم زدن میں ملے کی ہیں۔ دور دور کے مقامات کی سیر کرتے اور ایک مدت اس میں بسر کرتے مگر جب اصلی حالت پر عود ہوا تو وہی جگہ وہی وقت اور وہی حالت۔ درحقیقت یہ سب کچھ سائینس با با اپنی اس کتاب معرفت الہی کا مطالعہ کر رہے تھے جسکی اخیر میں ہمارا ج کو تعلیم کی۔

اب ہم چند واقعات ایسے کہتے ہیں جن سے معلوم ہو گا کہ طالب اپنی خود ہی مٹانے اور وصال باطنی یعنی خدا کے حاصل کرنے کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کرتا ہے جنکا کچھ ذکر پہلے ہی ہو چکا ہے۔

ایک سنار شیر ڈی میں مرا اور اسکی لاش مندر کے قریب دالے



مسان میں لا کر جلائی گئی۔ مہاراج تمام شب جلتی ہوئی راگھ کے قریب بیٹھ رہے۔ لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ سردی معلوم ہوتی ہتی۔ پکے کیلے بیٹھا رہا۔

شیرڈی کے لوگوں نے مندر کے سامنے برا ہوا گھوڑا ڈال دیا تین دن کے بعد اسکی انٹریان باہر نکل پڑیں تعین اس قدر تھی کہ تمام لوگ پریشان ہوتے تھے آپ نے دیکھا تو پیچھے اور تمام انٹریان اپنے ہاتھ سے باہر نکال کے جمع کیں اور ان سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔

کنڈو باکا مندر جہاں آپ رہا کرتے تھے کوڑے کرکٹ سے بہرا رہتا تھا۔ اور کبھی اوسکو صاف نہیں کیا جاتا تھا۔ مندر کے ارد گرد بھی لوگ پاخانہ پھرتے تھے۔ مگر مہاراج ہمیشہ اُسی کوڑا کرکٹ میں بیٹھے رہتے جب مندر سے باہر بیٹھتے تب بھی گندی اور میلی جگہ پسند کرتے کنڈو باکا کے مندر کا احاطہ بہت وسیع ہے اور مندر ویرانے میں ہونے کی وجہ سے لوگ اکثر اوقات اس احاطہ میں رفع حاجت کرتے۔ آپ جاتے اور تازہ تازہ گواٹھا لاتے اور نہایت ہی بے تکلفی سے کھیل کرتے اور اسکو اپنے تہا پ کر رکھتے۔ نہ صرف انسان کا فضلہ جمع کرتے بلکہ بد جانوروں کا فضلہ بھی جمع کرتے۔ مذکورہ بالا واقعات سے پورا ثبوت ملتا ہے کہ مہاراج نے اپنے احساس جسمی کو فنا کر دیا تھا۔ جس سے غرور کی بیخ کنی مقصود تھا۔

مہاراج کبھی غل نہیں فرماتے تھے جسکی وجہ سے جسم پر میل کی ایک موٹی تہ جم  
ی ہوتی۔ لوگ دوشن کو آتے تو آپ انہیں فضلے کے سوا کچھ ڈھیلے ٹھا  
ہو رہے تھے دیا کرتے جسکو معتقدین بڑی خوشی سے قبول کرتے۔

ایک مرتبہ سگن جو ابھی تک حیات ہے۔ اور شیر ڈمی سے  
بہشت رات کے وقت کہا نا لایا کرتا تھا۔ مہاراج کے لئے طشتری بہر  
بانا لایا۔ مندر میں گہستا ہی تھا کہ دیکھا کہ دروازہ کے قریب کی زمین گوسے  
پی ہوئی ہے۔ اس نے قدم روک لیا کہ مہاراج تھا ہون کہ پی ہوئی  
میں پر قدم کیوں رکھا۔ اگر دور کھڑا تو خیال کریتے کہ گوسے پر ہیز کرے  
اسی سوچ میں تھا کہ مہاراج نے نود فرمایا کہ پہلا بگ کر چلا آ۔ وہ اندر گیا  
اور کہا نا بدستور لتوں کے آگے ڈال دیا گیا۔

جذب کی حالت میں فضلے سے کہیں اور اسکو کہنا معمول ہو گیا تھا۔ جو  
دک کہا نا لاتے اُن سے بیکر آپ اسکو اتنی دور پہنچتے کہ وہ فضلے میں گر کر  
فرسا بھی کیسے کام کا نہیں رہتا تھا۔ اور اکثر کہا کرتے کہ کیا میرے لئے گو  
نہا ہے۔ اور یہ کہ کیا صرف تیرا ہی گو ہے یا تیرے بچوں کا بھی۔

اس حالت میں گاؤں کے بچے جن میں اکثر مسلمان لڑکے زیادہ  
ہوتے ادھر ادھر سے سوکھا ہوا گواٹھا لاتے اور پوچھتے کہ تلو گو چاہئے۔  
آپ فرماتے ہاں تو یہ لڑکے اس گونو کو مہاراج کے منہ میں ڈالتے اور مذاق

اُڑاتے۔ مہاراج بڑی رعبت سے اس گوی کو کہاتے۔ کبھی وہ خود ہی منہ کے احاطہ سے گوجھ کر تے اور کہاتے۔ اگر عورتیں دریافت کرتیں کہ ہم کہا نا پکا کر لائیں تو آپ فرماتے کہ ہمارے لئے گویا کہا نا لاؤ

آپ ترک آب و خورش سے اس قدر زار و خیف ہو گئے تھے کہ جسم میں ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ اٹھنا بیٹھنا دشوار تھا لیٹے تو سخت زمین پر ہڈیاں چھبتیں۔ اس لئے آپ نے ایک دن مٹی جمع کی اور ہر ٹاٹ بچھا کر لیٹے۔ مٹی گیلی ہتی دیک لگ گئی اور ٹاٹ کو چاٹ کر مہاراج کے پاؤں پر آن پہنچی مگر مہاراج کو خبر تک بھی نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ مہاراج اسی کس مہر سی کی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ بمبئی کا ایک پارسی دہنجی شاہ نامی جو سائین بابا کے پاس آیا کرتا تھا۔ مہاراج کے درشن کو آیا۔ یہ حالت جو دیکھی تو رونے لگا اور کہا کہ آپکو اس تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔ اگر قبول فرمائیں تو میں ایک نرم بستر بھجواؤں آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ بہائی میں تم سے کچھ نہیں چاہتا مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ لیکن دہنجی شاہ نے ہزار وقت ہرن کی کہاں کے لئے مہاراج کو رضا مند کر لیا۔ اور یہ ہی عرض کیا کہ آپ کبھی کبھی دودھ پی لیا کیجے میں اوس کے گرم کرنے کے لئے جو ہا بھجواؤں گا۔ مہاراج نے فرمایا کہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے تاہم اوس نے بمبئی پہنچتے ہی مذکورہ چیزیں اور

نہد کی بوتلیں اور کچھ فروٹ بیچوایا۔ آپ نے تمام چیزیں تقسیم کر دیں۔  
 اس عمت آزمائش کے وقت ہماراج کے پاس صرف ایک پیرانا کھل تھا  
 جس میں لاکھون سفید جوبن پڑی ہوئی تھیں۔ اور شیر ڈمی سے روانہ ہوئے  
 تک یہی ایک کھل رہا۔

ہماراج کو ترک غذا کئے ہوئے دو سال گزر گئے تھے۔ اگرچہ  
 وہ باقی وغیرہ انکے لئے کافی وغیرہ ہر شب کو لایا کرتے مگر ہماراج اسکو  
 ہی ہاتھ نہ لگاتے اور یہ سب کتوں کے نذر کیجاتی۔ اپنی ایام میں سائین  
 بابا نے ڈاکٹر پلے کے ہاتھ ایک آم بیچا۔ مگر ہماراج نے کھانے سے انکار کیا۔  
 ڈاکٹر پلے نے کہا ہماراج یہ سائین بابا نے آپ کے لئے ہی بیچا ہے آپ کو  
 کھانا ہی پڑے گا۔ متواتر اصرار پر ہماراج نے کہا اچھا رات کو آنے والی  
 پارٹی سے اسے لیکر دیکھا جائیگا۔ ڈاکٹر پلے آم لئے ہوئے بوٹ آئے رات  
 کو ٹولی کو ہمراہ ڈاکٹر پلے پہر آئے۔ اور ہماراج کو آم پیش کیا اور ہزار منت و  
 حاجت ہماراج کو کھانے پر آمادہ کیا۔ ہماراج نے ایک قاش آم کی کھائی  
 نام لوگ خوش ہو گئے۔ ہماراج نے فرمایا ڈاکٹر صاحب اس میں اچھا بُرا  
 کسی طرح کا مزہ نہیں آیا۔ ڈاکٹر نے جو فقیر و نکلی صحت اٹھائے ہوا تھا  
 کیا تباہ جب حقیقی مزہ حاصل ہو گیا تو پھر دوسری کوئی چیز کیونکر مزہ دے  
 گی۔ ہماراج نے یہ فقرہ سنکر سنکرت کا بہ اشلوک پڑھا

و شیاؤنی ورتنتے نرہا ہر سشی دیہی ہرہا  
 رُس و زجُم ر سو پستی پر بندش ہا نور شہ

جسکے یہ معنی ہیں کہ دوح کہا نا پینا بالکل چھوڑ دینے سے، نام چیزوں کے  
 مزے سے نااہل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کو دیکھنے سے یہ لذت حاصل ہوتی  
 ہے اس کے مقابلے میں ظاہری غذا اور لطیف چیزوں کی لذت خاک ہو جاتی  
 ہے۔ اگر ہم غور سے کام لیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ انسان کو مختلف اعضا  
 مختلف اشیاء کے استعمال کے لئے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔  
 پس اگر کوئی اعلیٰ بیکار ہو جائے یا اوس سے کوئی کام نہ لیا جائے  
 تو لازمی طور پر شے مذاقہ عضو بیکار اور اوس کی ضرورت معدوم ہو جائیگی  
 اور اس قطع تعلق سے اوس شے کی حقیقت سے یہ لذت بھی بہول جاتی ہے  
 جہاں نے ہم کی قاش کہانی تو کافی کا ایکٹ یہ ہی آپکودیا گیا۔ اس دن سے  
 آپ نے ہر دو دن یا تیرن دن بیچ تہوڑی سی کافی یعنی مشروب کی کبھی  
 کبھی ڈاکٹر پے ان کے لئے نازہ پہلون کے کڑے لاتے جو اکثر دن کو جہاں  
 کہا یا کرتے اور دن بہر، وزہ دیکھتے۔ شبر ڈی سے شریف، بیجانے تک  
 یہی روشن رہی۔

# نوٹ منبر

معلقہ صفحہ ۱۲۲

ہندو مذہب کے مطابق برس میں چار راتوں کو دوسری تمام راتوں پر شرف  
 ملتا ہے۔ ان راتوں میں عالم رومانی میں بڑے بڑے کار نمایاں طے پاتے  
 ہیں۔ لہذا ان خاص راتوں میں جو لوگ ہندو شاستر کے مطابق منتر اور  
 دوسرے امور کی انجام دہی پورے طور سے کرتے ہیں وہ اپنی ان تمام  
 ششوں کا انجام بہت جلد حاصل کر لیتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان  
 راتوں میں سدگروؤں کے عملیات کا زور شور رہتا ہے۔ لہذا ان  
 راتوں کے عملیات کے اثر سے مذہبی امور کے مطابق عمل کرنے والوں کے  
 کام کا نتیجہ بہت جلد برآمد ہوتا ہے۔ ذیل کی مثال سے مذکورہ بالا تحریر کا  
 مطلب صاف طور پر سمجھ میں آجائیگا۔

ہر حکم میں خواہ وہ سرکاری ہو یا غیر سرکاری اگر کسی کو کوئی خاص

کام انجام دینا ہو تو سب سے پہلے اسکو ایک عرضی اس خاص محکمہ میں جسکے  
 متعلق یہ کام ہوگا گذار دینی پڑیگی۔ اور اسکو جواب کا انتظار کرنا پڑے۔  
 اس کا آخری جواب دینے سے پیشتر وہ عرضی متعدد ہاتھوں میں سوات  
 ضروری کے حل کرنے کے لئے جاتی ہے اور جب سب جوابات مہیا ہو جائے  
 ہیں تو اخیر میں اس کا جواب ایک عرصہ دراز کے بعد ملتا ہے۔  
 اس طرح اسکو مطالب کی تفصیل میں غیر ممنوعی دیر لگتی ہے۔ لہذا اسکو  
 جلدی حاصل کرنیکا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ عرضی بجائے اس محکمے کے براہ  
 راست اس افسر خاص کے ہاتھ میں دی جائے جسکو فوری فیصلہ کرنیکا  
 حق حاصل ہو۔ اور جو سال میں تین چار بار دیہات یا شہروں میں ایسے  
 فیصلے دینے کی غرض سے دورا کر رہا ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ فہم  
 اختیارات کے زور پر جو ایسے معاملات فیصلہ کرنے کے لئے اسکو ملے  
 گئے ہیں فوراً اسی مقام پر تفتیش کر کے یا براہ راست سوالات کے  
 جواب دے کر فیصلہ سنا دے گا۔ اور اس طرح آٹا فائنا میں مطالبات  
 ہو جائینگے۔

اسی طرح ہر عالم روحانی کے خاص افسر سد گردیا اولیا  
 ہوتے ہیں اور جو ان چار راتوں میں عالم روحانی میں اپنے عملیات یا  
 اختیارات کو لئے دورہ لگاتے ہیں۔ لہذا مذہب کے ماننے والے

اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنی عصی (مذہبی احکامات کی تعمیل) ان چار قانون  
 میں پیش کرتے ہیں۔ اور اس کا فوری اور تشریفی بخش جواب پاتے ہیں۔  
 یعنی جس قدر اعتقاد اور تندہی کے ساتھ یہ مذہبی احکامات کی تعمیل  
 ہوگی اسی کے تناسب سے اسکا فائدہ انہیں حاصل ہوگا۔ ہندو مذہب  
 کے مطابق چار راتیں حسب ذیل ہیں

**کال راتری** یا اشون بدر چتر دشی۔ جو دیوالی کے ایک دن بیشتر  
 شروع ہوتی ہے۔

**ہمارا تری** یا ماگہ کرشن چتر دشی۔ جسکو مہاشیورا تری بھی کہتے ہیں  
**مورہ راتری** یا شراون کرشن ششمی۔ جو کرشن جنم ششمی کے نام سے  
 بھی مشہور ہے۔

**درونا راتری** یا اشون شدہ ششمی جو دسہرے سے ایک روز  
 پیشتر واقع ہوتی ہے۔





## نوٹ نمبر ۲

متعلقہ صفحہ نمبر ۱۲

جہاراج کی زندگی شیر ڈی مین پہنچ کر ابتدا سے یعنی سائین بابا کے  
 روشن کے زمانے سے لیکر شیر ڈی پھوڑ کر ناگپور اور کپڑ پور وغیرہ کے سفر تک  
 ایک گناہگار قیدی کی زندگی کے موافق تھی یا با افاغہ دیگر سائین بابا نے  
 انکو چار برس قید سخت کی سزا دی تھی۔

سائین بابا کا پہلا فرمان جہاراج کے نام یہ تھا کہ جہاراج چار برس  
 تک شیر ڈی مین ٹھہرے رہیں۔ اور اس چار برس کے قیام میں جہاراج کو  
 کمال یقین رہا کہ وہ مرینگے نہیں۔ نیز اس کا بھی انکو علم ہو چکا تھا کہ اس مدت  
 کے اختتام پر سائین بابا کے فرمان کے مطابق وہ انکی جگہ مقرر ہونیوالے  
 ہیں۔ لہذا جہاراج نے اس مدت میں اپنی زندگی اپنے مجوزہ اصول کے مطابق  
 عملاً سخت مصائب و تکالیف میں گزاری۔ یہ ایسی کٹھن اور دشوار زندگی  
 تھی کہ دنیا کا سب سے زیادہ جفاکش اور ولیہ مجرم بھی اسکی سختیوں اور عذاب سے  
 جاہر نہیں ہو سکتا تھا۔ انہوں نے اپنی خوشی سے سخت ترین سزائیں بھگتیں  
 اور انکے بھگتے اور صبر و شکر کے ساتھ سہنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ مگر  
 انکی ایسی سزائیں بخوشی برداشت کرنے میں جو راز تہا عام لوگ اُس سے

واقف نہیں تھے۔ اہل نظری اس رمز کو خوب سمجھ سکتے ہیں۔ ناظرین کی وسعت معلومات اور انکشاف حال کے لئے اس مضمون کے متعلق چند نکات بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس طرح سنہ بیگننے سے کونسے فوائد مترتب ہوتے ہیں۔

”وہ تمام سزائیں جو گورنمنٹ نے مقرر کی ہیں (مگر خود جن سے واقف نہیں ہے) کیا کیا فوائد ان سزائوں سے مقصود ہیں۔ کیونکہ ان سزائوں سے اس کا مدعا صرف مجرم کا ارتکاب جرم سے باز آ جانا اور دیکھنے والوں کے لئے عبرت ملنا ہے) دراصل ذریعے ہیں جنہی مدد سے ایک مبتدی (عالم قدس کی راہ کا امتداد) عالم قدس کی اعلیٰ ترین منزل پر پہنچتا ہے۔ اور جو اس راستے میں قدم رکھتا ہے وہ ایسی سزائیں اپنے لئے خود بخود کر تا ہے اور ان کو پورے طور پر بھگت کر منزل مقصود تک پہنچتا ہے۔ اکثر ایسی سزائیں ایک سدگرو (پیر معان) روحانی طاقت سے اپنے چیلے کے ماتھوں تجویز کرتا ہے جنکو وہ چیلہ بھگت کر عالم قدس کی طرف پرواز کرنا شروع کرے اور یہ سزائیں جو ایک چیلے کو بھگتنی پڑتی ہیں دراصل گورنمنٹ کی تجویز کردہ سزائوں سے بالکل مشابہ ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ چیلہ ان سزائوں کو بھگت کر سدگرو بنتا ہے اور مجرم تکلیف اٹھاتا اور اپنی جگہ پر رہتا زیادہ واضح طور پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ کسی چیلے کے سزا بیگنے میں او

مجرم کے سزا بھگتے میں یہ فرق ہے کہ چیلان کی تلاش میں یہ تمام سزائیں  
 خود بخود کر کے خوشی خوشی اٹھاتا ہے حالانکہ وہ کسی گناہ کا مجرم نہیں ہے  
 جسے بدلے وہ ایسی سزا بھگتے۔ مگر ایک مجرم اپنے جرم کے بدلے میں سزا  
 بھگتا ہے مزید برآں یہ کہ اسکو چلیے کی طرح تمام سزائیں مکمل طور پر نہیں  
 بھگتی پڑتیں۔ اسکو تو صرف گناہ کے تناسب سے کم یا زیادہ مقدار میں سزا  
 دی جاتی ہے اور اسلئے وہ سزا صرف گناہ کا بدلہ ہوتی ہے جس سے مجرم  
 کو کوئی مزید فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ سزا بھگتے پر وہ صرف گناہ کا  
 مجازہ ادا کرتا ہے اور اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے مگر یہ سب اس کے  
 لئے ہے جسٹس جان بوجھ کر گناہ کیا ہو۔ لیکن اگر کسی شخص نے انجان پن میں  
 گناہ کیا ہو اور اسکو گناہ کرنے میں کوئی دھوکہ یا اسکی اپنی ذاتی غرض ہو  
 بلکہ کسی قابل تعریف کام اور نیک مطلب مثلاً اپنے دیس کی بھلائی کی خاطر  
 یا اپنے مذہب کے لئے یا خلقِ اللہ کی بہبودی کے واسطے گناہ صادر ہوا ہو  
 اور اسکو عوض میں اسکو سزا جھیلنی پڑے تو ایسی حالت میں اس بات کا  
 مستحق ہوتا ہے کہ زمانہ مستقبل میں اسکو اسکا پہل ملے۔

اگر کوئی آدمی جان بوجھ کر گناہ کرے یہ سمجھ کر کہ سزاؤں کے بھگتے سے  
 وہ حق شناس بن جائیگا کیونکہ سزا اور تکلیف برداشت کر نیسے دائمی  
 خوشی کا رسمہ ملتا ہے تو حقیقتاً وہ گمراہی میں پہنسا ہوا ہے اسکو

ہرگز حق کا پتہ نہیں چل سکتا۔ کیونکہ وہ صرف اپنے کئے ہوئے گناہوں کی سزا اٹھاتا ہے اور اس حالت میں اسکو نفع نقصان کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر ذاتی غرض کے لئے مثلاً دولت اور نام حاصل کرنے کے لئے یا انتقام کی غرض سے یا دغا بازی سے سلطنت کو الٹ دینے کے ارادہ سے کسی نے گناہ کیا اور اس کے سزا بہکتی تو یہی وہ کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس جرم کے بد سے میں سزا بہکتی ہے۔ لیکن اگر بغیر کوئی خطا کے یا کسی نیک کام کی خاطر کسی کو سزا بہکتی پڑے تو ایسی سزا کا بہکتنا گویا اس کے لئے خدا شناسی کی پہلی سیڑھی کا کام دے گا۔

یہاں چیلے کی خود تجویز کردہ سزائیں جسکو وہ خود مکمل طور پر بہکتا ہے اور ایک شخص کے بیگناہ سزا بہکتے ہیں جسکو وہ اپنے لئے خود تجویز نہیں کرتا نمایاں فرق معلوم ہوتا ہے۔ اس دوسرے شخص کا اس طرح سزا بہکتنا اسکو آئندہ زندگی میں حق شناسی کے لئے وہ تمام سزائیں (جو ایک چیلہ انسان کی زندگی میں سد گرد بنتے کے لئے اٹھاتا ہے) خود اپنے ہاتھوں تجویز کر کے چیلے کی طرح بہکتنے کے لئے تیار کرتا ہے۔ کیونکہ نادانستہ گناہ کر کے جاہل گرد کے ہاتھوں مجبوراً سزا بہکتنا اسکو اسی قسم کی یا اس سے بھی سخت سزائیں آئندہ زندگی میں سب جاننے والے سد گرد کے ہاتھوں چیلے کی حیثیت میں بہکتنے کے لئے مستحق بنا دیتا ہے۔ یا بالفاظ دیگر اس کا اس طرح سزا بہکتنا

گویا اپنا نام خدا شناسی کی فہرست میں آئندہ زندگی میں چیلے کی طرح سزا  
ہگتے وانو کی حیثیت میں لکھوانا ہے

اب ہم اس بات پر غور کریں گے کہ گورنمنٹ کی تجویز کردہ سزائیں  
کس طرح حق شناسی کا ذریعہ ہو سکتی ہیں۔ جو ایک جیلا اپنی خوشی سے  
سد گرو بننے کے لئے ہگتا ہے۔

اس ضمن میں ہم پہلے جیل کو لیتے ہیں۔

جب کوئی سزا ہگتے کے لئے (جیل خانے) قید خانے میں بھیجا جاتا ہے تو اس  
جیل گورنمنٹ کا صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ اسکو عیش و عشرت سے مانبا  
ہوئی بچوں اور دوست احباب اور آزادی سے الگ رکھا جائے۔  
بالفاظ دیگر میعاد مقررہ تک دنیا سے اسکا تعلق قطع کیا جاوے۔  
ایک سد گرو کا اپنے چیلے کو دنیا ترک کر نیکا حکم دینا گویا اسکو جیل خانے  
بھیجا ہے کیونکہ ایسا کرنے کیلئے اسکو مذکورہ بالا تمام تعلقات کو قطع کرنا  
لازمی ہے

## تاریک گھر

ایک قیدی بطور سزا کے تاریک کوٹھری میں بند کر دیا جاتا ہے۔  
خدا شناسی کے لئے بھی تاریک کوٹھری میں حالت مراقبہ میں بیٹھنا خود کو  
بھولنے کے لئے اور خدا کا وصل حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے اور

ایسا کج تنہائی جیل کی تاریک کوٹھری سے بہتر نہیں مل سکتا۔

در اصل خود کو بہونے کے معنی ہیں خود کو نہ دیکھنا۔ خود کو نہ دیکھنے کے لئے ہلکواپنی آنکھیں بند کرنی چاہئیں۔ مگر صرف آنکھیں بند کرنا خود کو بہونے کے لئے کافی نہیں کیونکہ آنکھیں بند کرنے پر بھی ہم اپنے حواس اور اپنے جسم کو چھو کر خود کے موجود ہونے کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ لہذا خود کو بہول جانیکیلئے ہلکواپنے حواس گم کر دینے چاہئیں۔ اور حواس کے گم رہنے کے معنی ہیں کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہونے پر بھی کچھ نہ دیکھائی دے۔ ہم معمولی حالت میں جب آنکھیں کھلی رکھتے ہیں تو ہمیں اپنے آس پاس کی تمام چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور جب آنکھیں بند کرتے ہیں تو بھی ہمیں کوئی چیز نظر آتی ہے۔ اور وہ چیز تاریکی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دراصل آنکھیں دیکھتی نہیں۔ بلکہ دیکھنے والا کوئی دوسرا ہے۔ جو آنکھوں میں سے دیکھ رہا ہے اور آنکھیں محض اس کو دیکھنے کے لئے کھڑکیاں یا دریچے ہیں۔ ہم یہ بھی بخوش محسوس کرتے ہیں کہ دوئی کا حبال ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور ہر طرف میں دوئی کا ظہور ہے۔ یعنی جہاں تاریکی ہے وہاں نور کا ہونا ضرور ہے۔ اور جہاں قدرتی نور ہو وہاں مصنوعی یعنی اسکی ضد بھی موجود ہونی چاہئے۔ قدرتی نور کے معنی خدا ہیں جسکے مقابلے میں مصنوعی نور ہے جسکے معنی۔ ہمارا نور۔ سوچ۔ چاند۔ ستارے اور ہر وہ چیز جو ہم اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ

سکتے ہیں۔ سیطرہ قدرتی تاریکی اور مصنوعی تاریکی ایک دوسرے کے مقابلے  
 میں موجود ہیں۔ اب یہ چاروں حالتیں یعنی قدرتی نور۔ قدرتی تاریکی مصنوعی نور  
 اور مصنوعی تاریکی ہر جگہ اور ہر شے میں موجود ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی مانی ہوئی  
 بات ہے کہ جب ہم روشنی دیکھنا ہو تو ہم تاریکی میں ہونا چاہئے یعنی  
 روشنی سے بالکل الگ۔ مثلاً فضلہ کہ باوجود پیٹ میں موجود ہونے کے  
 دکھائی نہیں دیتا اور جب پیٹ سے باہر آتا ہے تو ہم اس کو دیکھتے اور  
 کہتے ہیں کہ یہ فضلہ ہے۔ قدرتی تاریکی ہمیشہ قدرتی روشنی کو بلا توقف دیکھا  
 کرتی ہے اور سیطرہ مصنوعی تاریکی مصنوعی روشنی کو۔ ہر نہان میں یہ  
 چاروں چیزیں ہیں یعنی قدرتی روشنی اور قدرتی تاریکی مصنوعی تاریکی اور مصنوعی  
 روشنی۔ مصنوعی تاریکی سے ہمارا مطلب خودی ہے۔ یہ خودی ہر  
 اس شے کو جو مصنوعی ہے بلا توقف دیکھا کرتی ہے۔ اور قدرتی روشنی  
 دیکھنے کیلئے یعنی خدا کو دیکھنے کیلئے ہم کو اپنی خودی کو بالکل مٹا دینا چاہئے  
 اور اس حالت میں مصنوعی روشنی یعنی تمام وہ چیزیں جو ظاہری دنیا سے  
 متعلق ہیں آپ ہی آپ گم ہو جائیں گی اور صرف قدرتی تاریکی اور قدرتی اجالا  
 باقی رہ جاتا ہے۔ اس مضمون کے متعلق ہمارا ج سے سنی ہوئی ایک کہانی  
 بچ کچاتی ہے جس سے پڑھنے والوں کو اس مضمون کے سمجھنے میں بہت  
 مدد ملیگی۔



ایک دفعہ میں ایک مدت دراز کے لئے قید خانہ میں بھیج دیا گیا اور وہاں میں ایک تاریک کمرے میں بند کیا گیا۔ یہ کمرہ اور تین کمروں کے اندر گہرا ہوا تھا۔ یعنی اس تاریک مکان میں کل چار کمرے تھے جس میں سب کے اندر والے کمرے میں مجھے بند کیا گیا۔ جو سب سے زیادہ تنگ اور تاریک واقع ہوا تھا۔ رات کمروں میں ہوا کے داخل ہونے کے لئے چھوٹے دریچے اس طریقے پر واقع تھے کہ صرف ہوا کا اس میں سے گزر ہو سکتا تھا روشنی کی ایک کرن بھی اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ میرے سب سے اندر والے کمرے میں تو اس غضب کی تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ تاریکی ظلمات ہی اس کے سامنے پہنچ تھی۔ دوسرے کمرے میں جو میرے کمرے کو گہیرے ہوئے تھا ایک اور بد نصیب قیدی کو رکھا گیا تھا۔ اس قیدی نے دروازے سے یا رانہ پیدا کر کے اور قید سے رہائی پر انعام کا لالچ دیکر اس کمرے میں روشنی کا انتظام کرایا تھا۔ وہ دربان ہر روز ایک موم بتی اس کے لئے لایا کرتا۔ اس دربان نے مجھے ہی کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے ہی ہر روز موم بتی مہیا کر سکتا ہوں۔ مگر میں نے قبول نہ کیا اور اس سے کہا کہ مصنوعی روشنی کب تک کام دیگی۔ میں اس قدر تاریکی کی صحبت میں بڑی راحت اور آرام سے گزار سکتا ہوں یہ سنکر دربان چپ چاپ رخصت ہو گیا۔ اور پہر کبھی مجھے اس بارے میں دریافت نہیں کیا۔ اس وقت سے

میں کہتا اس تاریکی کے دامن میں اپنا منہ چھپانے پڑا رہتا اور اپنے وجود  
 (مصنوعی روشنی) کو باؤس کر کسی حصے کو مطلق نہ دیکھ سکتا تھا۔ سی طرح  
 رفتہ رفتہ میں اپنے اس جسم خالی کو ہوتا گیا یہاں تک کہ مجھے اپنے وجود کی ہستی  
 کا مطلق خیال نہ رہا۔ وجود تو اس طرح مفقود ہو گیا مگر میں خود یعنی مصنوعی  
 اندھیرا باقی رہ گیا۔ جو ہمیشہ تاریکی کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ اس صحبت  
 دیرینہ کی وجہ سے ہم دونوں کی آپس میں محبت بڑھ گئی۔ کیونکہ جون جون وہ  
 مجھ میں سماتا گیا میں اپنی اس میں سماتا گیا اور اس کشش نے آپس میں بقدر  
 ترقی کی کہ ہم دونوں نے متفق ہو کر آخر ایک دوسرے سے شادی کر لی۔  
 اور اب وہ (قدرتی تاریکی) اور میں (مصنوعی تاریکی) ایسے متحد ہو گئے کہ ایک کو  
 دوسرے سے جدا کرنا ناممکن ہو گیا۔ دونی کا پردہ بچ سے اٹھ گیا اور ہم  
 ایک ہو گئے یا یہ کہنے کہ دونوں نے آپس میں ایک دوسرے میں مل کر اپنی  
 جدا گانہ ہستی کو فنا کر دیا۔ اور جب ہم فنا ہو گئے تو صرف قدرتی روشنی  
 کا وجود باقی رہ گیا۔ غرض ہر طرف نور ہی نور تھا اور کچھ نہ تھا۔ ایک عرصے  
 تک میں اس تجربے میں رہا جب میں خود کو (مصنوعی تاریکی) کو محسوس کرتا تو  
 خود کو قدرتی تاریکی کے آغوش میں پاتا۔ اور جب ہم دونوں آپس میں متحد  
 ہو کر فنا ہو جاتے تو پھر نور ہی نور رہ جاتا۔  
 ایک مدت دراز کے بعد میری قید کی میعاد ختم ہوئی اور مجھ کو آزاد

کر دیا گیا۔ قید خانہ سے آزاد ہو کر مین باہر آیا مگر میرا دائمی معشوق جس سے  
 مین نے شادی کر لی تھی میرے ساتھ ہی رہا۔ اور اس لئے جب مین قید خانہ  
 سے نکلا تو ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آرہی تھی۔ اور یہ واقعہ لوگوں کو  
 مین نے سنایا۔ مین نے اُن سے کہا کہ ابھی رات کا وقت ہے اور اندھیر  
 مین مجھے کچھ سوچتا نہیں۔ حالانکہ وہ دن کا وقت تھا اور ہر جگہ اجالا  
 ہی اجالا تھا۔ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ میری قوت بصارت جاتی رہی ہے  
 اسلئے وہ مجھے ڈاکٹر کے یہاں لینگے ڈاکٹر نے میری آنکھوں کا امتحان کر کے  
 کہا کہ یہ اندھا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ ایک مدت تک تاریکی مین رہنے کی وجہ سے  
 میری آنکھوں مین وہی تاریکی چھا گئی ہے اسی لئے باہر کا اجالا تاریک  
 نظر آتا ہے۔ اور چون چون یہ آنکھوں مین سمائی ہوئی تاریکی کم ہوتی جائیگی  
 آنکھیں ہی رفتہ رفتہ روشنی قبول کرتی جائیگی۔ اور جب یہ تاریکی آنکھوں  
 سے بالکل مفقود ہو جائیگی تو روشنی اسکی جگہ آجائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ رفتہ  
 رفتہ میری آنکھوں مین روشنی آگئی۔ مگر مین اپنی معشوقہ یعنی قدرتی تابکاری  
 کو بھولا نہیں اور ہمارا عشق آپس مین ویسا ہی قائم رہا۔ جب مین چاہتا تھا  
 اپنے اس وفادار اور غم گسار رفیق سے ملتا تھا۔

اب ہم پہر اپنے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں اور بتلانا چاہتے ہیں  
 کہ گورنمنٹ کی تجویز کردہ سزائیں خدا شناسی کے لئے کیسی کارآمد

ثابت ہوتی ہیں۔ سخت مزدوری۔ پتھر پھوڑنا۔ آٹا پیسنا۔ گڑ ہے کہو دنا اور ایسے ہی دوسرے ذلیل کاموں کے لئے سخت محنت درکار ہوتی ہے اور یہ سزا قیدی کو ہیگتھی پڑتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا غرور ٹوٹتا ہے اور خود کو بہت ذلیل اور گرا ہوا سمجھنے لگتا ہے۔ اس سخت محنت سر ہکا جسم بھی لاغر ہوتا جاتا ہے۔ اور خدا شناسی میں عجز و انکسار کی سخت ضرورت ہے اور خیال تن پروری کو ترک کرنا لازمی ہے۔

سادہ اور ایک ہی  
قسم کی غذا

جیل میں جو غذا قیدیوں کو دی جاتی ہے وہ بالکل سادہ ہوتی ہے۔ اس سے گورنمنٹ کا منشاء ایذا رسانی اور مختلف ذائقوں سے محروم رکھنا ہے لیکن غور سے جب دیکھا جائے تو کہلتا ہے کہ ایک ہی قسم کی غذا کھانے سے انسان کی قوت ذائقہ بالکل مفقود ہو جاتی ہے اور متفرق قسم کی لذیذ اور مزیدار غذائیں کھانے کی خواہش کا خاتمہ ہو جاتا ہے خواہشات نفسانی کی رفتہ رفتہ جڑ کٹی جاتی ہے۔ محال کلام یہ سزا بھی ایک قسم کا سخت روزہ ہے اور نفس امارہ کے زیر کرنے کے لئے بہت کارآمد ہے اور خدا شناسی کے لئے نفس امارہ کو مارنا شرط لازمی ہے۔

جُرمِ ماندہ

مجرم سے سرکار جہرمانہ وصول کرتی ہے۔ جس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مجرم بطور سزا اپنی محبوب ترین چیز

دولت سے محروم کیا جائے۔ اور اسکو چہن جانے سے غت اور خیال خود داری کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور انسان خود کو بالکل حقیر سمجھنے لگتا ہے اور نامعلوم طور پر اسکو فخر و غرور کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اور فخر و غرور کو مٹا اور غمزہ نیاز پیدا کرنا طالب حق کے لئے لازمی ہے۔

### سادہ لباس و بستر

جیل میں مجرم کو بہت ہی کم قیمت سادہ اور ضروری لباس مہیا کیا جاتا ہے ویسے ہی اسکے آرام کرنے کے لئے ایک کھردرا نا ملائم بستر ایک ناقص کھل کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ دراصل اسکو بالکل سادہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اور سادہ زندگی بسر کرنا مروان حق کے لئے ناگزیر ہے

### سزائی تازیانہ

مجرم کو تازیانے اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ وہ سخت درد و محسوس کرے لیکن اگر اس سزا اور اسکو اثرات پر پوری طور سے غور کیا جائے تو سمجھنا ذیل نتائج برآمد ہونگے۔

جسم پر ضرب لگنے ہی وکو یکبارگی شدید صدمہ پہنچتا ہے اور اس قلیل ترین عرصے تک جس میں ضرب لگتی ہے دل گویا کند پڑ جاتا ہے اسکی معمولی حرکت بند ہو جاتی ہے۔ اور ایسی شدید ضربیں پے درپے لگنے پر انسان بہوش ہو جاتا ہے۔ اور دلکی حرکت کو بند کرنا یا بالفاظ دیگر دل کو

قائم کرنا رہرو منزل حقیقت کے لئے ضروری شرائط میں سے ایک شرط ہے۔

### ہتکڑی اور بیڑی

جرم کو ہتکڑی اور بیڑی اس لئے پہنائی جاتی ہے کہ وہ جیل کی حدود سے نکل کر باہر کی دنیا سے نہ باطلے۔ یہاں جیل کی حدود کو حدود عالم قدس سے اور دنیا کو حدود مایہ سے تشبیہ دیکر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح جیل کی حدود میں سے مجرم کو دنیا کی طرف آنے سے روکا جاتا ہے۔ سیطرہ مردان خدا کو حدود عالم قدس سے نکل کر حدود مایہ میں داخل ہونے سے روکنا ضروری ہے تاکہ وہ منزل مقصود کو پہنچے۔

### پہانسی کی سزا

جب پہانسی دینے کے لئے کسی مجرم کے گلے میں رسی باندھ کر لٹکایا جاتا ہے تو اس کا دم رک جاتا ہے اور جب اس دم کی رکاوٹ اپنی اخیر حد پر پہنچتی ہے تو پران والو (نفس اور (اپان والو) ریح ایک مقام پر آکر آپس میں مل جاتی ہیں اور ان کے آپس میں ملتے ہی سما دی کی حالت رونما ہوتی ہے۔ مگر وہ دیر تک نہیں رہتی۔ کیونکہ نفس اور ریح کے اچانک تصادم سے جسم کو ایک زبردست صدمہ پہنچتا ہے جسکی وجہ سے پہانسی پر لٹکایا ہوا آدمی مر جاتا ہے۔ بخلاف اسکی جو رفته رفته نفس اور ریح کو ایک مقام پر لانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب ایک عرصے کے بعد ان دونوں کو ایک جگہ

لے آتے ہیں تو وہ سادہی کی حالت میں آجاتے ہیں۔ مگر وہ اس حالت میں پہنچ کر مرتے نہیں کیونکہ انہوں نے بتدیج ان دونوں کو طایا ہے غرض کہ پہانسی پر چڑھا ہوا آدمی اور یوگی دونوں کو سادہی کی حالت نصیب ہوتی ہے۔ مگر فرق صرف اتنا ہے کہ اس حالت میں یوگی قائم رہتا ہے۔ اور بد قسمت پہانسی والا آدمی سادہی کی حالت میں آتے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔“

ہماراج نے اپنے شیر ڈی کے قیام میں ان تمام سزاؤں کو بلکہ ان سے بھی بدتر سزاؤں کو خود بخود کر کے بوجہ حسن بہکتا۔ گویا سزاؤں کے دراصل سدگر و سائین بابا کی روحانی طاقت کی وجہ سے ہماراج نے تجویز کی تھیں مگر جبکہ وہ سمجھے نہیں تھے۔

ہماراج کی سزاؤں بہکتے کا مختصر بیان ذیل میں ناظرین کی معلومات کے لئے کہا جاتا ہے۔

ناظرین کو پہلے یہ بات معلوم کرائی گئی ہے کہ سائین بابا کے حکم سے ہماراج نے اپنی بیٹھک کھنڈو با کے مندر میں جو مرگھٹ کے قریب واقع تھا مقرر کی تھی۔

شیر ڈی کے مسان کے حدود اور اطراف کے جنگل سے بدتر جبل کہیں نہیں ہو سکتی جبکہ چھوڑ کر ۴۰ برس تک ہماراج کہیں نہیں گئے۔

اور اسی میں طرح طرح کی سزاؤں جھیلیے رہے۔

کہنڈ و باکے مندر سے زیادہ خراب کوئی اور تاریک کمرہ نہیں ہو سکتا۔ انسان اور بہیاں مندر میں جہا راج راتوں کو بغیر روشنی کے غصے و زہم تک رہے۔ سب سے الگ جنگلون میں گہرے ہوئے مندر میں جو سانپوں اور بچھوؤں کا گھر بنا ہوا تھا جہا راج کا بخوشی قیام کرنا اور راتوں میں کواقعات کا پیش آنا مثلاً زمین ہلنا۔ خوفناک آوازیں آنا اور دیگر سنگڑوں واقعات کا ہونا اور ہر ایک واقعہ کو بلا خوف و ہراس دیکھتے رہنا اور ان کے اثرات کو محسوس نہ کرنا جہا راج جیسے دل و جگر واسے ہی کا کام تھا۔ جیل کی تاریک کوٹھری میں ان تجربات کا گمان ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں مجبوس ہونا اور سزائیں اٹھانا طالب حق کی اختیار کردہ سزاؤں سے ہزار درجہ پیچ ہیں۔

پتھر پھوڑنا۔ آٹا پیسنا۔ گڑھے کھودنا۔ کہیتوں میں ہل چلانا۔ برہنہ پا بستوں میں سے کانٹے الگ کرنا۔ کپڑے دھونا۔ برتن مابخٹنا۔ جھاڑو دینا اور ایسے صد کام جہا راج نے اسی حدود میں رہ کر انجام دیئے۔ اور یہ کام ان ایام میں کئے جب کہ آپ قریباً ڈھائی سال تک اپاس لیٹ میں رہے اور اپاس ہی ایسا کہ اناج تو خیر پانی کا قطرہ تک طلق سے نہیں اتارا۔ اور گوشت پوست گھل کر ہڈیوں کا ڈھیر رہ گیا تھا اور پھر



یہ طرہ کہ توانا اور تندرست پیٹ بہرے مزدور و ن سے جلدی اچھا بہت زیادہ کام کرتے تھے۔

مہاراج کی سادگی غذا کے متعلق بھی ہم یہ ضرور کہیں گے کہ دنیا میں آپ کی مثال مشکل سے ملے گی۔ اول تو مدت تک روزہ دار رہے۔ پھر ایک عرصہ تک کچڑ مٹی اور فضلہ کھاتے رہے جبکی مفصل کیفیت اس بلد کے اضر میں درج کی گئی ہے۔ سادگی لباس وغیرہ میں بھی مہاراج سے کوئی سبقت نہیں لیجا سکتا۔ عرصہ تک ایک ہٹی ہوئی دھوتی پہنے رہے۔ پھر ایک سیلی کچلی اور بوسیدہ گھونگڑی (ٹاٹ کی بوری) جس میں لاتعداد جوئین بہری ہوئی تھیں کمرے باندھے رہتے۔ جب یہ بھی نہ رہی تو آپ نے برہنگی اختیار کر لی۔ آپ ہمیشہ۔ پتھر ٹی۔ ناہوار۔ اور گندی جگہ بیٹھا کرتے اور اس انداز سے جیسے کوئی میر شاہانہ فرش پر بیٹھا ہے۔



# نوٹ نمبر ۳

متعلقہ صفحہ نمبر ۱۵۶ تا ۱۵۷

جانتا چاہئے کہ دنیا اور اس کے تمام ظاہری اسباب و کیفیتیں حقیقی نہیں ہیں۔ ہمارا جسم خاکی۔ ہماری بول چال۔ کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا وغیرہ عالم اسباب کی تمام اشیاء اور کیفیات مثل ایک خواب کے ہیں۔ اس عالم ظاہری کے علاوہ ایک اور عالم ہے جسکو عالم قدس کہتے ہیں۔ یہ وہ عالم ہے جہاں پہنچ کر خدا کا وصل حالت بیداری میں حاصل ہوتا ہے۔ خدا سے بیداری میں وصل حاصل کرنے کے لئے پانچ حالتوں میں گزرنا پڑتا ہے۔

## پہلی حالت

جس حالت میں اس وقت ہم ہیں اور عالم اسباب کی تمام چیزوں کو سمجھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں۔ یعنی حالت بیداری اور ہمیں سے ہم اور حالتوں کا تجربہ حاصل کرتے ہوئے عالم قدس تک جو اخیر حالت ہے پہنچ سکتے ہیں۔

## دوسری حالت

پہلی حالت سے گذر کر جب ہم نیند (تو تیسری حالت ہے) کی طرف سفر کرتے ہیں تو ہمیں بیداری اور نیند کے وسط میں ایک اور حالت میں سے گزرنا پڑتا ہے جسکو سپنا کہتے ہیں یہی دوسری حالت ہے۔

## تیسری حالت

دوسری حالت یعنی سہنے سے گذر کر ہم نیند کی حالت یعنی حالت سوم پہنچتے ہیں تو ہم اپنے وجود بلکہ خود کو ہی بہول جاتے ہیں۔ یہ بے خبری کا عالم ہے کہ اس میں سے واپس نوٹ کر ہم اسکی کیفیت بیان نہیں کر سکتے اس عالم میں یا اس حالت میں ہم خدا سے وصل ہوتے ہیں مگر بخود ہونیکی واسطہ ہم اسکی حقیقت بیان کرنے سے قاصر ہیں اسی کا نام تیسری حالت ہے۔

## چوتھی حالت

تیسری حالت تک تو عام لوگوںکی حالت ہے۔ اس سے آگے جو حالتیں ہیں وہ خاص لوگوں کے لئے ہیں۔ خاص لوگ جب تیسری حالت سے عالم ہوا کی اخیر حالت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو انہیں ایک اور حالت میں سے گذرنا پڑتا ہے جسکو ہم حقیقی سہنا یا حالت چہارم کہتے ہیں۔ اور اس حالت سے گذر کر وہ عالم قدس تک پہنچتے ہیں جو اخیر منزل ہے۔

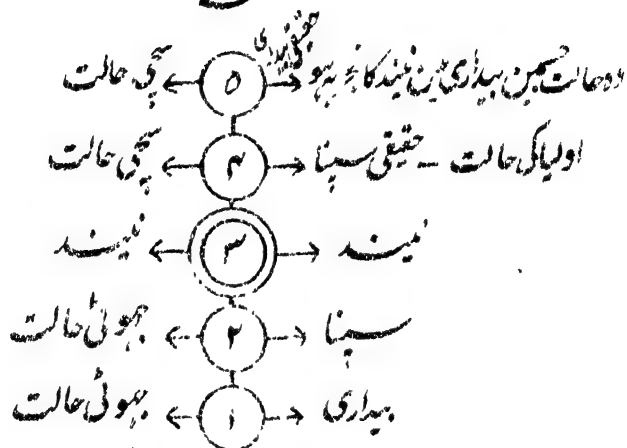
## پانچویں حالت

حالت چہارم میں حقیقی سہنے کی حالت سے گذر کر عالم قدس تک پہنچتی ہے جو اخیر حالت یا حالت پنجم کہلاتی ہے۔ اس حالت میں پہنچ کر خدا بیداری کی حالت میں خدا کا وصل حاصل کرتے ہیں یا یہ کہئے کہ بیداری کی حالت میں نیند کی کیفیت حاصل کرتے ہیں۔ جو خود نیند کی حالت میں پہنچا ہوا نہیں کہ

در بیداری میں نیند کا تجربہ حاصل کرنا ہی خدا سے ملنا ہے۔

ان پیچیدہ حقائق و مصادر کے طریق کو صاف طور پر سمجھانے کے لئے ناول میں ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس میں نمبر وار یہ تمام حالتیں بتلائی گئی ہیں۔ اور اس کو ہم یہ بتائیں گے کہ اس پہلی حالت سے پانچویں حالت میں پہنچنے کے لئے کیا کیا کیفیات پیش آتی ہیں۔

آفت



بیداری کی حالت یعنی حالت اول سے جب ہم نیند کی حالت یعنی حالت سوم کی طرف جاتے ہیں تو ہمیں ایک درمیانی حالت یعنی حالت دوم سے گزرنا پڑتا ہے جو سہنے کی حالت ہے جو ان دونوں حالتوں یعنی بیداری اور نیند کی حالتوں کے درمیان واقع ہے۔ اس سہنے کی حالت میں جو درمیانی حالت ہے ہم نصف بیدار اور نصف خواب یا نیند کی حالت کا تجربہ لیتے ہیں۔ اس نیم خواب حالت میں ہم اگر چہ سوتے ہیں۔ مگر خود کو بیداری کے تمام کام کرتے ہوئے دیکھ

ہیں۔ اب اس حالت دوم میں پہنچ کر اگر بیداری یعنی حالت اول کی زیادہ کشش ہوتی ہے اور نیند یعنی حالت سوم کی کم ہوتی ہے تو ہم زیادہ دیر تک سہنا دیکھتے ہیں۔ اور اسکو یاد بھی رکھتے ہیں۔ اور اگر نیند کی حالت یعنی حالت سوم کی زیادہ کشش ہوتی ہے اور بیداری یعنی حالت اول کی تھوڑی تو ہم قلیل عرصے تک سہنا دیکھتے ہیں۔ لہذا ہم یا تو اس سہنو کو بھول جاتے ہیں یا اسکی کچھ کچھ باتیں یاد رہتی ہیں۔ اور بعض اوقات تو ہمیں یہ بھی خیال نہیں رہتا کہ ہم نے سہنا دیکھا بھی تھا یا نہیں۔ مگر نیند کی حالت میں پہنچنے کے لئے سہنے کی حالت میں سے گزرنا لازمی بات ہے۔ اب اگر حالت بیداری کی کشش لگاتار ہو تو ہم سہنے کی حالت ہی میں رہتے ہیں اور نیند کی حالت تک نہیں پہنچتے۔ بلکہ سہنے کی حالت سے ٹوکر واپس بیداری کی حالت میں آ جاتے ہیں۔

جب ہم حالت سوم یعنی نیند کی حالت میں پہنچتے ہیں تو ہم وہاں کچھ نہیں پاتے اور پہنچنے کی قسم کا تجربہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس حالت سوم کی طرف سے حالت اول کی طرف واپس ہونے پر ہمیں حالت دوم یعنی سہنے کی حالت سے گزرنا پڑتا ہے، اور اگر اس واپسی میں نیند یعنی حالت سوم کی کشش زیادہ ہوتی ہے تو ہم حالت دوم میں زیادہ دیر تک رہتے ہیں اور اسکو ہمیں سہنا یاد ہوتا ہے۔ اور اگر حالت سوم یعنی نیند کی حالت کی کشش کم اور حالت اول یعنی بیداری کی حالت کی کشش زیادہ ہوتی ہے تو حالت دوم میں سے

کی حالت زیادہ دیر قائم نہیں رہتی اور سہنا کم یاد رہتا ہے یا بالکل یاد نہیں رہتا۔ اور ہم بہت جلد حالت اول یعنی بیداری کی حالت میں آجاتے ہیں۔ کیفیت ہم ایک معمولی انسان کی حیثیت میں دیکھتے ہیں۔ مگر خدائیدہ لوگ جو اس حالت سوم سے آگے بڑھنے کی استعداد رکھتے ہیں۔ اس حالت سوم سے بچائے واپس حالت اول کو لوٹنے کے آگے بڑھتے ہیں۔ اور انہیں بھی اس مسافت میں ایک سہنے کی حالت میں سے گزرنا پڑتا ہے یہ سہنے کی حالت یعنی حالت چہارم جو دو قسموں کی نیند کے ٹھیک بیچ میں واقع ہے۔ یعنی حالت سوم اور حالت پنجم کے درمیان ہے۔ اس بیان سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ حالت سوم اور حالت پنجم یہ دونوں نیند کی حالتیں ہیں۔ مگر حالت سوم نیند کی حالت میں نیند ہے اور حالت پنجم بیداری کی حالت میں نیند ہے۔ اور نیند ہی دوسرے نفلوں میں خدایا حق ہے۔ اسلئے حالت سوم اور حالت پنجم کے درمیان جو چہارم حالت ہے اس میں ہم حقیقی سہنا دیکھتے ہیں۔ یعنی خدا سے وصل ہونے کا تجربہ حاصل کرتے ہیں کیونکہ اس حالت میں ہم نیند (جو خدائی حالت ہے) کی طرف ہی کھینچے جاتے ہیں۔ اور اسلئے ہم ہکو حقیقی سہنا یا خدا کا سہنا کہیں گے۔ اور یہ حالت صرف اولیا اللہ کو نصیب ہوتی ہے مراہی زبان میں اس حالت کو تریا کہتے ہیں۔ اب اس حالت چہارم یعنی حقیقی خواب سے گذر کر حالت پنجم یعنی حقیقی بیداری کی حالت

مین پہنچتے ہیں۔ حالت سوم نیند اور حالت پنجم حقیقی بیداری، دونوں خدائی  
 حالتیں ہیں لیکن پہلی خدائی حالت نیند میں اور دوسری خدائی حالت حقیقی بیداری  
 میں ہے۔ مگر چونکہ خدائی حالت میں خدائی حالت کا تجربہ نہیں ہوتا اور یہ اس لئے  
 کہ جب ہمیں کسی چیز کو دیکھنا ہوتا ہے تو اس چیز سے جدا ہو کر دیکھا جاتا ہے اس لئے  
 خدائی حالت کا تجربہ صرف حالت چہارم یعنی تریا حقیقی سپنے کی حالت  
 میں ہی ہو سکتا ہے۔

ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ حالت سوم یعنی نیند خدا ہے مگر نیند کی حالت میں  
 اسکو ہم نہیں سمجھ سکتے اور صرف حالت پنجم یعنی حقیقی بیداری اسکو لے ضرور  
 ہے لہذا خدا کو جاننے یا پہچاننے کے معنی نیند کو جاننے کے ہوئے مگر حقیقی  
 بیداری کی حالت میں۔ یعنی جاننے والا نیند کو جانتا ہے یا دوسرے نقطوں میں  
 وہ خود نیند ہو جاتا ہے۔ اور نیند کے معنی ہیں روشنی مگر نیند کی حالت میں اس  
 روشنی کا تجربہ نہیں ہوتا۔

نیند میں معنی حالت سوم میں سوا اندھیرے کے کچھ نہیں ہے مگر اس  
 اندھیرے کا ہمیں تجربہ نہیں ہو سکتا اسلئے حقیقی بیداری یعنی حالت پنجم میں  
 سوا روشنی کے کچھ نہیں اس لئے ہم روشنی کا تجربہ حاصل نہیں کر سکتے مگر دریا  
 حالت یعنی حالت چہارم یا حقیقی سپنے کی حالت میں نیند کی دونوں حالتوں کا  
 یعنی حالت سوم اور حالت پنجم کا ہمیں تجربہ ہوتا ہے۔ یعنی روشنی اور تاریکی

ہم درمیانی حالت میں پہنچ کر دیکھ سکتے ہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں حالتوں کا تجربہ یعنی حالت سوم اور حالت پنجم کا تجربہ اس شخص کو جو ان دونوں حالتوں میں فرداً فرداً رہا ہو کیون حاصل نہیں ہوتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان حالتوں میں پہنچ کر وہ شخص اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے۔ اور خود یا تو تاریکی بجاتا ہے یا روشنی جس حالت میں کہ وہ پہنچا ہو۔

اب چونکہ تمام دنیا اور اس کا روبرو اور ہمارا ان میں حصہ لینا جو ہم حالت اول بیداری کی حالت کہتے ہیں ایک سپنا ہے لہذا حالت دوم جو ہم سپنا کہتے ہیں وہ اس سپنے میں سپنا ہے۔ مگر اس بات کو سمجھنے کے لئے کہ حالت اول یعنی بیداری کی حالت دراصل سپنا ہے۔ ہمیں حالت چہارم یعنی حقیقی سپنے کی حالت میں پہنچنا چاہئے۔ جہاں ہم خود کو اپنے وجود سے دنیا سے اور اس کا روبرو سے بالکل الگ پاتے ہیں۔ اور یہ حالت چہارم بنی جو سائن بابا کے فیضان سے ہمارا ج کو عطا ہوئی۔ مندر میں تہا نیٹھے ہوئے یک بیک وہ خود کو مختلف مقامات پر متفرق کاروبار میں مصروف پاتے تھے۔ نہ تو وہ نیند کی حالت میں ہوتے تھے نہ سپنے کی پہرہ ہی یہ تمام منظر اپنی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں دیکھتے تھے۔ ہم بوجھتے ہیں یہ دیکھنے والا کون تھا۔ اس کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقی ہذا



ہمارا ج تھے۔ غرض اس طرح ہمارا ج اپنے وجود۔ دنیا۔ اور اس کو کار و بار سے الگ ہو کر خود کو ان کار و بار میں حصہ لیتے ہوئے دیکھتے تھے۔ اور یہ سب بیداری کی حالت میں دیکھتے تھے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ حالت چہارم میں تھے ہمارے (حقیقی ہم کے) دو وجود ہیں ایک ظاہری دوسرا باطنی۔ اگر اس کے جاننے میں بہن دقت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں وجود ایک دوسرے سے ایک کڑی کے ذریعے جوڑے ہوئے ہیں۔ اور ہم اپنی حقیقی ہستی کا تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ ہمارا صرف ظاہری وجود ہے اور اس کو کچھ نہیں۔ اور اسے ہمیں اصل سپن کی حالت بیداری کی حالت دکھائی دیتی ہے اور اصل سپن میں سپن کی حالت صرف سپن کی حالت معلوم ہوتی ہے۔

اب جب ہم سوتے ہیں تو ہمارا ظاہری وجود ایک ہی جگہ بغیر حرکت کے پڑا رہتا ہے۔ مگر ہمارا باطنی وجود اپنے سپن کی حالت یعنی حالت دوم میں پہنچتا ہے اور اس حالت میں باطنی وجود کو سب تجربہ حالت بیداری (یعنی سپن کی حالت) کا ہوتا ہے۔ مثلاً چلنا پہرنا۔ کھانا پینا وغیرہ وغیرہ۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ ہمارا ظاہری وجود بالکل معطل ہے اور پہر بھی ہم خود کو چلتا ہوا بھاگتا ہوا۔ اور لڑتا ہوا دیکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارا ظاہری وجود بستر پر ہوتا ہے اور باطنی وجود اپنے میں نظر آتا ہے۔ اس پر یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ دیکھنے والا تیسرا کون ہے اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھنے والا دوسرا کوئی نہیں ہوتا بلکہ وہ حقیقی ہم ہوتا ہے

یعنی سپنے کی حالت میں ہم اپنے ظاہر اور باطن دونوں وجودوں سے الگ ہوتے ہیں۔ ظاہر وجود بستر پر ہوتا ہے اور باطنی سپنے میں کام کرتا ہے اور ہم ان دونوں سے الگ ہو کر تماشہ دیکھتے ہیں اور یہی تماشہ سہنا ہے اسی سپنے کا تجربہ اگر ہمیں بیداری کی حالت میں ہو تو یہ سہ پر روش ہو نیکی علامت ہے۔ اور اسی حالت کا تجربہ جہانِ کو اچھی طرح ہو کر تا تھا جبکہ وہ مندر میں مقیم تھے معلوم ہو کہ حقیقی نعم کو حالت چہارم میں پہنچ کر اپنا ظاہری وجود دینا اور اس کو تعلقات خواب یا سہنا نظر آتے ہیں اور اپنے باطنی ہم کو جو دنیا اور اس کو کار و بار میں خواب یا سپنے میں خود کو مصروف پاتا ہے خواب و رخواب کی حالت میں دیکھتا ہے اور اس حالت چہارم میں نیند کا تجربہ بیداری کی حالت میں حاصل کرتا ہے۔ القصہ وہ اس حالت چہارم میں دنیا کا اور خدا کا دونوں کا تجربہ حاصل کرتا ہے اور ان دونوں حالتوں کا تجربہ حاصل کرنے کے بعد یہ اس کو اختیار میں ہو جاتا ہے کہ جس حالت میں چاہے رہے اور اس کی کیفیت معائنہ کرتا رہے۔ اس خواب کی حالت یعنی حالت اول میں پہنچ کر وہ بندہ بنتا ہے یعنی تاریکی محض۔ اور حالت پنجم میں پہنچ کر خدا بنتا ہے یعنی روشنی یا نور محض۔ اور حالت چہارم میں پہنچ کر وہ حالت اول اور حالت پنجم دونوں کا تجربہ حاصل کرتا ہے یعنی ع

کبھی بندے بننے کے لیے اپنے خدا ٹھہرے

معمولی حالت میں باطنی وجود (ظاہری وجود سے تعلق ہونے کی وجہ سے)  
 اس حالت بیداری میں (جو دراصل سہو کی حالت ہے) پہنچ کر سہو کی حالت  
 کا بیداری کی حالت کی حیثیت میں تجربہ حاصل کرتا ہے۔ اور جب ظاہری  
 وجود بالکل خاموش پڑا رہتا ہے (نیند کی حالت میں) تو خواب در خواب  
 کی حالت کا تجربہ سہو کی حالت کی حیثیت میں حاصل کرتا ہے۔ اور نیند کی  
 حالت میں پہنچ کر اس میں متحد ہو جاتا ہے اور یہاں کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔  
 مگر اولیاء کا باطنی وجود چونکہ ظاہری وجود سے الگ ہو سکتا ہے اس لئے  
 خواب کی حالت اور خواب در خواب کی حالت سے گذر کر حقیقی خواب کی حالت  
 میں پہنچتے ہیں۔ جہاں وہ بیداری میں خواب دیکھتے ہیں اور پھر نیند یعنی سہو  
 پنجم میں پہنچ کر حقیقی بیداری کا تجربہ حاصل کرتے ہیں۔

# نوٹ نمبر

متعلقہ صفحہ نمبر

ان ایام میں جبکہ ہمارا ج کا قیام کہنڈویا کے مندر میں تھا حالت  
 بہت اوست آپ پر طاری تھی۔ ہر چیز ہر شے۔ ہر رنگ اور ہر مذہب آپ کو  
 ایک ہی جلوہ دے رہے تھے۔ آپ کے ہر قول و فعل سے شان و حدت پھٹتی  
 تھی دلی کا نشان تک باقی نہ تھا۔ عام لوگ بس طرح مٹھائی شوق  
 و رغبت سے کھاتے آپ فضلہ اسی رغبت سے کھاتے بلکہ اس طرح جیسو تمام دنیا  
 کی نعمتوں کا مزہ اس میں مل رہا ہے اور اس بے تکلفی اور کشادہ دلی سے اسکو  
 ساتھ کھیلے۔ زمین پیٹے۔ اُپے تہا پتے اور سو کہے گئے کو کھاتے کہ ہنگی بھی جو  
 رات دن اس سے سروکار رکھتے ہیں ایسی بے تکلفی کا اظہار نہیں کر سکتے۔  
 اس طرح آپ نے باوجود برہمن ہونے کے اتحاد کا وہ نمونہ بنکر دکھایا کہ وہیڑ اور  
 ہنگی بھی نہیں کر سکتا۔ آپ نے ہر پنج سے پنج قوم کے ساتھ ملکر انکی خدمت  
 کی ان کا ہر ایک کام کاج کیا اور برہمن اور ہنگی میں کوئی امتیاز باقی نہ کیا  
 حقیقت آپ نے ایسی جگہ قدم رکھا تھا جہاں رنگ روپ مذہب و ملت  
 پنج و راحت اور موت و حیات غرضکہ فانی عالم کی فانی چیزوں میں سے کسی کا تپ

نہ تھا۔ فضلے کے متعلق ہماراج نے ایک قصہ بیان کیا تھا جو ناظرین کی سوت  
 معلومات کے لئے درج کیا جاتا ہے جو ہماراج کی اس جداگانہ روش کا  
 راز معلوم کرنے میں آپ کو مدد دیگا۔

## فضلے کا عجیب و غریب قصہ

ایک دفعہ ہماراج نے بیان فرمایا کہ کسی گاؤں میں ایک غیب و ہفان  
 رہتا تھا۔ بیچارہ مال و دولت کے لحاظ سے بھی مفلس اور عقل و خرد سے بھی بے بہرہ  
 اور اس پر طرہ کہ بچوں میں دیگرے نسبت۔ اس کو خیال پیدا ہوا کہ اگر اللہ میاں میرا نام  
 اپنے خاص بندوں کے دفتر میں لکھے اور میری رسائی اُس تک ہو جائے تو کیا  
 ہو۔ اور رفتہ رفتہ یہ خیال اس قدر بڑھا کہ وہ ہر وقت اور ہر شخص سے  
 اس خیال کا اظہار کرنے لگا۔ گاؤں کے لوگ بیچارے کیا جانیں کہ خدا تک  
 جو آسمانوں میں رہتا اور ہم سے لاکھوں کوس دور ہے کس طرح رسائی ہو سکتی  
 ہے وہ اس کے خیال کا مضحکہ اُڑاتے اور ازراہ تمسخر خدا تک پہنچنے کے رستے  
 عجیب عجیب بتاتے جن پر یہ بھولا بھالا مگر خوش اعتقاد عمل کرتا اور آخر میں  
 خفت اٹھاتا جو مولوی یا ملا آتا اس سے دریافت کرتا کہ جناب مجھ خدا تک  
 پہنچنے کا رستہ بتائے۔ وہ لوگ بھی اس کو بیوقوف سمجھ کر جو کچھ چاہتے پڑا  
 کے لئے بتا دیتے یہ اس کو سچ سمجھ کر اس پر عمل کرتا۔ تھوڑے دن بعد کچھ

کہ میں تو اسی گاؤں میں ہوں جس میں پیدا ہوا تھا اور ایک قدم ہی خدا  
 تک پہنچنے کے راستے پر نہیں پڑا تو پڑھنا چھوڑ دیتا اور کہتا کہ یہ لوگ کچھ  
 نہیں جانتے خواہ مخواہ مجھے حیران کیا اب کسی اور گرو کو ڈھونڈنا چاہئے  
 غرض کہ ایک مدت تک جو آیا اس سے پوچھا اور اس پر عمل کیا اور ناکام ہو کر  
 چوڑا کیا۔ اتفاق سے اپنی کے بہائی ایک نیم لاگاؤں میں تشریف لائے  
 اور وعظ و نصیحت سے لوگوں کو گرویدہ بنالیا۔ شدہ شدہ انکو بھی خبر ملی کہ  
 ایک مولوی صاحب تشریف لائے ہیں اور ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں کہ  
 تمام گاؤں انکے پاس جاتا ہے۔ یہ بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ اس شخص  
 سے اپنا کام بنیگا اور اب ہم خدا تک پہنچ کر اوسکو فاس بندوں میں جالیگا  
 چنانچہ ہناد ہو کپڑے بدلے اور ہزاروں خیالات کے لاؤشکر کے ساتھ  
 مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس قدر محنت و ریاضت کے  
 طفیل گاؤں کے لوگ آپ کو صوفی بابا کہنے لگے تھے۔ مولوی صاحب  
 وعظ میں مشغول اور یہ مودبانہ اُن کے سامنے بیٹھا وعظ سننے میں مصروف  
 مگر ستم رسیدہ عاشق کی طرح بے قرار کہ کب مولوی صاحب وعظ ختم کریں  
 اور کب ہم خدا کے گہر کا رستہ بتائیں۔ خدا خدا کر کے مولوی صاحب نے وعظ  
 ختم کیا اور انکی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے دل کہو کر اپنی داستان  
 سنائی شروع کی کہ میں خدا کا طالب ہوں اور چاہتا ہوں کہ اوس تک پہنچ

جاؤں۔ اکر لئے میں نے سنیکڑوں آدمیوں سے رستہ پوچھا کسی نے بتایا کہ  
پتہ نہ دیا۔ فلان فلان و تلیفے پڑے فلان فلان۔ چلے کرے مگر سب سے  
ایک ہی کام کا نہ نکلا۔ اب آپ کو خدا نے یہاں بھیجا ہے اور مجھے یقین ہے کہ  
میرے خدا نے خاص میرے لئے بھیجا ہے کچھ ایسی راہ بتائے کہ میرا مطلب  
مجھے ملجائے۔" مولوی صاحب نے دیکھا کہ یہ تو بڑا بہاری جن پٹا بہ رستہ  
تو مجھے خود نہیں معلوم اسکو کیا بتاؤں اگر بتاتا تو یہی کچھ جو یہ کر چکا ہے  
خیر اب کچھ نہ کچھ تو بتانا ہی چاہیے ورنہ مولویت میں فرق آئیگا۔ یہ سوچکر مولوی صاحب  
نے دھقان سے کہا کہ صوفی بابا اب آپ کو میں کیا بتاؤں جو کچھ میں جانتا تھا  
وہ تو آپ کر چکے اور آپ کو رستہ نہیں ملا۔ اور درحقیقت یہ راستہ ہی بہی  
بہت مشکل برسوں پہلے پہر جب ہی نہیں ملتا۔ خیر گھر و نہیں اللہ مالک  
میں تم کو ایک ایسا رستہ بتاؤں گا جو آج تک تمہیں کسی نے نہیں بتایا ہوگا۔ اگر  
اُس پر تم نے کامل طور پر عمل کیا تو یقین رکھو کہ ضرور خدا سے جا ملو گے۔ میں خود  
وہ عمل کرنا چاہتا تھا لیکن میرا دل بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ ہو نہیں سکتا  
اسکے لئے نہایت مضبوط دل والا آدمی چاہیے۔ اگر تمہارا دل واقعی مضبوط  
ہے اور تم ہر مشکل کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہو تو میں نہیں بتاتا ہوں ورنہ  
نہیں یہ کہہ مولوی صاحب دوسری طرف متوجہ ہو گئے۔ ہوئے یہاں سے  
کسان نے جو یہ لمبی چوڑی تقریر سنی تو بوکھلا گیا اور طرح طرح کے خیالات

اوسکو دماغ میں پکڑ لگانے لگے۔ کبھی اندازہ لگا کر کہ میرا دل نہایت قوی ہے  
 اور میں ہر ایک مشکل برداشت کر سکتا ہوں خوش ہوتا۔ اور کبھی یہ سوچ کر کہ  
 سب ادا مولوی صاحب بھو اس لایق نہ سمجھیں اور کمزور دل والا خیال کریں  
 اور وہ رستہ جو یقین دلاتا ہے کہ ضرور مجھے خدا تک پہنچا دیگا مجھے نہ بتائیں  
 غم گمیں اور اگر بالفرض انہوں نے نہ بتایا تو پھر میں کیا کرونگا اور کس سے اپنے  
 پیارے خدا کے ملنے کا رستہ پوچھوں گا۔ مولوی صاحب جب دوبارہ اسکی  
 طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ غریب دہقان سر کو دونوں گھٹنوں میں جھکائے  
 بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے۔ اپنی طرف متوجہ ہونے کے لئے آپ نے زور سے  
 اللہ ہو کا نعرہ مارا۔ اللہ کا نام جو دہقان کے کان میں پہنچا تو فی الحقیقت  
 اوسکو ایک لمحہ کے لئے ایسا معلوم ہوا کہ گویا خدا اوسکو سامنے بیٹھا ہے۔ گردن  
 جو اٹھالی تو وہی مولوی۔ مولوی صاحب نے اسکو منہ سے دیکھ کر پوچھا  
 کیوں یہی آخر اسقدر پریشان کیوں ہوتے ہو اگر تمہارا شوق صادق ہے  
 تو خدا مل ہی جائیگا ہمت شرط ہے۔ دہقان نے چونکہ وہ خدا سے پچاشن  
 رکھتا تھا اور اسکی خیال میں محو بیٹھا تھا آنکھوں سے آنسوؤں کے تار  
 باندھ دئے اور ہجوم یاس نے تاب گفتر باقی نہ رہی آخر تسلی تشفی کے بعد  
 زبان کہولی اور کہا کہ مولوی صاحب خالی تسلی سے تو کچھ کام نہیں چل سکتا  
 غم غریب کی آرزو پوری کیجئے اور جلدی وہ رستہ بتائے جو آپ بتانا



چاہتے ہیں میں نہایت قوی دل اور ہر مصیبت جو اس راہ میں حائل ہوگی  
بصد شوق برداشت کروں گا۔ مولوی صاحب بیچارے کہنے کو تو کہہ گئے  
کہ ہم تم کو رستہ بتائینگے مگر عیسٰی خود دور ماندہ شفاعت کرار ہیری کندہ  
کوچہ کے رخ سے ہی نا آشنا کیا بتاتے اور خود دہقان کی طرح گردن جھکا کر  
دریائے فکر میں غوطہ مارنے لگے۔ دہقان نے جو حالت دیکھی کہ مولوی  
صاحب میری طرح گھٹنوں میں سر دے بیٹھے ہیں اور اب پہرا نہ ہوگا  
لگائینگے اور جس طرح پہلے غور پر مجھے میرے خدا کی جھلک دکھائی دی تھی  
اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ بلکہ اب تو میں آنکھیں کھلی رکھتا ہوں دل بہر کرانہ  
میان کو دیکھ لوں گا۔ یہ خیال کر مولوی صاحب کی طرف ٹکٹکی لگا بیٹھ گیا  
مولوی صاحب کو فکر دوسری ہی تھی۔ دہقان سمجھ رہا ہے کہ مولوی صاحب  
خیال ایزدی میں سر تا پا محو ہیں اور اپنے آپ کی ہی بفر نہیں۔ مولوی صاحب  
سوچ رہے ہیں کہ چال کیا چلون اور کون سا رستہ بتاؤں غرض کہ تھے اپنے  
اپنے خیال میں دونوں محو۔ آخر کب تک مولوی صاحب نے مراقبہ سے سر  
اٹھایا۔ اور نہایت غور سے دہقان کو دیکھ کر کہا کہ بہائی میں پہلے ہی کہہ  
چکا ہوں کہ یہ راہ کٹھن ہے تم اس خیال سے باز آؤ اگر مستعد ہی ہو تو خیر  
میں تم کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں جو میں نے ایک پنڈت جی کی زبانی سنی  
ہے مگر انہوں نے مجھے قسم دی ہے کہ میں کیونہ بتاؤں اور اس راز کو آج

یہ سچے میں جان کی طرح پہنان رکھوں۔ مگر نہیں معلوم میری زبان کیوں کہی  
 جاتی ہے اور خود بخود جی چاہ رہا ہے کہ تم کو وہ راز بتاؤں جو آج تک میں نے  
 بچھائے رکھا اور کسی فرد بشر کو نہیں بتایا۔ خیر اس میں بھی شاید اللہ تعالیٰ  
 کا ہمد ہو گا اور ممکن ہے کہ یہ تمہارے ہی لئے میرے سچے میں محفوظ ہو  
 اگر تم خوش قسمت ہو تو اس ترکیب پر جو میں بیان کروں گا عمل کر کے ضرور  
 کامیاب ہو جاؤ گے اور اپنی نجات کا راستہ پا لو گے۔

دہقان غریب اس لمبی چوڑی تقریر کو سننے سنہڑ ٹھک گیا اور  
 غصہ کیا کہ ترکیب بھی تو ارشاد ہو: اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہاں  
 سو مگر دیکھو غور سے سنتا اور یاد رکھنا۔

اشنا سفر میں ایک دن گاؤں کی ایک سرائے میں اترائے  
 پرانی اور شکستہ حالت کی صاف سی جگہ دیکھ کر زمین پر ہی بستر لگا لیٹ گیا۔  
 نئے میں ایک پنڈت جی آئے۔ انہوں نے بھی میرے قریب ہی بستر جابجا  
 اس کے بعد ایک جٹا دھاری فقیر آیا۔ پنڈت جی کی غالباً اس فقرے شناسائی  
 کی جو پنڈت جی نے دیکھتے ہی اٹھ کر سلام کیا اور اپنے پاس ان کا بستر لگا  
 تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں میں بائیں شروع ہوئے جنکو میں ذرا دور  
 ہونکی وجہ سے اچھی طرح نہیں سن سکتا تاہم کام کی کچھ کچھ باتیں میرے  
 کانوں تک ضرور آتی رہیں جن سے میں سمجھ گیا کہ یہ بائیں خدا شناسی کے

کے متعلق ہیں۔ اس گفتگو میں سادہ بوجی کی زبان سے دو چار بار فیضی اور کافور کا ذکر بھی میں نے سنا۔ اور یہ سنکر مجھے سخت تعجب ہوا کہ خدا شناسی کے نوکریوں کا ان چیزوں کا نام کیوں۔ خیر یہ باتیں ختم ہو گئیں وہ دونوں لوگ سو گئے اور میں بھی سو گیا۔ صبح اُٹھا دیکھا کہ سادہ بوجی تو رخصت ہو گئے ہیں پنڈت بھی ہیں رات کی باتوں کا خیال شب بہر مجھے ستاتا رہا اور میں سمجھتا رہا کہ کب صبح ہو گا اور کب میں اسکے متعلق اطمینان حاصل کروں۔ چنانچہ میں اُٹھا اور پنڈت سے باتوں کا سلسلہ جاری کیا۔ اور دریافت کیا کہ پنڈت جی رات کو سادہ بوجی سے کیا باتیں ہو رہی تھیں : پنڈت جی نے ہنسر کہا کہ فقیر فقیر ہی جی جی باتیں کرتے ہیں اور اسی سے کہتے ہیں جو فقیر ہو یا فقیر منش ہو آپ سووی آپ کا دن باتوں سے کیا غرض۔ اور یہ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر غیر فقیر کے لئے جائیں تو وہ انکو پاور نہ کہے بلکہ اُن باتوں کو دیوانگی یا لالچ ہی پر مبنی سمجھیں اس لئے فقیر ان باتوں کو کسی پر ظاہر نہیں کرتے۔ میں نے کہا پنڈت جی یہ جو کچھ آپ نے فرمایا بجا اور درست فرمایا لیکن یہ خیال عام لوگوں کی نسبت تو خیر کسی حد تک درست ہے لیکن مولویوں کی نسبت یہ درست نہیں ہے کیونکہ خدا شناسی کے امام یہ بھی ہوتے ہیں اور یہ بھی اپنے اپنے پر چلکر خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں اور پہنچتے ہیں اور بہت اچھی طرح پہنچتے ہیں۔ پنڈت جی نے کہا جو ان یہ درست ہے بیشک مولوی

جو کام کرتے ہیں وہ انکو خدا تک پہنچا سکتا ہے لیکن آپ دیکھتے ہیں کہ  
 بیچ کل کے پنڈت اور مولوی کس قماشش کے ہیں اور ان کا مقصد وہا  
 کیا ہوتا ہے۔ مولوی اور پنڈتوں کی ناز اور پوجا پاٹ محض دنیا اور حصول  
 نر کے لئے ہوتی ہے۔ خدا اور اوسکو راستے کی سچی طلب تو فقیروں ہی کو  
 ہوتی ہے جو اس سفر میں رہ کر اسوا اللہ تمام دنیاوی لذتوں اور  
 راحتوں سے دست بردار ہوتے اور معشوق حقیقی یعنی خدا کی طلب میں  
 اپنی ہستی کو فنا کر دیتے ہیں۔ اور اچھی اور بُری ہر شے میں اُسی ایک ذات  
 کا جلوہ دیکھتے ہیں۔ آخر کار پنڈت جی نے وہ بات جو درحقیقت عام لوگوں سے  
 نہیں کہنی چاہئے کہی اور کہا کہ دیکھو خبردار جو یہ بات تم نے کسی سے کہی چنانچہ  
 میں نے بھی وعدہ کر لیا کہ ہرگز کسی سے نہ کہوں گا۔ بات درحقیقت بالکل  
 سچی ہے اور میں نے چاہا کہ اسپر علی کر کے خدا تک پہنچ جاؤں لیکن میں پہلے  
 ہی تم سے کہہ چکا ہوں کہ میرا دل اس قدر قوی نہیں ہے۔ یہ کام قوی دل کا  
 ہے۔ وہقان بیچارہ چلا اٹھا کہ خدا کے واسطے آپ بتائیں تو ہی کہ سادہ  
 جی نے کیا فرمایا پھر دیکھیں کہ میں کرتا ہوں یا نہیں میں تو انتظار ہی انتظار  
 میں مرا جا رہا ہوں اور آپ ہیں کہ وعظ و نصیحت میں وقت ٹال رہے  
 ہیں۔ لہذا دیر نہ کیجئے اور فرمائیے کہ وہ کونسا نکتہ باریک ہے جو خدا کو  
 اپنے میں چھپائے ہوئے ہے۔ اور مجھ غیب کو نہیں دکھائی دیتا۔ مولوی

صاحب نے فرمایا کہ اچھا یہی ہو سنا۔ سادہ سوجی نے فرمایا کہ آدمی بغیر گناہ  
خدا شناس نہیں بن سکتا اور یہ کام بادی النظر میں بہت آسان معلوم  
ہوتا ہے لیکن دراصل بہت دشوار ہے۔ پنڈت جی کی اس بات پر مجھے  
یقین نہ آتا اگر میں خود اپنے کان سے گو کا ذکر سادہ ہو کی زبان سے نہ سنا  
اب تم میں اگر محبت ہے تو اس پر عمل کرو اور منزل مقصود کو پہنچو۔

بھولا بھالا دھقان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ بس پالا مارا  
ساری عمر بیٹکے بیٹکے اب پتہ ملا اور وہ بھی کیسا نزدیک کا اور کیسا  
خدا نے چاہا تو اب بہت جلد میں اپنی مراد حاصل کروں گا۔ یہ سوچ کر دھقان اٹھا  
اور مولوی صاحب کا شکر یہ ادا کر کے اپنی جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔  
میں اس طریقے پر عمل کرنے کے متعلق طرح طرح کے خیال دوڑا رہا تھا اور  
دل ہی دل میں اپنی خوش نصیبی اور خوش بختی پر خوش ہوتا جاتا تھا۔ جھونپڑی  
پر پہنچ کر سوچا کہ اب تو رات ہو گئی سو جانا چاہئے اور کل صبح خدا شناسی  
کی راہ میں قدم رکھینگے۔ ایک مدت کے بعد آج وہ شادان اور فرحان نظر  
آتا تھا۔ خوشی کے آثار اس کو چہرہ سے نمایان تھے۔ کہا نا کہا یا اور سونے  
کے لئے لیٹا مگر صبح کی خوشی میں رات بھر کروٹیں بدلتا رہا اور نیند نہ آئی  
کچھ تو خوشی اور کچھ گم کہانے کا خیال دونوں کی کشمکش نے غریب کو شب  
بھر پریشان رکھا۔ اب جون جون صبح نزدیک آنے لگی اس کے خیالات

میں غلام پیدا ہونے لگا۔ تاہم صبح ہوتے ہی یہ اُٹھا اور عہ ہرچہ باوہا  
 نشی در آب انداختیم بھر گھر سے باہر نکلا۔ اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا اور  
 کھانے اور خدا سے ملنے کے لئے کہاں جانا چاہئے۔ اگر گاؤں کے  
 ذہب کہیں گے کہا یا تو ممکن ہے کہ لوگ دیکھ لیں اور دیوانہ خیال کر کے  
 گاؤں سے نکال دیں تو پھر ہونگا کہاں۔ کبھی محض گھ کا خیال اور سکا کھانکا  
 تھوڑا سا روٹے کھڑے کر دیتا۔ غرض گو ناگوں خیالات کو لئے ہوئے  
 گاؤں سے باہر گھ کہاڑی پر جا پہنچا اور ادھر ادھر دیکھ کر پکا کہ جلدی  
 سے انگلی بہر کر چاٹ لون مگر قریب پہنچا ہی تھا کہ گھ کی بدبو نے اس کا  
 دماغ بہتا دیا اور یہ چکر اکر واپس لوٹا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر پہر بڑا پہر گھ  
 کہ بہت پیدا ہٹ دیکھ کر اس کا جی متلایا اور یہ اچکائی ان لیتا ہوا پیشا  
 اب اس کا سر چکرانے لگا۔ بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ واقعی جس قدر دیکھنے  
 میں آسان معلوم ہوتا ہے کرنے میں اوس سے کہیں زیادہ دشوار ہے  
 اب یہ بیٹھا ہوا کبھی فضلے کی طرف دیکھتا ہے اور کبھی اپنی حالت پر غور کرتا ہے  
 بلکہ اس کو اپنی کمزوری کا احساس ہوا اور یہ خیال کر کے کہ میں اس نفرت  
 سے کہیں خدا کے ملنے سے محروم نہ رہ جاؤں آنکھیں بند کر کے گو کی طرف دوڑا  
 اور ہاتھ بڑھا کر گواٹھا لیا اور دل کڑا کر کے منہ کی طرف ہاتھ اٹھایا مگر  
 پہر جی متلایا اور ہاتھ رک گیا۔ غصہ کہ ہاتھ میں گولے کھڑا ہے اور بار بار

ہمت کرتا ہے کہ کہائے مگر ہاتھ رک رک جاتا ہے۔ اس حالت میں اسکی  
جان آفت میں پھنسی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ اس تلخ تجربہ نے اسکی ہمت بہت  
کرومی اور ایسی نجات سے ہاتھ دھونیکا ارادہ کر لیا۔ مگر پہر خیال آیا کہ نجات  
کے کنارے بیٹھ کر یا خدا کے ملنے کے راستے پر آکر پلٹ جانا سخت ناواری  
بلکہ حماقت ہے۔ یہ سوچکر اوس نے جہٹ گو کا ڈھیلہ منہ میں ڈال ہی لیا  
اور چاٹا لنگل جائے لیکن گو کہیں آسانی سے اترنے والا تھا خلق میں جا کر  
رک گیا۔ اس خیال سے کہ شاید منہ سے نکل پڑے اس نے دونوں ہاتھ  
سے منہ کو بند کر کے پیچ لیا مگر توبہ توبہ خدا کہیں آسانی سے ملتا ہے ہزار  
کوشش کی مگر ایک ہی اچانی کیسا تھگو کا ڈھیلہ باہر نکل پڑا۔ بد ہونے پہلا  
ہی اس کے غم راسخ کے قلعہ کی بنیاد کو ہلا دیا تھا اب اسکی بد مزگی اور غناقت  
کے احساس نے جوڑ ہی ڈھیلے کر دئے اور وہ ناامیدی اور غصے کی حالت  
میں بیٹھا ہوا خود پر نفرین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اگر اسی طرح گو کہانے سے  
کوئی سدگرو بنتا ہے تو میں اپنی سات پشت کے دشمن کو بھی سدگرو بننے  
اور خدا سے ملنے کی رائے نہ دوں گا۔ چلو اٹھو اور اپنے گھر کی راہ لو۔ ان باتوں  
میں کیا رکھا ہے۔ لیکن اٹھنے سے پیشتر پہر خیال نے پلٹا کہا یا کہ جاتا کہ ہر  
گو کہانا ہی پڑے گا اب نہیں تو کسی اور زندگی میں ورنہ نجات مشکل ہے یہ سوچکر  
یہ پہر بڑا دکھنا ب کے اور کوشش کرو دیکھو اور گو کا ڈھیلہ اٹھا لیا دوسرے

ہند سے ناک بند کی اور قلعہ اور غلامت کا نیل دور کر کے گو کا ڈھیلانہ  
 ڈالتے ہی لگل گیا۔ اور گہرا کر آنکھیں کھول دیں اور چاروں طرف دیکھنے  
 لگا۔ دیکھا کہ محلہ صحت کا افسر کھڑا ہوا اسکی ان مجنونا حرکات کو دیکھ رہا  
 اتفاق سے یہ افسر جیسا کہ ظاہری صفائی کے محکمہ کا افسر تھا دنگی صفائی بھی  
 اسکو حاصل تھی۔ غریبوں اور محتاجوں کی ہر دم خبر گیری کرتا تھا۔ اسکی ہمدردی  
 بیکس نے گاؤں میں ہر دغریز بنا رکھا تھا۔ اور لوگ اسکو دیوانی کہا کرتے  
 تھے فقیروں اور درویشوں کی صحبت بھی اسکو چل تھی۔ دہقان یہ دیکھ کر  
 آخر اس کا راز فاش ہو گیا نہایت ہی خفیہ ہوا اور بارے شرم کے پانی  
 پانی ہو گیا اور اپنی آئندہ دولت و خواری کا نقشہ اسکی آنکھوں میں کھنچ گیا  
 افسر صفائی نے جسکو ہم اب دیوانی کے نام سے یاد کریں گے اشارہ سے دہقان کو  
 بلایا۔ دہقان اب تو اور بھی گہرا یا کہ دیکھنے اب یہ کیا حکم دیتا ہے۔ بادل  
 ناخواستہ اٹھا اور شرمایا گہرا یا ہوا پہنچا۔ چہرہ کا رنگ فق حواس باختر گرد  
 جھٹکا کھڑا ہو گیا۔ دیوانی نے بوجھا کہ یہاں گہرا نہیں اور یہ بتا کہ یہ تو کر کیا  
 رہا تھا اور کس غرض سے کرتا تھا۔ دہقان نے جو دیوانی کا نرم برتاؤ دیکھا  
 اور یہ کہ راز فاش ہو ہی گیا پہچانے کا فائدہ نہیں اصل حقیقت بیان کر دی  
 اور یہ بھی اس انداز سے کہ گویا میں نے نجات حاصل کر لی۔ دیوانی نے  
 منکر کہا کہ بیوقوف تو نے اس طرح کو کہا کہ نجات حاصل نہیں کی بلکہ اس کا عذاب



مول لے لیا۔ یہ شکر و ہمتان کے اوسان خطا ہو گئے۔ کہ استغفر جانکاد اور تلخ  
 تجربے کے بعد ہی نجات سے بے بہرہ رہا۔ مائے قسمت کہ سر کو دونوں ہاتھوں سے  
 تھام کر بیٹھ گیا۔ آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ ذرا ہوشیار  
 تو کہا دیوانچی میں نے تو یہ سب نجات دائمی کے لئے کیا تھا آپ نے تو الٹا مذا  
 بتا دیا میں تو خوش ہوا تھا کہ نجات حاصل ہو گئی یہ گناہ کیونکر ہوا؟ دیوانچی نے  
 کہا بیوقوف نجات اس طرح نہیں ہوتی دنیا میں ہر ایک آدمی نجات کا طالب  
 ہے۔ چنانچہ میں ہی تیری طرح اسی کا طالب ہوں۔ اسکی تلاش میں بہت مڑ مڑا  
 اور پریشان رہ چکا ہوں۔ فقیر و ن اور سادہ و نوں کی صحبت میں رہ چکا ہوں  
 ان کے طریقوں اور انکی خوبیوں سے خوب واقف ہوں۔ اپنی طریقوں میں گو  
 کہا نا ہی ایک طریقہ ہے مگر وہ تیری طرح نہیں۔ تو ہی دیکھ کہ تجکو ذرا سے  
 گو کہانے میں کس قدر تکلیف نفرت اور کراہیت معلوم ہوئی ہے۔ مردان خدا  
 اس طرح گو نہیں کہاتے۔ انکو گو میں مٹھائی کا مزہ آتا ہے۔ کیون؟ اس لئے  
 کہ وہ دنیا کی تمام چیزوں کے مزے۔ رنج و راحت اور خوشی و اور بد بوس کو  
 دل سے پہلا دیتے ہیں اور ہر چیز میں خدا کا نور پاتے ہیں۔ اس لئے گو اور مٹھائی  
 ان کے لئے دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں پہنچ کر گو کہائے تو تیرے  
 نجات ہو سکتی ہے ورنہ زبردستی گو کہانے سے تو عذاب ہی ہو گا۔ اور عذاب  
 یہی کہ دوسرے جہنم میں تو بد جانور کی صورت میں جہنم لیگا۔ یہ سن کر بیچارہ

دہقان بہت سٹ پٹایا اور حلق میں انگلیاں ڈال کر قے کر نیکی کوشش کرنے لگا۔ دیوانہی یہ دیکھ کر بیباختہ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ بیوقوف ابٹانوں سے نہیں کہا یا ہوا فضلہ نکل جائیگا۔ اتنی دیر میں تو کچھ حصہ سہم ہی ہو گیا ہوگا اور بس کا خون ہنجر جسم میں ہی پھیل گیا ہوگا۔ یہ ہی نہ سہی اگر ایک ذرہ بھی فضلہ تیرے پیٹ میں رہ گیا تو تو عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ دہقان بیچارہ دیوانہ جی کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کرنے لگا "تو اب آپ ہی اس کا علاج فرمائیں۔ دیوانہ جی نے کہا اسکا علاج تو یہ ہی ہو سکتا ہے کہ تو اب کسی ایسے سدگرہ کی تلاش کر جو خود فضلہ کھاتا ہو۔ یہ سن کر وہ دہقان اٹھا اور گہر بار کو خیر باد کہہ سدگرہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ تین برس کے بعد ایک سدگرہ کا پتہ ملا۔ یہ گیا اور سلام کر کے کہا۔ کیا آپ سدگرہ میں۔ سدگرہ نے جواب دیا کہ مان۔ دہقان نے کہا کہ میں سخت مصیبت میں گرفتار ہوں میری مدد فرمائے لیکن پہلے یہ فرمائے کہ کیا آپ نے گو کہا کہ خدا کو پایا؟ سدگرہ نے جواب دیا کہ نہیں اس کا موقع تو مجھے نہیں آیا۔ مگر اس سے تمہاری مراد کیا ہے۔ دہقان نے کہا کہ میری غرض اس سوال سے یہ ہے کہ آیا بغیر فضلہ کھائے ہی کوئی حق تک پہنچ سکتا ہے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ بہائی اس کے یہ معنی نہیں کہ بغیر فضلہ کھائے حق شناسی نہیں ہوتی بہت سے اور ہی طریقے ہیں۔ دہقان نے کہا خیر آپ سدگرہ وہونے لگے

مجھے آپ جیسے سدگر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ روانہ ہوا۔ اور تین روز  
اور سیطرہ جنگل چمکتا پہر اور ہزاروں قسم کے مصائب اٹھاتا پہر ایک  
سدگر کی خدمت میں پہنچا نصیب ہوا۔ جو زمانہ طریق پر رہا کرتا تھا  
اسکی ظاہری چال ڈھال اور ناز و انداز سے کسی کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ مرد  
دہقان نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جواب ملا کہ یہ فقیر حالت  
توحید میں ہے اسلئے اس کے دل سے مرد و عورت کی الگ الگ سستی کا خیال  
مٹا ہوا ہے اور دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ پہر دہقان خدمت میں حاضر  
ہوا اور سوال کیا کہ جناب کیا آپ سدگر وہیں؟ اثبات میں جواب پا کر  
کہا کہ میں مدت سے سدگر کی تلاش میں ہوں اور چاہتا ہوں کہ اپنے  
درد و دل کا علاج کراؤن مگر اجازت ہو تو ایک سوال پیش کروں۔ جواب  
پوچھو بہائی کیا پوچھتے ہو۔ دہقان نے ان سے ہی وہی سوال کیا کہ کیا  
آپ نے گو کہا کر حق حاصل کیا ہے؟ جواب ملا کہ بہائی گو کہا یا تو نہیں لیکن  
اگر تو چاہتا ہو تو کہا سکتا ہوں کیونکہ گو اور دنیا کی تمام نعمتوں میں میرے  
نزدیک کوئی فرق نہیں ہے۔ دہقان نے کہا خیر آپ سدگر وہوں گے  
مگر میرے کام کے نہیں مجھے تو ایسے سدگر کی تلاش ہے جو گو کہتا ہو۔  
یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ اور تین برس تک اور بدستور پہر تار مارا۔ دیر و عرصہ  
جنگل و پہاڑ سب جہان مارے۔ ہزاروں آفتوں کا سامنا۔ بھوک پیاس

کے صدمے سب سے مگر ارا دوست سے منہ نہ موڑا۔ سو کہہ کر کانٹا ہو گیا مگر  
 ذمہ بھیجے نہ بٹایا۔ آخر پہر ایک سدگر و کا پتہ ملا۔ یہ بزرگ راجہ یوگی تھا  
 میرا نہ بٹاٹھ اور عیش و عشرت میں بسر کرتا تھا۔ دہقان پہنچا دیکھا ہے کہ  
 ایک شخص مسند پر شاہانہ بٹاٹھ سے تکیہ لگائے بیٹھا ہے۔ قسم قسم کے میوے  
 سامنے رکھے ہیں۔ جو مرغوب خاطر ہونی ہے کھانا جاتا ہے۔ اسکو شک ہوا  
 کہ تھے غلط خبر ملی ہے فقیری کو اس ٹھاٹھ اور شان شوکت اور میوہ خوری  
 سے کیا کام۔ سدگر وہوئے کے واسطے گو خوری لازمی ہے۔ خیر دبتے دبتے  
 ان کے بڑے اسلام کیا بیٹھا۔ اس بزرگ نے پوچھا کہ فرمائے کچھ تشریف لانا  
 ہوا۔ دہقان نے عرض کی کہ مجھے سدگر و کی تلاش ہے اور میں نے سنا ہے  
 کہ آپ سدگر وہین۔ بزرگ نے جواب دیا کہ جو آپ نے سنا ہے وہ سچ ہے  
 فرمائے کیا کام ہے! دہقان نے کہا پہلے میں ایک بات دریافت کرنا  
 چاہتا ہوں اگر آپ نے جواب دیا تو اپنی پتا ہی عرض کر دیں گا۔ کہا کیا بات  
 ہے پوچھو۔ دہقان نے وہی پرانا سوال کیا کہ کیا آپ کو کہا کہ سدگر وہین  
 ہیں؟ بزرگ نے جواب دیا کہ یہ جو کچھ میوے اور مٹھائی وغیرہ میرے سامنے  
 رکھے ہیں سب گوہین۔ تمہاری نظروں میں مٹھائی معلوم ہوتے ہیں۔ دہقان نے  
 کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مٹھائی گوہو۔ جواب دیا کہ جو کچھ ہم کہاتے ہیں وہ  
 ان کو بنتا ہے یا نہیں؟ دہقان نے کہا کہ سچ ہے یہ سب گوہو بنو لایا ہے۔

لیکن میں تو یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آیا آپ نے کبھی ان چیزوں کا  
 فضلہ ہی کہا یا ہے یا نہیں۔ بزرگ نے کہا۔ ایسا موقع تو نہیں آیا۔ وہقان  
 نے کہا کہ بس تو آپ سدگر و ہوا کرین میرے در و کی دو آپ کے پاس  
 نہیں ہے میں تو ایسا سدگر و ڈھونڈتا ہوں جو گو کہتا ہو یہ کہہ نصرت  
 ہوا۔ اور جھل جھل پہلکا شروع کیا یہاں تک کہ اور تین سال گزر گئے۔ اب یہ  
 تنگ آیا تھا۔ درخت کے سایہ میں بیٹھا گذشتہ واقعات پر غور کر رہا تھا کہ  
 بارہ برس گزر گئے خدا خدا کرتے لیکن خدا تو خدا خدا کا پتہ بتا نہ والا سدگر و  
 ہی نہ ملا۔ آخر اس کا پتہ ملنا ممکن ہے یا نہیں بہتر ہے کہ اب قصہ ہی ختم کر دیا  
 جائے۔ یہ اس قسم کے خیالات میں ہی تھا کہ سامنے سے ایک راہگیر قریب  
 آیا اور اسکی پریشان صورت دیکھ کر کہا بھائی اسقدر پریشان کیوں ہوا  
 وہقان نے کہا جاؤ بھائی اپنا راستہ تو تمکو ہماری پریشانی سے کیا واسطہ۔ اس نے  
 پہر کہا۔ انسان کی دو انسان ہی ہوتا ہے۔ ایک کا کام دوسرے کے بغیر  
 نہیں چل سکتا۔ راستہ بھولا ہوا بغیر کسی سے پوچھے آگے نہیں بڑھ سکتا ممکن  
 ہے کہ میں تمہارے کام آ سکوں۔ کہو تو سہی بات کیا ہے۔ یہ سنکر وہقان نے  
 کہا خیر تو ہی سن لے دیکھو تو کیا کرتا ہے یہ کہہ ابتدا سے انتہا تک ساری  
 حقیقت سنائی اور کہا کہ اب میں گو کہانے والے سدگر و کی تلاش میں ہوں  
 رہا ہوں اگر اب ہی نہ ملا تو بس فیصلہ ہو گیا زندگی میں جب بچاؤ کی کھلی

صورت نہ بنی تو مر کر معلوم۔ خدا شناسی تو رہی در کنار دنیا فکر یہ لاحق ہوئے

۵ اب تو گھبرا کے یہ کہتا ہوں کہ مر جاؤنگا

مر کے بھی چین نہ پایا تو کہ مر جاؤنگا

مسافر نے کہا مبر کر و صبر خدا کی ذات مایوسی اور ناامیدی ابھی نہیں۔ لو ہا  
گستے گستے آئینے کی مانند چکنے لگتا ہے تمہاری محنت و ریاضت بیکار نہیں  
جاسکتی۔ آؤ میں تمہیں ایسے سد گر و کا پتہ بتاؤں جو تمہاری مقصد بر آری  
کرینگا۔ وہقان نے جو یہ سنا تو ہچھین کہل گئیں اور بتیاب ہو کر پوچھنے لگا  
اللہ بتائے کہ وہ نجات دلائیوالی اتنی کہاں ہے؟ مسافر نے کہا کہ وہ فلان گاؤں میں  
میں نے اسکو گوکہاتے دیکھا ہے۔ لوگ تو اسکو دیوانہ کہتے ہیں مگر مجھ یقین ہے کہ وہ سد گر ہے۔  
وہ گاؤں کی گوکہاڑی میں بیٹھا گوکہایا کرتا ہے۔ یہ دوڑا اور گوکہاڑی  
کا پتہ پوچھا تو گوں نے جو باطنی حالات سے ناواقف ہوتے ہیں مذاق اڑانا  
شروع کیا کہ لو ایک دیوانہ تو گوکہا ہی رہا ہے دوسرا بھی آیا۔ خیر پتہ بتا دیا  
یہ پہنچا۔ دیکھا کہ ایک شخص ننگا، ٹہرنگا گو میں لت پٹا ہوا گوکہا رہا ہے  
اور نہایت بے تکلفی سے۔ بہت خوش ہوا کہ ہاں اب حکیم ملا ہے یہ ضرور  
علاج کرے گا۔ آخر جو بندہ یا بندہ پا ہی لیا۔ نزدیک گیا اور پوچھا کہ  
آپ کون ہیں؟ جواب ملا کہ میں وہی ہوں جو تو خیال کرینگا۔ پہر پوچھا کہ  
صاف صاف بتائے کہ آپ کون ہیں معمر سے کام نہیں چلتا پہر جواب ملا کہ

اگر جاہلون اور نادانوں کی طرح تو مجھے دیوانہ سمجھتا ہے تو میں دیوانہ نہ ہوں  
 سدگر خیال کرتا ہے تو سدگر وہوں۔ اور اگر شیطان خیال کرتا ہے  
 تو شیطان ہوں۔ دہقان نے کہا کہ اس کو خوری سے آپ کو نفرت نہیں  
 معلوم ہوتی کہا نہیں۔ پہر کہا بد مزہ بھی نہیں معلوم ہوتا اور سکی بد بو  
 تمہارے دماغ میں نہیں آتی کہا مطلق نہیں۔ میں تو اسکو ٹھٹھائی کی طرح  
 مزے لے لے کر کہتا ہوں۔ تیرا جی چاہتا ہے تو کہا کر دیکھ۔ دہقان  
 کہا ہمارا ج میں نے ایک دفعہ کہا یا تھا لیکن خدا کی پناہ کیا عرض کروں  
 جو حالت ہوئی ہے خدا ہی خوب جانتا ہے بیان کرنے سے روح کا بی بی  
 چونکہ اسوقت میں نے گو اپنی طبیعت اور رغبت کے خلاف کہا یا تھا مجھے  
 کہا گیا کہ اس سزا میں میرا آئندہ جہنم سوز کے برن میں ہو گا۔ اور میری  
 اور نجات دشوار ہے۔ اس لئے میں اپنے آپ کو اب آپ کے حوالے کرتا  
 ہوں اور منتی کرتا ہوں کہ مجھے اس عذاب سے نجات دلوائے۔  
 سدگر نے کہا کہ اگر تم جھک کر سدگر و سمجھتے اور جھپک رہو سدگر کہتے ہو تو  
 جیسا میں کہوں ویسا کرنا پڑے گا۔ دہقان نے کہا ہزار جان سے کروں گا  
 بزرگ نے گو کا ایک ڈھیلو اٹھایا اور دہقان کو دیا کہ لو اسکو کہا جاؤ۔  
 نے نہایت شوق سے دست تننا بڑھایا اور ڈھیلو یا تہ میں لیتے ہی چاہا کہ  
 کر جائے لیکن دودھ کا جلا چہا چہ کو پہونک پہونک کر میتا ہے۔ ہاتھ روک۔

اور سوچنے لگا کہ بہادریہ شخص سد گرد نہ ہو اور میں ایک عذاب کے بدلے دوہرے عذاب میں گرفتار ہو جاؤں اور ایک مرتبہ کی بجائے دو مرتبہ سوز کے برتن میں جہنم لینا پڑے ساتھ ہی اسکو گو سے نفرت اور کراہیت بھی جو انسانی طبیعت کا غامضہ ہے بچ بین داخل تھی۔ یہ دیکھ کر کہ اسکو گویا کہانے اور میرا حکم ماننے میں تامل ہے بزرگ نے دوبارہ کہانے کا حکم دیا کہ سوچنا کیا ہے۔ کیا ابھی اور کچھ شرب باقی ہے۔ یہ سنکر دہقان چونک پڑا اور ہرچہ یاد آیا کہہ کر گویا کا ڈھیلہ نہیں ڈال ہی آیا۔ گویا کا منہ میں پڑنا ہی تھا کہ دہقان کے ہوش و حواس ٹھکانے آگئے اور بجائے گویا کے مزے کے مٹھائی کا مزہ لپٹنے لگا۔ اور مزہ ہی وہ مزہ کہ ہونٹ چاٹنے لگا۔ اور اشتیاق کرنے لگا کہ دوبارہ حکم ہو اور میں جی بہر کر گویا کا ڈھیلہ۔

انقصہ اس بزرگ نے دہقان کو چند روز اپنے پاس رکھا اور اپنی طرح اسکو گویا کہلاتے رہے اور آخر کار طالب حق دہقان کو حق سے ملا دیا۔ اور بارہ برس کے بعد وہ اپنی مراد کو پہنچا۔

یہاں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دہقان نے اس بارہ برس کے دوران میں ریاضت عبادت اور نفس کشی کے تمام مراحل بوجہ آسن ادا کر لئے تھے یعنی جنگلون پہاڑوں اور در بدر پہنکنے سے حق ریاضت سد گرد اور طلب حق میں مقدس مقامات اور سادہ ہوسنتوں اور فقر کے ملنے سے حق عبادت اور سخت تکلیفیں اور اذیتیں اور



بہوک پیاس کے صدمے برداشت کرنے سے حق نفس کشی ادا ہوگی  
 اور اس قابل ہو گیا تھا کہ کوئی سدگر و ایک ہی نظر میں اس کو کامل  
 بنا کے حاصل حق کر دے۔ جس سے معلوم ہوا کہ بغیر ناک چنے چبائے  
 نجات حاصل کرنا اور بغیر تکلیف اُٹھائے حق سے ملنا دشوار ہے۔



# حصہ سوم

## شیر ڈی سے روانی

ناظرین گزشتہ واقعات سے جان سکتے ہیں کہ شیر ڈی مین آنے کے بعد ہماراج اپنے دل کے مالک نہ رہے تھے بلکہ انہوں نے خود کو کسی اور کے سپرد کر دیا تھا اور انکی حیثیت اس شخص کی مانند تھی جو اپنی ملک بیچ دیتا ہو اور پہر اس ملک پر اس کا کوئی حق نہ رہا ہو۔ یا اس آدمی کی سی جو اپنی دفتر کو دوسرے کے نکاح میں دیکر اسکے متعلق تمام اختیارات سے ہٹا اٹھایا تھا۔ چنانچہ ہماراج نے خود کو بلا کم و کاست سائین بابا کے حوالے کر دیا تھا۔ اور چونکہ وہ آپ اپنے بیچنے والے تھے اسلئے انہیں خود پر کوئی اختیار نہ تھا۔ اور خریدنے والا اپنے دل کے مطابق اس کے نام لیا کرتا۔ جہاں تک افعال و اقوال سے تعلق ہے اب ہماراج پہلے

مہاراج نہ تھے۔ چونکہ اب اُن میں سائین بابا قیام پذیر ہو کر اپنا روحانی کام کر رہے تھے لہذا مہاراج کے افعال و اقوال میں سائین بابا کی منشا کے مطابق ہوا کرتے تھے۔

سائین بابا کے سکھ کے مطابق مہاراج کو اب شیر ڈی مین قیام پذیر ہوئے چار برس کے قریب ہو چکے تھے کہ گنپت راؤ پنڈت نامی ڈاکٹر کا تہا ولہ قصبہ شندھی کو ہوا (ڈاکٹر صاحب ابھی حیات میں) شندی جاتے ہوئے یہ صاحب سائین بابا کے کرشن کیلئے شیر ڈی آئے۔ انہوں نے ابھی تک مہاراج کو کبھی نہ تہا نہ انکے حالات سنا تھے۔ ڈاکٹر پلے سے انکی دوستی تھی جو سائین بابا اور مہاراج کے روحانی تعلقات سے واقف تھے اور مہاراج کی خدمت میں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے۔ انکی زبان پر ڈاکٹر گنپت راؤ نے مہاراج کی تمام کیفیت سنی اور پسند کر کے سائین بابا نے اپنی ناشینی کے لئے مہاراج ہی کو مختص کیا ہے مہاراج کی زیارت کا انکو شوق ہوا اور ڈاکٹر پلے کے ہمراہ کھنڈوبا کے مندر میں مہاراج کے کرشن کو گئے وہاں جا کر دیکھا تو مہاراج مٹی و ہول میں بیٹھے ہوئے ہیں مگر چہرے پر ایک نور برس رہا ہے جسکو دیکھ کر گنپت راؤ بہت متاثر ہوا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مہاراج کو سلام کر کے یہ دونوں صاحب بیٹھ گئے تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئے۔ مکان پر آ کے گنپت راؤ نے ڈاکٹر پلے سے کہا کہ چونکہ مہاراج برابر ہما حالت میں ہیں اور میرے خیال سے انکی ظاہری جسمانی حالت قلم

کوئی ہر وقت کی ایذا رسانی کی وجہ سے ابتر ہو رہی ہے اور اگر کچھ دن  
 یہی حالت رہی تو ممکن ہے زیادہ تکلیف ہو۔ اور چونکہ سائین بابا کے ارشاد  
 کے وفق چار سالہ سیوا قیام بھی قریب اختتام ہے مہاراج اگر میرے ہمراہ  
 منہ می تشریف لیچیں تو میں آپ کے لئے ہر طرح کے اسباب راحت مہیا کر دوں گا  
 میں آپ کو تخلیہ بھی ملیگا اور میں علاج بھی کروں گا۔ ڈاکٹر پلے نے اس خیال  
 کی تائید کی مگر مہاراج کے مزاج سے واقف تھا ہاں نہ کر سکا۔ چنانچہ بدستور  
 دونوں ڈاکٹر دو وقتہ درشن کو جاتے رہے۔ گنپت راؤ نے اس عرصے  
 میں دو ایک باتیں ایسی دیکھیں جن سے اسکو کامل یقین ہو گیا کہ سائین بابا اور  
 مہاراج واقعی ایک جان دو قالب ہیں اور اب اسکو اشتیاق میں اور بھی  
 مصروف ہو گیا۔ چھٹی کا صرف ایک دن باقی رہ گیا تو گنپت راؤ نے ڈاکٹر پلے  
 سے کہا کہ مہاراج تم سے محبت رکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہاری بات  
 بھی نہ ٹالیئے اسلئے آج تم مہاراج سے ضرور ذکر کرو چنانچہ دونوں صبا  
 کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے ڈاکٹر پلے نے گنپت راؤ کی خواہش  
 بیان کی اور گنپت راؤ نے بھی عرض کیا کہ میں آپ کی خدمت کو موجب سعادت  
 سمجھوں گا۔ مہاراج خاموش بیٹھے سنا کئے اخیر میں فرمایا کہ یہ کب جانو الے ہیں  
 ڈاکٹر پلے نے کہا کہ کل جانا چاہتے ہیں۔ مہاراج نے فرمایا کہ اچھا کل صبح میں جواب  
 دوں گا۔ چنانچہ دوسرے روز صبح دونوں صاحب حاضر خدمت ہوئے۔ مہاراج

ابھی تک کوئی رائی قائم نہیں کی تھی بڑی منت سماجت سے وعدہ کیا اور فرمایا کہ میرے شیرڈی سے جانے اور شندی میں آنے کی خبر کیونکہ نہ کچائے ورنہ میں نہیں چلنے کا۔ چونکہ ڈاکٹر پہلے واقف تھا کہ ہمارا ج اپنے قدموں پر لوگوں کے ہلنے اور بوسہ دینے کو برا سمجھتے اور اس حرکت سے بیزار ہو کر اکثر رویا کرتے تھے تو فرمایا کہ شیرڈی میں کیونکہ خبر نہ ہونے دوں گا اور گنپت رائی نے بھی وعدہ کیا کہ میں شندی میں کیونکہ آپ کی آمد کی خبر نہ کروں گا۔ چنانچہ ہمارا ج کے حکم کو موافق راستے دو بجے گاڑی سنگوائی گئی اور ہمارا ج کھنڈ و باکے مندر سے گاڑی میں سوار ہوئے ڈاکٹر پہلے چونکہ ہمارا ج سے سچی عقیدت اور محبت رکھتا تھا رخصت ہوتے ہوئے رونے لگا ہمارا ج بھی اس وقت آبدیدہ ہوئے اور گلے لگا کر رخصت کیا۔ راستے میں ہمارا ج نے گنپت راؤ سے کہا کہ دیکھو تم مجھے بے توجہ ہو لیکن راہ میں تمکو سخت دشواریاں واقع ہونگی۔ ریل میں اور نیز گہر پر تنکو میری بڑی احتیاط اور فکر رکھنی پڑیگی۔ راستے میں اگر کوئی پوچھے تو کہنا کہ یہ شخص میرا دوست ہے علاج کیلئے میں اسکو اپنے گہر لئے جا رہا ہوں گنپت راؤ نے ہر ایک بات کا اقرار کیا اور ہر طرح کی خدمت کا وعدہ کیا۔ شراون شدہ کی پانچویں تاریخ تھی کہ ہمارا ج شیرڈی سے روانہ ہو کر قریب ۶ بجے صبح کے اسٹیشن پر پہنچے اترنے سے پہلے گاڑی بان کو ہدایت کر دی کہ وہ شیرڈی میں کسی سے ہمارا ج کی روانگی کا ذکر نہ کرے۔ چونکہ برسات کا موسم تھا رات بہر بارش

ہوتی رہی اور ہماراج بھیگ گئے تھے۔ گنپت رائے منہ دھونے لگے اور  
 ہماراج پیٹ فارم پر ٹھہرنے لگے۔ چونکہ ہماراج حد سے زیادہ لاغر اور کمزور  
 ہو گئے تھے ہسٹڈی ہو اکی تاب نہ لاسکے اور تمام جسم سر سے پیر تک ورم  
 لڑ آیا۔ ۹ بجے منھاڈ جانیوالی گاڑی آئی۔ گنپت رائے نے دوسرے درجہ کا  
 ٹکٹ لینا چاہا لیکن ہماراج نے فرمایا کہ میں نرم گدیو پر بیٹھنا نہیں چاہتا تیسرے  
 درجہ کا ٹکٹ لوچنا چاہیو کیا گیا۔ اور سوار ہو کر ۱۱ بجے منھاڈ پہنچے۔  
 ہسٹڈی جانیوالی گاڑی نکل چکی تھی اس لئے آپکو ۵ بجے تک دوسری گاڑی  
 کا انتظار کرنا پڑا۔

## شیرڈی میں ہماراج کی تلاش

اب ہم ایک نظر شیرڈی پر ڈالتے ہیں۔ ہماراج نے رات کے دو بجے  
 شیرڈی سے کوچ کیا تھا جبکہ سب لوگ سو رہے تھے اس لئے دوسرے دن  
 شام تک سیکو آپ کے جانشینی خبر نہ ہوئی اور آنے جانیوالے خیال کرتے رہے  
 اور جب معمول کہیں چلے گئے ہونگے۔ شام کو جب درگابائی۔ بہائی صاحب  
 اور ڈاکٹر پے وغیرہ معمول کے موافق کافی لیکر حاضر ہوئے تو ہماراج کو  
 نہ دیکھ کر سخت متروک ہوئے۔ ڈاکٹر پے حب وعدہ راز چھپائے رہے اور  
 سب کے ساتھ ابھان بنے رہے اور کہا ہماراج ہی تو ہیں اوہر اوہر

کہیں ہونگے۔ بیٹھے رہو آپ ہی آجائینگے۔ لیکن چونکہ مغرب کے بعد ہوا  
 کبھی مندر سے باہر نہیں رہے اس سے لوگ بہت پریشان تھے۔ ایک کو  
 انتظار کر کے کافی کتو نکو پلا دی گئی اور سب لوگ رخصت ہو گئے۔ دوسرے  
 دن بھی ہمارا ج کا پتہ نہ ملا اور کافی کتو نکو ڈال دی گئی۔ چوتھے دن دریا  
 نے جو ہمارا ج کی بچہ معتقد ہے سب لوگوں سے کہا کہ بلا سبب مندر سے  
 رہنے والے نہیں ہیں۔ خدا نخواستہ یا تو وہ کہیں گر کر مر گئے ہونگے یا کمزور  
 کیونکہ تھک کر بیہوش پڑے ہونگے ہکو دوسرے ہی دن تلاش کر رہا  
 تھا۔ اسپر بہائی نے کہا کہ چلو میں ساتھ چلتا ہوں ادھر ادھر تلاش کریں  
 ڈاکٹر پیلے نے کہا اب رات ہو گئی ہے اندھیرے میں کیا پتہ چلیگا کل صبح دیکھا  
 جائیگا۔ دوسرے دن صبح ڈاکٹر پیلے خود سائین بابا کی خدمت میں بیٹھے  
 اور معاملہ رفت گذشت ہو گیا۔ اس عرصے میں سکون اور واسو کا کام ہوا  
 کہانا لایا کئے اور کتو کی نظر ہوتا رہا رفتہ رفتہ تمام شیر ڈی میں یہ بات  
 پھیل گئی کہ ہمارا ج مندر سے غائب ہو گئے۔

ایک دن سائین بابا کی مجلس میں جہاں درگا بائی۔ بہائی اور ڈاکٹر  
 پیلے وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے مہادیو راؤ نے سائین بابا سے کہا کہ کئی دن سے  
 ہمارا ج کا پتہ نہیں ملتا خدا جانے کہاں چلے گئے۔ سائین بابا نے فرمایا کہ  
 سب ڈاکٹر پیلے کی شراکت ہے۔ انہوں نے انکو کہیں چھپا رکھا ہے۔



شری سدر واپاسنی مہاراج (ماری)





ان سے ملے جاتے ہیں۔ لوگوں نے خیال کیا کہ سائین بابا نے مذاق سے ڈاکٹر  
پلے کا نام لیا ہے اور اصل حقیقت کو جو سائین بابا نے اپنی روشنفہمی سے  
بیان کی تھی نہ سمجھے۔ غرض کہ ایک عرصہ تک ڈاکٹر پلے نے اس راز کو پوشیدہ کہا۔

## فہاراج کاشندی مین وروو

ہم نے ڈاکٹر گنپت رائی اور فہاراج کو منٹاؤ اسٹیشن پر پانچ بجے کی  
گاڑی کے انتظار میں چھوڑا تھا۔ ٹھیک پانچ بجے گاڑی آئی۔ فہاراج اور ڈاکٹر  
تیسرے درجے میں سوار ہو کر بہت ساول ہوتے ہوئے دوسرے دن صبح شنبہ  
پہنچے۔ شندی اسٹیشن سے بذریعہ ریل گاڑی فہاراج اور ڈاکٹر دواخانے پہنچے  
چونکہ ڈاکٹر گنپت رائی یہاں بالکل اجنبی تھا اسلئے فہاراج کو دواخانے کے آگے  
میں بٹھا کر خود ڈاکٹر سے ملنے کیلئے اندر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فہاراج کو دالان  
میں ایک چارپائی پر بٹھا دیا اور ڈاکٹر گنپت رائی اپنے کام میں مصروف ہوا  
بعد ازاں مسلمان ڈاکٹر جس سے گنپت رائی چارج لے رہے تھے گنپت رائی  
کے ساتھ آیا اور چند منٹ فہاراج کے سامنے کھڑے ہو کر چلا گیا۔ دوسرے  
دن چارج کا کام ختم ہوا اور گنپت رائی نے مذہبی طریق پر کمرون کو پاک  
کیا اور کمپاؤنڈر کے کمرے میں فہاراج کو اتارا۔ اس وقت فہاراج کو خیال  
آیا جو بجائے خود نہایت دلچسپ اور قابل غور ہے۔ یعنی فہاراج شیرڈی سے

نظر اوس جگہ آئے جہاں ایک مسلمان ڈاکٹر ہندو برہمن ڈاکٹر کو چارج دے  
 رہا ہے جو سائین بابا اور جہاراج کے تعلق سے پوری مناسبت رکھتا ہے۔  
 یعنی سائین بابا مسلمان تھے اور جہاراج برہمن۔ جہاراج نے سائین بابا سے  
 روحانی شفا خانے کا چارج لیا تھا اور یہاں جسمانی شفا خانے کے ہندو ڈاکٹر  
 نے مسلمان ڈاکٹر سے چارج لیا۔

چار روز تک دوا خانے کی صفائی ہوتی رہی اور جہاراج اور گنپت  
 کہاؤنڈر کے کمرے میں قیام پذیر رہے۔ اتنے عرصے میں گنپت رائے کی  
 والدہ اور بیوی بچے بھی آ گئے۔ یہ لوگ بھی جہاراج سے نہایت غت و  
 احترام سے پیش آئے چونکہ جہاراج ایک عرصے سے نہائے نہیں تھے اور  
 سر اور وارڈ ہی کے بال بھی بہت بڑھ گئے تھے ایک حجام کو بلا کر حجامت  
 بنوائی اور ڈاکٹر اور اسکی والدہ نے ہزار منت سماجت اپنے ہاتھ سے  
 جہاراج کو ہنلایا۔ اور ایک صاف کپڑے کا ٹکڑا انگوٹی کے لئے دیا تاکہ جہاراج  
 اسکو باندھ لیں۔ بد قسمتی سے ڈاکٹر کی بیوی ڈاکٹر کی اجازت لیکر جہاراج کا جوڑوں  
 بہر کھل جو جہاراج نے نہاتے وقت اتار کر الگ رکھ دیا تھا دھوبی کو دیدیا  
 جہاراج نے نہاتے ہی وہ کھل مانگا۔ پس منکر کہ وہ دھوبی کے یہاں دھونے  
 کیلئے دیدیا گیا بہت بگڑے اور غصے کے مارے اپنی کمر سے بندھی ہوئی  
 انگوٹی بھی کھول کے پھینک دی۔ اور ڈاکٹر اور اسکی بیوی اور مانیر گا بیوی

بوچھاڑ کر دی۔ اور کبیل کا اس قدر تقاضہ کیا کہ اسکا کہانا پینا حرام کرادیا۔  
 خدا خدا کر کے شام ہوتے کچھ مزاج درست ہوا اور آپ نے سامنے  
 پڑے ٹاٹ کے دو تھیلے اٹھائے ایک کو بچھایا اور ایک کو اوڑھ کر  
 بیٹ گئے۔ تمام کمرے صاف ہونے پر ایک کمرہ ہماراج کو دیا گیا جہاں  
 آپ تمام دن مست پڑے رہتے۔ دو ہفتے گزرے ہونگے کہ ڈاکٹر پلے  
 جی شیرڈی سے آن پہنچے۔ کبیل کا واقعہ شکر یہ بھی بہت خفا ہوئے اور  
 ہماراج کو ناگپور لیجانا چاہا گنپت راؤ نے بہت کچھ کہا مگر یہ نہ مانے  
 آخر یہ قرار پایا کہ جب میراجی چاہے گا میں ناگپور سے ہماراج کو شندی  
 لے آؤں گا۔ ہماراج نے ہی اس شرط کو قبول کر لیا۔

## ہماراج ناگپور میں

مکن تھا کہ ہماراج یہاں سے نہ جاتے لیکن چونکہ گنپت راؤ اور انکی  
 والدہ دونوں میں دو تین مرتبہ کہانے کیلئے ہماراج کو مجبور کیا کرتے تھے اس  
 سے بچنے کیلئے آپ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ڈاکٹر پلے کے ہمراہ  
 ناگپور روانہ ہو گئے۔ شندی سے ناگپور دو تین اسٹیشن ہے۔ ڈاکٹر  
 پلے نے ہماراج کو سیتا برڈی میں اپنے گھر پر اتارا۔ مکان کی پہلی منزل  
 ہماراج نے اپنے رہنے کی جگہ پسند کی۔ ناگپور میں ویدھیا وکیل اور

مراٹھے نامی دو شخص ڈاکٹر پلے کے دوست تھے اور انکے کہنے ہی سے یہ  
 دو لون شخص سائین بابا کے درشن کو شیر ڈی گئے تھے اور کہندو بابا کے  
 مین مہاراج کے درشن ہی کئے تھے۔ ڈاکٹر پلے نے انکو خبر کی یہ بڑے شہنشاہ  
 سے حاضر ہوئے اور اپنی بیویونکو بھی ہمراہ لائے چونکہ برہمن تھے یہی وجہ  
 کے لئے کافی بھی لاتے۔ مہاراج کے کمرے سے لگا ہوا ایک دوسرا کمرہ  
 جس میں پرانا سامان بے ترتیبی سے بکھرا پڑا تھا ایک دن آپ اس میں  
 جانکے تمام چیزیں باقاعدہ رکھیں اور مین سے ٹاٹ کے دو تھیلے آٹے  
 نکالے اور انکو ملا کر سینے لگے۔ اتفاق سے اسوقت مذکورہ بالا دو  
 عورتیں آنکلیں اور بہنت سمبھت مہاراج کے ہاتھ سے ٹاٹ لئے اور  
 دونوں نے ملکر اسکی ایک چادر تیار کی جس سے مہاراج کا جسم ڈھک  
 سکتا تھا۔ مہاراج نے ڈاکٹر پلے سے کہا کہ یہ کمرہ اپنے لئے خالی کرو اور  
 اور اس میں جا ٹھیرے اور اسیدن سے آپ نے ٹاٹ کا استعمال  
 کیا اور آج تک آپ ویسا ہی ٹاٹ زیب تن فرماتے ہیں۔

دو ہفتے کے بعد ڈاکٹر گنپت راؤ اور اسکی بیوی ناگپور آئے۔  
 گنپت راؤ نے عرض کیا کہ مہاراج جس دن سے یہاں تشریف لائے  
 مجھے نیند مطلق نہیں آتی اور نہ کام پر جی لگتا ہے۔ اب مہاراج شہنشاہ  
 تشریف لے چکے ہیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ ڈاکٹر پلے نے باصرہ تمام مہاراج

گنپت راؤ کے ہمراہ شندی جانے پر آمادہ کیا۔

ہماراج کے شندی واپس آنے کے تین دن بعد گنیش چرتی  
 بتی اور ڈاکٹر کی سالگرہ کی تاریخ بھی وہی واقع ہوئی۔ ڈاکٹر کی والدہ نے  
 نایرچ سے ایک روز پہلے ہماراج کو سالگرہ کے دن تناول طعام کیلئے اصرار  
 کیا مگر ہماراج نے منظور نہ فرمایا۔ ڈاکٹر نے اپنی والدہ سے کہا کہ اگر ہماراج  
 اس دن کھانا تناول نہ فرمائیں تو کھانا پکانا ہی نہیں۔ تاہم قہر ہماراج  
 کھانا نہ کھائینگے میں ایک لقمہ ہی نہ کھاؤں گا۔ ہماراج یہ سنا بہت خفا ہوئے  
 اور کہا کہ اگر تم لوگ اس دن کھانا پکا کر نہ کھاؤ گے تو میں ایک لمحے کیلئے  
 ہی تمہارے یہاں نہ ٹھروں گا۔ لہذا ڈاکٹر کو اپنی ضد سے باز آنا پڑا۔ اور  
 ڈاکٹر کی والدہ نے سالگرہ کے دن کئی قسم کے کھانے تیار کئے۔ پھر ڈاکٹر  
 نے ہماراج کی پوجا کی اور نوید لاکر سامنے رکھا اور ہماراج سے استدعا کی  
 کہ وہ ہر کھانے میں سے ایک ایک لقمہ لیں۔ چنانچہ ہماراج نے انکی خوشی کیلئے  
 چند لقمے لئے لیکن ان چند لقموں سے ہماراج کو سخت تکلیف ہوئی۔ ڈاکٹر  
 گنپت راؤ نے یہ سمجھ کر کہ شاید کم کھانے کے سبب ہماراج کو تکلیف ہوئی  
 ہے دوسرے دن زیادہ کھانا کھانے پر مجبور کیا جس سے آپکو اور بھی زیادہ  
 تکلیف ہوئی اور تین روز تک رفع حاجت کو نہیں گئے۔ ڈاکٹر نے قبض خیال  
 رکھے امونیا وید یا لیکن اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ ساتویں روز

ہوا سیر ہو گئی اور مہاراج کو بہت زیادہ تکلیف برداشت کرنا پڑی اس  
 عرصے میں ڈاکٹر پیلے ناگپور سے آگئے اور مہاراج کی یہ حالت دیکھ کر اپنے ساتھ  
 ناگپور لے گئے۔ اور مہاراج کو رادی دی کہ چونکہ اب آپ نے کہا نا شروع کر دیا ہے  
 اس لئے مناسب ہو گا کہ اب بند نہ کریں اور اگر آپ حکم دیں تو ویدھیا اور  
 مراٹھے کے ذریعے کہا نا تیار کر نیکا انتظام کریں۔ آپ نے فرمایا اگر کہا  
 ضروری ہی ہے تو دوسروں کو تکلیف دینا اچھا نہیں میں خود پکا دیا کروں گا۔  
 چنانچہ تین روز تک آپ اپنے ہاتھ سے پوے اور ناریل کے دودھ کی  
 کچڑی وغیرہ پکا کر کھاتے اور اپنے معتقدین کو تبرکات دیتے رہے۔

تیسرے روز آپ کو خیال ہوا کہ اس طرح بھی ڈاکٹر پیلے اور ان کے گھر  
 والوں کو تکلیف ہوتی ہوگی لہذا بہیک مانگ کر کہا نا بہتر ہے۔ ڈاکٹر پیلے  
 ہر چند منع کیا کہ مہاراج اب آپ کی تکلیف نہ فرمائیں ہم لوگ آخر آپ کی کیا  
 خدمت کریں مگر مہاراج نے ایک نہ مانی اور بہیک مانگ کر کہا نا کھانے  
 لگے۔ ہر گھر کا کھانا ایک ہی برتن میں جمع کر کے لاتے خود کھاتے اور اپنے  
 معتقدین کو بھی دیا کرتے۔ ایک دن آپ بہیک مانگ رہے تھے کہ ایک برہمن  
 نے آپ کو اٹھائی گیرہ سمجھ کر خوب مارا آپ نے اُف ہی نہ کی اور بدستور ہر  
 در پر سوال کرتے رہے۔ ویدھیا اور مراٹھے کی بیویاں بھی اپنے حسن عقائد  
 سے دو وقتہ کھانا مانی رہیں مگر مہاراج اپنے بہیک کے ٹکڑوں پر ہی رہے۔

ایک روز آپ بھیک مانگنے نہ گئے اور اتفاق سے ویدھیا کی بیوی کو بھی کہانا لانے میں دیر ہو گئی۔ جب وہ اپنے خاوند کے ساتھ کہانا لیکر آئی۔ مہاراج اس پر بہت غصا ہوئے اور عورت کو خوب مارا۔ دوسرے روز آپ نے پھر پھیری شروع کر دی۔

### لطیفہ

برہمنوں کے لڑکے آپ کو دیوانہ سمجھ کر بہت شایا کرتے تھے ایک دن آپ اسی محلے میں رات کو بھیک مانگنے پہنچے جس میں مار پڑی تھی۔ لڑکوں نے مذاق میں بجائے کہانے کے بید برتن میں ڈال دی آپ نے اندھیرے میں دیکھا نہیں اور آگے بڑھ کر دو چار گھر سے اور کہانا مانگا اور اسی برتن میں لیا۔ گھر آ کے اس میں سے آدھا کہانا خود کھایا اور آدھا حسب دستور پلے کے گھر والوں کو دیدیا۔ گھر والے تو اس کہانی کو تبرک سمجھتے تھے جو ہنی فوالہ اٹھایا بید کی بوسے دماغ بہنا گیا دیکھا تو کہانے میں بید ملی ہوئی ہے۔ مہاراج سے کہا تو مہاراج خوب ہنسے۔

### مہاراج کھڑکپور میں

اسی اثناء میں ڈاکٹر پلے کا بھائی چنا سوامی پلے کھڑکپور سے ناگپور آیا اور مہاراج کو دیکھ کر ایسا گرویدہ ہوا کہ مہاراج کو اپنے ساتھ کھڑکپور



لیجانے پر مصر ہوا۔ ڈاکٹر پلے نے مہاراج سے عرض کیا۔ آپ نے قبول فرمایا  
چنانچہ آپ چناسوامی کیساتھ ایک دن شام کے پانچ بجے گاڑی سے روانہ ہو کر  
دوسرے دن صبح آٹھ بجے کٹر گپور پہنچے۔ چلتے وقت ڈاکٹر پلے نے اپنے بہائی  
لو مہاراج کے متعلق تمام ضروری ہدایات کر دی تھیں۔ جس پر وہ ہمیشہ کار بند رہا  
چونکہ مہاراج کے حکم کے موافق چناسوامی نے آپ کے آنیکی خبر کیونہیں  
دی تھی اسلئے یہاں آپ کو کچھ تعجب ملا۔ آپ جس کمرے میں ٹھہرے تھے اسکی  
زمین میں نمی تھی اور مہاراج اسی پر آرام فرماتے تھے۔ بڑی شکل سے چناسوامی  
نے ٹاٹ کے تھیلے بنا کر بچھائے۔ چناسوامی کی بیوی چونکہ مدراسی تھی اور  
مرہٹی زبان سے بالکل نا بلد تھی ہمیشہ مہاراج کی خدمت میں خاموش کھڑی  
رہتی اور مہاراج اشارے سے اُٹھنے بیٹھنے کا حکم دیا کرتے۔ چناسوامی  
کی والدہ اور سیتارام (جو چناسوامی کیساتھ ناگپور گیا تھا اور مہاراج  
کے ساتھ واپس کٹر گپور آیا تھا) کی والدہ اور بیوی اردو اور مرہٹی  
سے واقف تھے اسلئے یہ لوگ ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے  
اور آپ کی ہر ضروریات کا خیال رکھتے۔ سیتارام ایک نہایت ہی خوش  
اعتقاد اور پیر پرست شخص تھا اور وقت کا زیادہ حصہ مہاراج کی خدمت  
میں گزارتا۔

یہاں آکر مہاراج کو بوا سیر کی شکایت ہو گئی۔ چناسوامی نے

سے لئے زمین قند کا مربہ تیار کیا۔ ہماراج ہر روز تھوڑا سا کھاتے مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہماراج اپنا کھانا آپ ہی پکایا کرتے تھے جب بوا سیر سے آیا تو وہ تکلیف ہونے لگی تو چھوڑ دیا اور بسک، مانگ کر کھانے کا ارادہ لیا۔ چونکہ برہمنوں کا محلہ معلوم نہ تھا اسلئے پہلے روز خالی ہاتھ آنا پڑا۔ دوسرے روز وہ ایک برتن ہاتھ میں لئے نکلے اور پچلا گھر جہاں انہوں نے سوال کیا باجی راؤ نامی مرہٹے کا تھا۔ گھر میں سے اسکی عورت نے جو بابا کہ یہ برہمن کا گھر نہیں ہے۔ ایک مکان چھوڑ کر برہمنوں کے مکان آئے۔ آپ یہ شکر آگے بڑھے اور اب جس مکان پر سوال کیا وہ واسو ٹیکٹیش کہا سینس نامی برہمن کا تھا۔ اسکی بیوی علیل تھی اور یہ شخص سنے ہاتھ سے کھانا پکایا کرتا تھا۔ اسوقت کھانا پکا۔ پوجا پاٹ سے فلغ ہوا آٹھ مین ڈالنا چاہتا ہی تھا کہ ہماراج نے سوال کیا۔ خدا ترس آدمی ہاں فقیر کی آواز سکر نوالہ ہاتھ سے رکھ دیا۔ مگر برہمنی دستور کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھ نہ سکتا تھا اور اوپر لکشی دانی اسکی بیوی بستر پر پڑی۔ ہماراج نے یہ حالت دیکھ کر کہا خیر میں دوسرے گھر جاتا ہوں۔ مگر اس زمانہ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ فقیر واپس لوٹ جائے۔ نہایت بجا جت کے لہجہ میں ہماراج کو اندر بلایا۔ ہماراج اندر گئے لکشی دانی بدقت تمام اُٹھی اور آپ کے لئے ایک چوکی بچھائی۔ کہا سینس نے ہماراج کو کہا کہ اپنے ہاتھ

سے کہانے لیں۔ چنانچہ مہاراج نے کہانا لیا اور کہانا شروع کیا۔ اسے  
 بین لکشمی بانی نے سوچی کا علوہ تیار کیا اور مہاراج کے سامنے رکھا۔ غرض  
 کہانے سے فارغ ہو کر کہا سینس دفتر گیا اور مہاراج واپس مکان پر  
 چلے آئے۔ تین دن تک یہی معمول رہا۔ چوتھے دن سے مہاراج نے پہرے  
 ماہ سے کہانا پکانا شروع کر دیا۔

دیوالی کے تہوار میں اماوس سے ایک دن پیشتر چناسوامی نے اپنے  
 مکان پر روشنی کا انتظام کیا تھا۔ مہاراج اس وقت اپنا کہانا پکانے میں  
 مصروف تھے کہ یکایک اُٹھے اور چناسوامی اور اسکو گھر والوں کو زور زور سے  
 گایان دینے لگے۔ اتفاق سے کہا سینس جو مہاراج کی نہایت غت کرتا تھا  
 اور اسکی بیوی نے دیوالی کے مہاراج کو مدعو کرنیکی خواہش اس سے ظاہر کی تھی  
 چناسوامی کو آواز دی۔ مہاراج نے اسکو بھی ہزاروں صلواتیں سنائیں  
 چناسوامی نے ڈر کے مارے، پہلے دروازے سے آکر پوچھا کیا کہتے ہو!  
 کہا سینس نے مہاراج کو مدعو کرنیکا شوق ظاہر کیا۔ چناسوامی نے کہا اس وقت  
 تو نہیں کل آکر کہنا۔ مہاراج آدھ گھنٹے تک گایان دیتے رہے۔ پھر یکایک کس  
 کا دروازہ کھولا۔ اپنا پکایا ہوا کہانا باہر پینکدیا۔ اور گھر کے تمام چراغ گل  
 کر دیئے۔ چناسوامی اور گھر کے تمام آدمیوں کو باہر نکال دیا اور خود بھی باہر نکل  
 آئے۔ اور چوک بین پانی کے تل پر دوڑے۔ راستے پر انڈا سیندور اور لیپو

و بعد دیکھ کر گائیونکی بوجہ بار دگنی کر دی۔ اور ٹھوکر سے ران چیز و نگو بتر پڑ  
 دیا۔ پھر ان تمام اشیاء کو جمع کر کے قریب ہی ایک چٹھے میں ڈال دیا۔ اور راہ  
 چلنے والوں کو بھی گائیون دینے لگے۔ اور کہا کہ یہاں کے لوگ بہت خراب  
 ہیں یہ اپنے ہم جنسوں کو جان سے مارنا چاہتے ہیں۔ اسکے بعد آپ گہرائے  
 پنا سوامی نے جرات کر کے پہر چراغ جلائے اور کہا نا بیکر گہرے تمام لوگ  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر آپ نے کچھ نہ کہا یا۔ اس روز سے یہ  
 حالت ہو گئی کہ کبھی کہاتے کبھی بہو کے رہتے اور کبھی کافی ہی پر گزر کرتے  
 چونکہ موسم سرما کا تھا ہمارا ج ہر روز صبح ایک درخت کے نیچے  
 ہمارے سامنے تہا د ہو پ میں بیٹھا کرتے۔ پانی راؤ کی لڑکی جبکی عمر و برس  
 نہ ہوگی ہڑ ٹھٹھے کا بنجرہ ماتہ میں ٹسکائے ہوئے پانی کے نل پر ہمارا ج  
 کے سامنے سے جایا کرتی تھی۔ ایک روز ہمارا ج نے اسکو روکا اور اس کے  
 ٹھٹھے کا حال پوچھا۔ اسکے بعد یہ لڑکی ہمارا ج کے پاس اکثر آیا کرتی ہمارا ج  
 ہی اسکے ساتھ اچھی طرح باتیں کیا کرتے۔ ایک روز ہمارا ج کہا نا کہا ہے  
 کہ یہ لڑکی آنکلی آپ نے کہا نے کے لئے بلایا۔ لڑکی نے کہا۔ بغیر پوچھے  
 ہاؤنگی تو امان مارین گی۔ ہمارا ج کے بار بار کہنے پر آخر لڑکی نے کہا نا  
 لہایا اور گہر جا کر اپنی مان سے ساری حقیقت بیان کی۔ اسکی مان نے کہا  
 آپ دن ہمارا ج کو دعوت دیکر گہرے آ۔ چنانچہ لڑکی اکثر کہا کرتی کہ

ہمارا آپ ہمارے یہاں کہانے کو چلین۔ ہمارا روز کہہ سیتے کہ مان  
ایک دن ضرور تیرے یہاں آئینگے۔

اب پہر کہا نا پکانے سے ہمارا کی طبیعت اکتائی اور آپ نے بہیک  
مانگنا شروع کر دیا۔ میرا بائی اکثر آپ کو برہمنوں کے گہر بتایا کرتی۔ دیکھو  
اکثر شہر کے باہر تشریف لیجا یا کرتے تھے۔

## عجیب راز

جب دستور ایک روز آپ شہر سے باہر گئے اور معمول سے ایک میل زائد  
آگے بڑھ گئے۔ یہاں آپ نے ایک سبزہ زار دیکھا اور قریب جا کر اوسکی سیر  
کرنے لگے۔ تالاب کے کنارے بیل کے درخت تھے اس طرف جو نظر گئی تو  
کنارے پر ایک شخص کو دیکھا جو قریباً ۲۸ سال کی عمر کا ہوگا اور سو کہہ کر کانٹا  
سا بن گیا تھا۔ جسم پر کپڑے پرزہ پرزہ ہو گئے تھے۔ کم طاقت اتنا کہ کڑوا  
تک سینا دشوار تھی۔ اس سنان اور اُجاڑ جگہ پر اسکو دیکھ کر آپ کو  
بڑا تعجب ہوا۔ قریب پہنچے اور اس سے اوس کا حال دریافت کیا۔ گمان  
کچھ جواب نہ دیا۔ کہانے کیلئے پوچھا تو بھی اوس نے انکار کیا البتہ ایک گلاس  
شربت کی خواہش ظاہر کر کے کہا کہ اگر یہ پلاؤ تو مہربانی ہوگی۔ ہمارا راج  
گہر واپس آئے۔ دو لیٹو۔ کچھ شکر اور لوٹا مہر پانی اور مانگ کے لایا ہوا

نہانا لیکو پہنچے۔ وہاں پہنچ کر اپنے ایک لہو کا شربت تیار کیا اور اسکو اٹھا کر پلایا  
 اور کچھ کھانے کیلئے کہا۔ کھانے سے اوس شخص انکار کیا اور شربت کا ایک اور  
 گلاس مانگا۔ آپ نے اسی وقت دوسرا گلاس بنا کر دیا جسکو پی کر وہ پہلے کی طرح  
 بخود ہو کر لیٹ گیا اور کوئی بات نہ کی آخر مہاراج واپس آئے۔ رات کو خوب  
 مین ویکھا کہ سائین با بارحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرشد اور وہ لاغور شخص ایک  
 جگہ بیٹھے مین اور ان کے پیچ مین خود بھی بیٹھے ہوئے مین۔ اور اس وقت  
 نظر آئی وہ مہاراج نے ان سے کہا کہ تم نے شربت دو نوں کو دیا مگر مجھے  
 نہ دیا۔ مہاراج نے اس سے کہا کہ آخر میرا بھی تو خیال کہ مین نے ہی تو  
 مین پیایا، دوسرے دن مہاراج شربت کا سامان اور کھانا لیکر پہنچے مگر  
 وہاں اس کا پتہ نہ پایا البتہ اُن کا لایا ہوا کھانا اور اوسکو پہٹے ہوئے کپڑے  
 پڑے تھے۔ مہاراج کو سخت تعجب ہوا اور حیران و پریشان واپس لوٹے  
 چنا سوامی و فر سے آکر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ مہاراج نے ایک تکیہ اٹھا  
 اور چنا سوامی اور اوسکی بیوی کو خوب مارا اور اپنے کمرے مین چلو گئے۔  
 چنا سوامی نے ڈاکٹر پلے کو مہاراج کی غیر معمولی مجنونانہ حرکات کے متعلق  
 لکھا جسکے جواب مین ڈاکٹر پلے نے آپ کی بزرگیت کا یقین دلا کر لکھا کہ خبر دوا  
 لہرانا نہیں جو کچھ مہاراج کرینگے اوس سے کیونقصان نہیں ہوگا۔  
 ناظرین کو یاد ہوگا کہ ڈاکٹر گنپت راؤ کے مکان پر مہاراج کو

بوسیر کی شکایت ہو گئی تھی۔ اب اس نے نہایت خطرناک صورت اختیار  
 کی۔ مسون سے اس قدر خون بہنے لگا کہ کمرے کی تمام زمین خون آلود ہوئی  
 اور مہاراج انتہا سے زیادہ لاغر ہو گئے۔ سب لوگ گھبرا گئے۔ تیسرے روز  
 اس قدر نازک حالت ہوئی کہ زندگی کی اُمید نہ رہی اور ڈاکٹر کو بلانا چاہا  
 آپ نے سب کو دلاسا دیا کہ روتے کیوں ہو اور ڈاکٹر کو کیوں بلاتے ہو  
 میں تو خود ہی اچھا ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چوتھے روز یعنی گئے  
 کے دوسرے روز خود بخود خون بند ہو گیا۔ بیماری کی حالت میں چنانچہ  
 نے مہاراج کی اجازت سے شیو رام پنچھ اور ان کی بیوی جانکی بائی سے  
 آپ کے کہانے کا انتظام کیا۔ صحت پانے پر آپ اکثر ان کے گھر جا کر کہنا  
 کہا کرتے۔ چند روز کے بعد کہانا بند کر دیا اور بھیک مانگ کر کہانے  
 لگے آپ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ چنا سوامی آپ کی اس روش کو بددش  
 نہ کر سکا اور پہر منت خوشامد سے رضامند کر کے کسی دوسرے برہمن کے  
 یہاں کہانے کا بند و بست کر دیا اور آپ اکثر اوسکو گھر جا کر کہانا کہا کرتے  
 مہاراج کو کھڑ گپور آئے ہوئے قریباً ایک ماہ ہوا تھا کہ ناتال کا ناٹا  
 آیا اور چنا سوامی مہاراج سے اجازت لیکر ناتال کی چھٹیوں میں سائین  
 کے دشمن کو شیر ڈی آگیا۔ مہاراج اب اکثر درخت کے نیچے بیٹھے رہا کرتے  
 ایک بنگالی پترا بابو نامی ہر روز آفس جاتے ہوئے آپکو سلام کر کے جاتا

اور وہ بدن بہاراج کی عظمت اور سکودل میں بڑھنے لگی۔ میرا بانی  
اور کٹھی بانی بھی آپ کے درشن کو آیا کرتیں۔ لکشمی بانی نے ایک روز آپ کو  
دعویٰ آپ نے وعدہ کیا کہ اچھا کسب دن آؤ گا۔ چنانچہ ایک روز پہنچے  
لکشمی بانی اور تین چار عورتیں چکی ہیں رہی تھیں آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑی  
ہوئیں آپ چکی پر گئے اور سارا راج چس ڈالا۔

چنا سوامی اور سیتا رام ایک ہفتہ بند شیر ڈی سے واپس آ گئے  
بہاراج کا کمرہ جو خون سے خراب ہو گیا تھا چنا سوامی کی بیوی نے دھویا۔  
یہ دیکھ کر اسی کمرے میں پاخانہ پھرنے لگے اور اپنے ماتھے سے اٹھا کر قریب  
کی پانی کی نالی میں ڈال دیا کرتے۔ اس وقت آپ بالکل ننگے گہرے نکلا کرتے  
تھے۔ رات کو اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا کرتے اور صبح اٹھ بیٹے تک  
نہ اٹھتے اور اگر کوئی آواز دیتا تو اس کو گایاں سناتے۔ اکثر سوکھا ہوا  
فصل اوہر اوہر سے جمع کرتے اور اس کو جلا کر گھٹنوں ماتھے پیر تاپتے رہتے  
اب اکثر لوگوں کو بہاراج کے بزرگ ہو نیکا یقین ہو گیا اور شام کے وقت  
چنا سوامی کے مکان پر درشن کیلئے حاضر ہوا کرتے اور آپ کی حکمت آمیز  
باتوں سے فائدہ اٹھاتے۔ بہاراج ہمیشہ فرماتے کہ میں تو ایک بیمار اور نیم وحشی  
ادی ہوں اور اس قابل بالکل نہیں ہوں کہ میری تعظیم کی جائے۔ تم لوگ  
میری حالت سے واقف نہیں ہو۔ مگر اس کہنے کو کون یقین کرینوا لاتا تھا۔



دنکو عورتوں کو لگا اور شام کو مردوں کو لگا ہجوم ہونے لگا۔ اور یہ تہہ اور فٹہ رفتہ رفتہ اتنی بڑھی کہ مہاراج کا کمرہ لوگوں کے لئے ناکافی ہونے لگا اور لوگ کمرے سے باہر دور تک بیٹھنے اور باتیں سننے کو لئے مشتاق رہنے لگے۔ آپ کی گفتگو عوام کے لئے مجذوب کی بڑھو کرتی لیکن سمجھداروں کے لئے ان بے جوڑ فقر و فاقہ کے دقیق نکات مضمحل ہوا کرتے۔ لیکن آپ رہ رہ کر یہی ارشاد فرماتے کہ میں سہ گرو یا ایٹورا و تار نہیں ہوں اور تمہارا اسطرح میرے پیچھے پڑنا میرے اور تمہارے دونوں کے لئے باعث تکلیف ہے۔ چنانچہ مہاراج کے مزاج سے واقف تھا لہذا وہ حتی الامکان لوگوں کو مہاراج کی جانب سے ہٹاتا اور آنے سے روکنے کی کوشش کرتا مگر اس سے ہجوم عاشقان اور بڑھتا گیا۔ بعض اوقات مہاراج ان آئینوں کو دھکی دیتے کہ اگر تم آنا بند نہ کرو گے اور مجھے تکلیف دو گے تو میں تمہیں ماروں گا۔ کیونکہ میں دیوانہ ہوں اور دیوانے کے قول فعل اختیار ہی نہیں ہوتے۔

ابستورات میں باہم یہ قرار پایا کہ ہر جمعرات کو مہاراج کو ہٹایا جائے اور سب نے ملکر مہاراج سے اجازت لے لی۔ ہاتھ وقت آپ بالکل برہنہ رہے لکشمی بائی اور کہا سینس کے دل میں مہاراج کی عزت اور رون سے زباؤ نہی اور یہ دونوں مہاراج کو دت اوتار سمجھتے تھے۔ ایک جمعرات کو صبح کے وقت وہ مہاراج کو اپنے گہریگئے اور پہر انکو ایک چوکی پر بٹھا کر اٹکے تمام

جسم کی تیل سے ماش کی اور پہر پہلایا اور پوجا کی۔ یہ دیکھ کر دوسرے برہمنوں نے بھی اپنے گھر بیجانے اور پہلانے کی آرزو ظاہر کی مگر آپ نے جواب دیدیا کہ میں یہاں تمہاری دعوتیں کہانے نہیں آیا ہوں۔ کہاسینس کے یہاں یہی خاص تعلق کیوجہ سے گیا تھا۔ لوگوں کے ہجوم کیوجہ سے آپ راٹو صاحب نایک راٹو کے گھر کہانے کے لئے نہ جاسکتے تھے اسلئے وہ ہر روز دو پہر کو کہانا یہاں ہی بچو ادیا کرتے مہاراج نے یہ دیکھ کر نایک راٹو کو منع کیا کہ اب کہانا نہ لےجاکر لیکن انہوں نے نہ مانا اور کہا میں تو کہانا بچو اوٹھا آپ خواہ کہائیں یا پیئیں۔ چنانچہ مہاراج نے دنگو کہانا ہی چھوڑ دیا اور یہ کہانا میرا بانی کو دیدیا کرتے۔ اور صرف رات کو لکشمی بانی یا دوسری عورتوں کی لائی ہوئی کافی پیتے اور کہانا ہوتا تو ہوتا تو ہوتا تھا۔

اب مہاراج کا جمعرات کا غسل ایک معمول ہو گیا تھا۔ لہذا ہر جمعرات کو عورتیں ایک ایک گھڑ پانی لاتیں اور تیل کی ماش کے بعد پہلایا جاتا۔ ایک دن سائڈ ان عورتوں میں سے کسی عورت کے دل میں ناپاک خیال آیا اور مہاراج نے گالیان دینی شروع کیں اور تمام پانی پیہیک دیا اور قریب کی گندی نانی میں جا بیٹھے اور اسکو ناپاک پانی سے نہانے لگے۔ اور فرمایا کہ یہ پانی اس صاف پانی کے مقابلے میں جو ناپاک ہاتھوں سے لایا گیا ہو گنگا جل ہے۔ ایک دن بہا گونا می ایک مہار عورت کپڑے دھو رہی تھی کپڑے تیل

سے استفادہ چکنے تھے کہ وہ عورت صاف کرتے کرتے تہکی جا رہی تھی آپ نے  
اوس سے کپڑے لیکر خود دھونا شروع کئے اور صاف کر کے اوسکو حوالے کئے  
ایک مرتبہ مہاراج عورتوں میں بیٹھے بند و نصائح بیان فرما رہے  
تھے کہ جانکی بانی نامی ایک بیوہ عورت جو ہمیشہ مہاراج کے درشن کو آیا کرتی  
اور بغیر کسی سے بات چیت کئے واپس چلی جاتی تھی۔ مہاراج کے درشن کو آئی  
اور اپنے تمام کپڑے باہر کے دالان میں اتار کر رکھ دئے اور برہنہ اندر داخل ہوئی  
اور مہاراج کے سر اور پیر پر پھول رکھے اور پہرے کے پاؤں دھوئے اور باقی  
پوجا کی۔ اور واپس چلی گئی۔ اس عورت نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ برہنہ ہو کر  
سد گرو کی پوجا کرنا حصول نجات کیلئے ضروری ہے۔ مہاراج نے فرمایا کہ جانکی  
بانی کا فیصلہ دنیوی حیثیت سے قابل اعتراض ہے۔ اگرچہ شاستر کی رو سے یہ فعل نجاست  
کی طرف رہبری کرنیوالا بتلایا گیا ہوتا ہے اوسکو آداب مجلس ملحوظ رکھنا چاہئے تھے۔  
مہاراج اکثر ہنگیون کے محلے میں پہر کرتے جہاں میرا بانی بھی ہمراہ ہوتی۔  
مہاراج اکثر گیتا کے اشلوک پڑھ کر انکے اہلی معنی اپنے معتقدین کو سمجھایا کرتے  
تھے ایک روز دامودر پنت نامی ایک شخص آیا اور اپنی جیب سے بھاگوت گیتا لگائی  
اور مہاراج سے استفادہ عاکی کہ اُسے چند مضامین سمجھا دیں۔ مہاراج اوسکو باطنی ارادہ  
سے واقف ہو گئے۔ اور طبع آزمائی کے لیے میں کہا کہ گیتا کیا ہے؟ کوئی عورت ہے  
یا کتاب؟ یہ سنکر اوس شخص نے کہا کہ مہاراج آپ سد گرو ہیں اور گیتا

کے ذرے ذرے سے باخبر ہیں آپ اس بات کو سہی میں اڑاتے ہیں۔ مہاراج  
 نے فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ گیتا کس نے اور کس کے لئے تصنیف کی۔ اُس نے  
 جواب دیا کہ کرشنا نے تصنیف کی اور ارجن کیلئے۔ اسپر مہاراج نے فرمایا کہ  
 ایسی حالت میں اسکا سمجھانے والا کرشنا کی حیثیت کا اور سننے والا ارجن  
 کی حیثیت کا ہونا چاہئے۔ میں خود کو کرشنا کی برابر ہی کا نہیں پاتا۔ لہذا میں  
 تجھے گیتا کس طرح سمجھاؤں۔ اس نے کہا مہاراج مجھے یقین ہے کہ آپ کرشن  
 اوتار ہیں۔ مہاراج نے جواب دیا کہ بالفرض میں کرشن اوتار ہوں تو آپ کے  
 سمجھنے کیلئے ارجن کو آنا چاہئے۔ کیا تم خود کو ارجن کی حیثیت کا سمجھتے ہو؟ اس نے  
 کہا نہیں۔ مہاراج نے فرمایا کہ اگر تم ارجن نہیں ہو تو میں ہی کرشنا نہیں ہوں  
 اس شخص نے کہا کہ اگر آپ کرشنا اور میں ارجن نہ ہو تو کیا گیتا کے معنی  
 سمجھے یا سمجھائے نہیں جاسکتے؟ مہاراج نے فرمایا کہ تم ارجن کی حالت پیدا  
 کرو تو تمہیں گیتا سمجھانے کے لئے کرشنا خود کہیں نہ کہیں سے اور کسی کہی  
 صورت سے تمہارے پاس آئیگا۔ اوس نے کہا کہ کرشنا نے ارجن کو گیتا  
 اسلئے سمجھائی کہ وہ کرشنا کا زبردست معتقد تھا مجھے ہی ایک ادنیٰ بہکت  
 ہونی کی حیثیت سے کچھ معنی سمجھنے چاہئیں۔ اور اس قلیل معلومات کی نسبت  
 ارجن کی حیثیت کا کچھ حصہ مجھے میں منتقل ہونا چاہئے۔ مہاراج نے جواب دیا  
 کہ صرف بہکتی کی وجہ سے ارجن پر گیتا کا انکشاف نہیں ہوا۔ ورنہ پانچ پانڈویں

برابر کے بہکت تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ صرف ارجن کو ہی گیتا کا حال بنایا گیا حالانکہ پانچوں بہائی حاضر تھے اس خاص عنایت کی وجہ کیا تھی؟ اسکی وجہ یہ تھی کہ ان سب میں ارجن ہی ایک ایسا شخص تھا جو اس راز کو سمجھنے کا اہل تھا۔ اس کا فطر اس قابل تھا کہ اس تعلیم کا غل ہو سکے۔ اور وہ بہکتی جو گیتا کے پوشیدہ معنی جاننے کیلئے لازمی ہے۔ اس کا مجملہ ذکر میں تلو سائے دیتا ہوں۔ "عالم قدس کی منزل میں پانچوں پانڈو کے الگ الگ مراتب تھے۔ اور انکے نام انکے مرتبہ کا پتہ دیتے تھے۔ ارجن کے معنی سنسکرت میں بیکار سوکھی گہاس کے ہیں۔ اور اسی نام کے مطابق اسکے افعال۔ حالت اور مرتبہ تھا۔ اس نے اپنے دل کو ایسی تعلیم دی تھی کہ وہ خود کو واقعی بیکار سوکھا گہاس سمجھو لگا تھا۔ اور اس خیال نے اسکی خودی کا بالکل خاتمہ کر دیا تھا۔ اور جہاں خودی نہیں وہاں خدا ہے اور جہاں خدا ہے وہاں گیتا کا راز کھل جاتا ہے۔ خودی کے مفقود ہونیسے ارجن اپنی جنگجو طبیعت اور چہتر یونکے مسلک کو بھی بہو لگیا تھا۔ اسلئے میدان جنگ میں اپنے دشمنوں کے لئے اسکے دل میں رحم پیدا ہوا اور رحم بہادری کی ضد ہے۔ وہ اپنے وقت کے سب سے اعلیٰ شاہی خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ اور سورماؤں میں بکتا ہی زمانہ تھا مگر وہ خود کو ایسا بہولا کہ اس نے مردی کو بھی آق کر دیا اور عورت کی حیثیت اور حالت اختیار کی جو مشہور تاریخی واقعہ ہے۔ اس زمانہ حالت کا تجربہ دوسرے پانڈو نکو نہیں ہوا۔ یہ ایک صحیح واقعہ ہے کہ ویرٹ نگر میں وہ ایک سال تک

ایک عورت کی شکل میں رہا۔ اور ان سب باتوں کے علاوہ ارجن کرشنا کا بہت غمزہ بہکت تھا۔ اسلئے جب تمہارے دل کی حالت ارجن کی مانند ہو جائیگی تو اگر میں کرشنا نہ ہی ہوں تو مجھ میں کرشنا کی روح داخل ہو کر تمہیں گیتا کے پوشیدہ راز پورے طور سے سمجھا دیں گی۔ اسپر ہی شخص اپنی ضد سے باز نہ آیا اور وہی پہلا سوال پھر دہرایا۔ کہ آپ سدگر وہیں جس طرح چاہیں سمجھا سکتے ہیں۔ ہمارا ج نے فرمایا کہ اگر تو مجھ کو عالم سمجھتا ہے تو میرا کہنا مان اور جس سے میں نے سیکھا ہے اس جا کر سیکھ۔ اشارے سے بتایا کہ دیکھ وہ ہینگن کھڑی ہے وہ میری استاد ہے وہ تجھے ہی درس دیں گی۔ اس نے کہا کہ اوسٹس آپ کو سکھا دیا آپ مجھے سکھا دینا ہمارا ج نے فرمایا کہ میری آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا اسلئے میں پڑھ نہیں سکتا پہلے تو اس گیتا کو اس نالی کے پانی میں غوطہ دے اور پھر میرے پاس لا تو میں پڑھا سکوں گا اور جو کچھ ہینگن سے سیکھا ہے وہ تجھ کو سمجھا دوں گا۔ یہ سنکر وہ چکرایا اور قدم بوس ہو کر رخصت ہو گیا۔

## حکیم کا قصہ

اس شخص کے جانے کے بعد ہمارا ج نے حاضرین سے کہا کہ کتا بن پڑ کر ہندوت یا مولوی تو بنجاتے ہیں مگر حقیقت دریافت کر نیکا خیال ان میں سے نہ لاکھوں میں کسی ایک کو ہوتا ہے۔ میں ایک حکیم کا قصہ سناتا ہوں۔ "کسی شہر

مین ایک حکیم صاحب کے پاس ایک طالب علم طب پڑھا کرتا تھا۔ درس ختم ہو گیا  
 بعد اسکو خیال ہوا کہ مین نے اب طب کی تمام کتابیں پڑھ لیں اور اس علم سے  
 اچھی طرح واقف ہو گیا ہوں بہتر ہو گا کہ اب وطن جا کر خود مطب کرنا شروع  
 کر دوں۔ چنانچہ اپنے استاد سے اجازت مانگی۔ حکیم صاحب نے کہا کہ یہاں  
 کتابیں تو تم نے پڑھ لیں مگر ابھی تجربہ باقی ہے اور جب تک تم میرے پاس رہ کر  
 پورا تجربہ حاصل نہ کر لو گے اس وقت تک صرف پڑھا ہوا کند تلوار کے موافق ہو گا۔  
 اور تم اس علم سے کیسے فائدہ نہ پہنچا سکو گے۔ شاگرد نے کہا استاد مین نے تین  
 برس میں حکمت کے تمام مسئلے حل کر لئے ہیں اور انکی صہیت سے بخوبی واقف  
 ہو گیا ہوں۔ حکیم صاحب نے مجبوراً اجازت دیدی۔ چنانچہ یہ اپنے وطن آیا  
 مطب جاری کر دیا۔ مریض آنے شروع ہوئے۔ اپنے علم کی موافق امراض کی  
 تشخیص اور نسخہ نکی تجویز مین کوئی دقیقہ اٹھانا نہ رکھا لیکن کسی بیمار کو فائدہ نہ ہوا  
 اور رفتہ رفتہ بیماروں کا آنا ہی بند ہو گیا۔ اس وقت اسکو خیال ہوا کہ واقعی  
 استاد کے ارشاد کے موافق صرف پڑھا ہوا کافی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ دوبارہ  
 استاد کی خدمت مین حاضر ہوا اور ساری حقیقت بیان کی۔ حکیم صاحب نے  
 کہا کہ مین نے تو پہلے ہی تم سے کہا تھا کہ بغیر تجربہ حاصل ہوئے علم کام کا نہیں خیر  
 اب جاؤ اور میرے دو اساتذہ کے ساتھ رہ کر تجربہ حاصل کرو۔ یہ دو اساتذہ  
 طب سے بالکل ناواقف تھا۔ لیکن حکیم صاحب جو نسخہ مریض کیلئے لکھتے وہ اسکو

نہایت احتیاط سے تیار کرتا۔ اور ایک ذریعے او سکواتنی معلومات حاصل ہو گئی  
 تھی کہ حکیم صاحب کی عدم موجودگی میں وہ انکی جگہ کام چلاتا تھا۔ چند روز کے  
 بعد حکیم صاحب کا انتقال ہو گیا اور دواساز اُنکا جانشین قرار پایا اور طالب علم  
 نے دواساز کی جگہ لی۔ دواساز کی وفات پر کام طالب علم کے ہاتھ آیا جو  
 اب کافی تجربہ حاصل کر چکا تھا۔ اور اس قابل ہو گیا تھا کہ مریضوں کا علاج کر سکے۔  
 چنانچہ ایسا ہی حال ہر ایک فن کا ہے تجربہ جب تک نہ ہو کوئی علم یا فن کام کا  
 مہاراج کی زبردست اور پر اثر تقریروں کو شکر آدمی بخود ہو جاتے  
 اور ہر وقت یہی آرزو ظاہر کرتے کہ کچھ فرمایا جائے جس سے مہاراج تنگ آکر  
 کہیں چلے جاتے اور اکثر مزدوروں قلیوں کی امداد کرتے پائے جاتے کہی  
 قلیوں میں ملکر انکے ساتھ کوئلے اٹھاتے کہی معارون کے ساتھ اینٹیں اٹھاتے  
 کہی پتھر پہڑتے۔ اور کہی بہاگو مہاراجی کے گہر جا بیٹھتے اور اوس کا خاوند  
 سامنے بیٹھ کر کبیر کے دوہے اک تارے پر سنایا کرتا۔ ایک تو آواز سیریلی  
 دوسرے اوسکی ہی دل میں در دیہ دونوں باتیں ملکر مہاراج کو کبیر کے دوہے  
 گھنٹوں رُلایا کرتے۔ معتقدین نے یہاں ہی انکا پھیپانہ چھوڑا جس سے آپ  
 وق ہو کر فرمایا کرتے کہ تم لوگوں نے مجھے گہر تک چھڑا دیا دھوپ میں  
 بہشکتا پہرتا ہوں اور تم کو رحم نہیں آتا کیسے وقت آرام سے بیٹھنے نہیں دیتے  
 بیونا بائی ایک برہمن عورت آپ کی نہایت ہی سچی معتقد تھی اور



روزانہ دودھ کا ایک پیالہ آپ کے لئے لایا کرتی اور آپ اس کا خلوص دیکھ کر  
 کبھی انکار نہ کرتے۔ ہمارا جہد پیش کرتے وقت اسکی طرف اور اسکی خاموشیوں  
 زیادہ متوجہ رہتے اور فرماتے کہ پروردگار عالم کی قدرت کے کرشمے عجیب ہیں۔  
 وہ ہر ایک نیک و بد کا مالک ہے وہ حاضر و ناظر ہے۔ اور اسکو سب کی بہتری  
 منظور ہے۔ وہ کسی کی برائی نہیں چاہتا۔ ہماری بہلائی کیلئے جو طریقے وہ اختیار  
 کرتا ہے ہم انکو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب کوئی بات ہمارے غلط  
 ہوتی ہے تو ہم غلط فہمی کیوجہ سے اسپر الزام لگاتے ہیں کہ وہ ہماری بربادی کے  
 سامان کر رہا ہے۔ حالانکہ وہی بات آخر میں ہماری بہبودی کا باعث ہوتی ہے۔  
 یقیناً انسان کی عقل ناقص اسکی قدرت کے عقدہ لایخل کے سلجھانے کے قابل نہیں  
 ہماری مثال اس بچے کی سی ہے جسکو جو اٹھیلنے کا شوق ہو اور اسی کو اپنی بہبودی  
 کا رستہ جانتا ہو۔ لیکن اس کا باپ جو جوے کو اسکی بربادی کا باعث دیکھتا ہو  
 اسکو اس سے باز رکھتا ہو۔ حالانکہ باپ اپنے بچے کی بہلائی کر رہا ہے لیکن  
 بچہ باپ کو دشمن سمجھتا ہے۔

دوسری مثال میں ایک ایسی لڑکی پیش کیجا سکتی ہے جسکے کان  
 چھیدے جارہے ہوں اور وہ رو رہی ہو۔ کیونکہ لڑکی یہ نہیں جانتی کہ ان  
 کانوں میں اگر چھید نہ ہوں تو وہ قیمتی زیور نہیں پہن سکتی۔ لہذا ہمیں ہر وقت  
 یہی سمجھنا چاہئے کہ جو کچھ خدا کرتا ہے وہ ہماری بہتری کے لئے ہے اور

اوسکی رحمت سرکبھی نا اُمید نہ ہونا چاہئے۔

جب انسان پیدا ہوتا ہے تو رنج و راحت اپنے ورثے میں لاتا ہے  
 (اگرچہ یہ دونوں چیزیں جھوٹی اور فانی ہیں۔ تاکہ ان کے ذریعے سے اس  
 ابدی خوشی پر اسکا خیال جمے جو سچی اور غیر فانی ہے۔ اسلئے اگر کوئی دل سے  
 ابدی خوشی کا خواہاں ہے تو اوسکو چاہئے کہ پہلے رنج و تکلیف برداشت  
 کرے۔ رنج و راحت دونوں کا تجربہ حاصل کئے بغیر کوئی شخص اسکے پنچون سے  
 بغات حاصل کر کے دائمی بے انتہا خوشی کی حد میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ اسلئے  
 اگر خدا تمہیں ظاہری تکلیف میں رکھے تو اوسکو بڑی خوشی سے برداشت کرو  
 میں جو کچھ کہتا ہوں اوسکو یاد رکھو اور اوسکو اپنی زندگی کا دستور بنادو۔  
 میں اب تمہیں ایک قصہ سناتا ہوں جس سے تمہیں میرے بیان کی صداقت کا  
 پتہ چلیگا۔

## شکر اور پارتی کا قصہ

ایک مرتبہ اثنائی گفتگو میں پارتی نے شکر سے کہا کہ یہ بھی کوئی انصاف  
 ہے کہ جو آپ سے محبت کرے اور آپ کی پوجا کرے وہ ہمیشہ مصیبتوں میں  
 گرفتار رہے۔ اور جو آپ سے نہ محبت کرے نہ آپ کی پوجا کرے وہ ہمیشہ  
 خوش و خرم اور عیش و آرام میں رہے۔ شکر نے کہا کہ جو کچھ میں کرتا ہوں وہ بالکل  
 انصاف ہوتا ہے۔ کل صبح تم میرے ساتھ چلنا میں اسکا ثبوت یہی نکودہ نکلا۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی شکر اور پارہتی دونوں غیب میان بیوی کاہیں  
 بلکہ دنیا کے ایک شہر میں آئے ابھی دکانیں کھل ہی رہی تھیں کہ ایک بے کی دکان  
 پر بھیک مانگنے گئے۔ بٹے نے دو چار گالیان دیکر دھتکار دیا کہ ابھی بوہنی ہی  
 نہیں ہوئی کہ کیجھت آ موجود ہوئے۔ گالیان کہا کر یہ ایک غیب برہمن کے گھر  
 پہنچے اور بھیک مانگی۔ غیب برہمن نے رات کی بچی کچی روٹی لاکر دی اور کہا  
 معاف کرنا تازہ کھانا پکے کو دیر ہے۔ یہ کھانا نیکر چلے آئے۔ اس دن بٹے کی  
 تو بکری زیادہ ہوئی اور برہمن کا لڑکا بیمار پڑ گیا۔ دوسرے دن پھر بٹے کی دکان  
 پر پہنچے اور سوال کیا اوسٹس پہر جھڑک دیا۔ یہاں سے برہمن کے یہاں پہنچے  
 اور اوس نے خوشی سے کہا نا دیا۔ اس دن بھی بٹے کی بکری زیادہ ہوئی لیکن  
 بیچارے برہمن کا لڑکا مر گیا۔ تیسرے دن یہ پہر دکان پر پہنچے اور بٹے کی گالیان  
 کہا کر برہمن کے گھر پہنچے۔ بیچارے غمزدہ برہمن نے آج بھی انہیں روٹی ڈی۔  
 اور دوسرا لڑکا بھی کھو بیٹھا برعکس اسکو بنیا فائدے میں رہا۔ غصہ اسے طرح کئی  
 دن تک ہوتا رہا۔ بنیا سید شہ صلوامین سناتارہا اور برہمن خیرات دیتا رہا یہاں تک  
 کہ بیوی بھی مر گئی اور خود بھی بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ اخیر دن یہ دونوں برہمن  
 کے مکان پر پہنچے۔ برہمن نے کہا کہ میں بیمار ہوں تم خود اندر آؤ اور الماری  
 میں چنے رکھے ہوئے ہیں بجاؤ۔ یہ اندر گئے اور چنے لیکر رخصت ہوئے۔ ادھر  
 برہمن نے جان دیدی۔ اس جانکاہ منظر سے متاثر ہو کر پارہتی نے اپنا شوہر

سے کہا کہ آقا کیا یہ بے انصافی نہیں ہے کہ برہمن جسے ہمیشہ نیک سلوک کیا وہ تو موت کے حوالے ہوا۔ اور کمینہ دل اور پر نخوت بنیا جو درشتی اور سختی سے شیر تبا رہا اوسکو اور زیادہ دولت دی گئی۔ شکر نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب ظاہری منظر ہے۔ چلو اب ذرا جنت کی سیر کرو۔ وہاں پہنچ کر پارہتی نے دیکھا کہ برہمن اور اسکی بیوی اور بچے جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ شکر نے کہا دیکھا پارہتی اوسکی خیرات کا یہ بدلہ ہے جو دائمی اور بے حساب ہے۔ بتئے کو جو کچھ ملیگا اس سے اوس کا تم خود اندازہ لگا لو۔ پارہتی نے کہا واقعی جو کچھ ہوا میں انصاف ہوا۔ جو دنیا میں رنج و مصیبت سہنا ہے اسی کو عاقبت میں سچی اور دائمی خوشی میسر ہوتی ہے۔

القصہ اسی مضمون کو مہاراج مختلف پیرائے میں یونان بانی کے ذہن نشین کرتے رہتے اور دیگر سامعین کو بھی جو اس وقت انکے قریب ہوتے اس مضمون کی طرف توجہ دلاتے۔ یہ پسند و نصائح مہاراج وقتاً فوقتاً ایک ماہ تک کرتے رہے۔ اس تقریر کے چار پانچ روز بعد یونان بانی کا خاوند سیمیا بڑا۔ اس عرصے میں مہاراج کا مزاج بھی بگڑا رہا۔ اور اسی غصے کی حالت میں مہاراج نے چنا سوامی کے یہاں کارہنسا چھوڑ دیا اور بہاگو جہارنی کے گھر جا بیٹھے۔ بہاگو اور اُس کا خاوند مارے خوشی کے پہولے نہ سمائے کیونکہ انکی ایک مدت سے دنی تنا تھی کہ مہاراج ہمارے یہاں قیام فرمائے

جس جھونپڑی میں بھاگو کی لگائے بند ہتی تھی اوس میں آپ نے قیام فرمایا اور ڈھائی ماہ تک رہے۔ سردی کا موسم۔ جھونپڑی کھلی ہوئی ہوا سٹائے کے اور مہاراج ٹاٹ اوڑھے پڑے رہتے

شام کو چنا سوامی دفرے گہرا آیا تو معلوم ہوا کہ مہاراج یہاں سے چلے گئے اور بھاگو کے یہاں ٹھہرے ہیں۔ میان بیوی ملکر گئے اور مہاراج سے واپس چلنے کی بہزار منت و خوشامد استدعا کی لیکن آپ نے ایک نہ مانی اور بے تکلف اس کیلے چہرہ میں پڑے رہے۔ معتقدین نے یہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا اور بستوراجوم رہا۔ اسپر مہاراج اکثر برہمن معتقدین پر آوارہ کس کرتے اور فرماتے "ارے برہمن ہو کر مہار کے گہرا آتے ہو تمہارا دھرم بہر نہیں ہوتا" مگر آنیولے ہمیشہ آتے رہے۔

ایک بار عورتوں نے شکایت کی کہ مہاراج ہم تو آپ کو آٹھویں دن نہلا دہلا کر صاف کرتے ہیں اور آپ کچڑ مٹی میں لوٹ کر پہر پہلے جیسے ہو جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تم سے کب کہا تھا کہ مجھے نہلایا کرو اگر تو تکلیف ہوئی ہو تو آئندہ سے بند کر دو۔ میں تو تمہارے فائدے کیلئے اپنے بدن کو مہلا کرتا ہوں اگر جسم پر میل نہ جمے تو نہانے کی ضرورت ہی کیوں پڑے اور تمہاری سیوا بند ہو جائے۔ یہ شکر عورتوں نے معافی چاہی اور جمعرات کا غسل مہار کے گہر پر بھی بستور جاری رہا۔

اس نئی جگہ قیام پذیر ہونے کے بعد ایک کرتن کرنیوالا برہمن پنڈت مہی  
 ہر داس باشندہ پاؤنی کٹر گپور آیا۔ یہ ایک با علم اور نو عمر شخص تھا۔ اس نے دیر  
 اور شاستر پر کامل عبور حاصل کیا تھا۔ اور مذہبی نکات سے بخوبی واقف تھا۔  
 اور ذات خداوند کا عشق اور کد دل میں اس قدر موجزن تھا کہ ہمیشہ غلہ و پند  
 اور حمد خدا میں وقت گزارتا تھا۔ اور لوگوں کو خدا کی طرف جھکنے کی تعلیم و تلقین  
 کیا کرتا تھا۔ ہمارا ج کا ذکر سنا تو دو تین آدمیوں کے ساتھ لیکر ہمارے چھوڑی  
 میں آیا۔ ہمارا ج اپنی عادت کے موافق برہمن پڑے ہوئے تھے۔ ہر داس  
 کو دیکھ کر فرمایا کہ حکیم صاحب کہنے مریضوں کے لئے نسخے تجویز کر نیکا کام  
 اچھی طرح چل رہا ہے نا؛ ہر داس اس جملے کے معنی سمجھ گیا اور یہ بھی سمجھ گیا  
 کہ واقعی روغنفسیر بزرگ ہیں۔ عرض کیا کہ ہمارا ج کام تو میں صدق دلی  
 سے کر رہا ہوں مگر اس کا پورا کرنا آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کی دعا کے  
 میرا دعائی دینے کا کام بخوبی چل رہا ہے۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر رخصت ہوا۔  
 جن دنوں میں ہمارا ج چٹا سوامی کے گھر رہتے تھے تو اکثر شام کی وقت  
 وہ سرکاری دوا خانے کے قریب بیٹھا کرتے جو کہ اسپتال کے مکان کے پیچھے  
 کے رخ واقع تھا۔ کہیں بیماروں کے کمرے کے پیچھے یا اس کے قریب غلیظ جگہ  
 پر تشریف رکھتے۔ اور جب کہیں آپ زیادہ دیر تک یہاں بیٹھے رہتے تو  
 اسپتال کی بیوی اور دوسری عورتیں وہیں کہنا لایا کرتیں۔ ایک دن

آپ اسی غلیظ جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ عورتیں حسب معمول کہاں لیکر آئیں۔  
 لان میں سیتارام کی والدہ بھی تھی۔ جسکو آج نیم کے پتوئی چٹنی اور جو کی روٹی کا  
 حکم پہلی ہی مرتبہ دیا تھا۔ کہانے کی وقت آپ اکثر قریب بیٹھنے والو نکو اٹھا دیا کرتے  
 تھے آج سب کو بیٹھے رہنے دیا۔ اور نیم کی چٹنی اتنے میں لیکر کہا کہ میں برہمن نہیں  
 ہوں۔ میں ہمارے گھر میں رہتا ہوں اسلئے بالکل بہر شٹ ہو گیا ہوں لیکن  
 آج میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے ہاتھ سے تمکو کچھ کھانے کیلئے دوں۔ مگر تم لوگ  
 برہمن ہو کیوں لینے لگے! سب نے جواب دیا کہ ہم سب اسی بات کے منتظر ہیں کہ  
 آپ ہمیں کچھ عنایت کریں۔ یہ سنکر ہمارا ج نے ہر ایک کو تھوڑی تھوڑی چٹنی دی  
 اور کہا کہ کھاؤ سب نے کھالی۔ پہر آپ نے پوچھا کہ لذت کیسی ہے؛ کڑوی ہے یا ٹھنی  
 سب نے کہا کہ اسکی تو لذت ہی کچھ اور ہے جو تمام لذتوں سے نرالی اور بڑھ کر ہے  
 یہ سنکر آپ نے سیتارام کی والدہ کو کہا کہ تو نے میرے حکم کے موافق چٹنی نہیں بنائی  
 یہ کہہ کر اوسکو بھی چٹنی دی۔ چونکہ وہ خود بنا کر لائی تھی اسلئے اوسکو کڑوی معلوم ہوئی  
 ہمارا ج نے پہر سب سے کہا کہ یہ نیم کی چٹنی تھی جسکو تم مڑے دار بتا رہے ہو۔ باقیانہ  
 چٹنی ہمارا ج نے جو کی روٹی سے کھائی۔ ہمارا ج کبھی خاص طور پر پکا ہوا کھانا نہ  
 کھاتے تھے۔ اور کہا کرتے کہ جسکا دل میٹھا ہوا اوسکا ہاتھ سے ملی ہوئی کڑوی  
 چٹنی ہی مجھے میٹھی معلوم ہوتی ہے۔

ایک روز ہمارا ج اسی والان میں تشریف فرما تھے کہ ڈاکٹر نے جو اس

دوا خانے کا انچارج تھا اور ہمیشہ مہاراج کو یہاں پڑا ہوا دیکھا کرتا تھا اور یہ جی دیکھتا تھا کہ تمام لوگ مہاراج کی عزت کرتے ہیں مگر خود پرست اور دہریہ ہونے کے سبب خود کو بھی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ مہاراج کو کونے میں پڑا ہوا دیکھ کر کہا کہ ارے دیوانے یہاں کیوں پڑا ہے اُٹھ جگہ خالی کر۔ مہاراج یہ سنکر اُٹھ بیٹھے اور ڈاکٹر سے کہا۔ واہ صاحب ڈاکٹر ہو کر دیوانے آدمی کو اپنے یہاں سے نکالتے ہیں آپ کو تو چاہیے کہ دیوانے کا علاج کریں اور اس کو کمرے کا بندو بست کریں تاکہ دیوانے سے دوسروں کو ضرر نہ پہنچے۔ علاوہ ازیں دیوانہ دوا خانہ چھوڑ کر کہاں جائے۔ ڈاکٹر نے کہا علاج کرنا ہے تو پاگل خانے جا۔ مہاراج نے فرمایا کہ ہلا دیوانہ خود پاگل خانے جاسکتا ہے جو میں جاؤں۔ یہ تو آپ کا فرض ہے کہ یا تو میرا خود علاج کریں یا پاگل خانے بھجوائیں یا پولیس کے حوالے کر دینا ورنہ آپ پر الزام آئیگا کہ آپ نے اپنی خدمت پوری طرح ادا نہیں کی اتنے میں آپ کے معتقد آگئے اور ڈاکٹر کو سب سے ملکر دیوانہ بنا دیا۔ پچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ اور مہاراج نے ہندو نمائج شروع کر دیے۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ میونا بانی کا شوہر چند روز سے بیمار تھا اب یہ انتقال کر گیا۔ اس حادثے کے ایک ماہ پیشتر سے مہاراج میونا بانی کو مختلف بیماریوں میں اس واقع کی خبر دے رہے تھے۔ انتقال کے دن صبح کو مہاراج نے میونا بانی سے کہا کہ آج کا دن میرے لئے سخت مصیبت اور رنج کا دن



ہے۔ میزری کمر ٹوٹ گئی۔ اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ہے! اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارا ج کو اس کا علم پہلے سے تھا اور اپنی تقریر سے یونابائی کے دل کو پہلے سے مضبوط کر رہے تھے۔ اپنے خاوند کے انتقال کے دو دن بعد یونابائی درشن کو حاضر ہوئی۔ اسکو دیکھ کر ہمارا ج نے حاضرین سے کہا کہ اس غریب عورت کا خاوند اس سے چھین لیا گیا۔ رشتہ نکاح نے جس کے ساتھ ہو متصل کیا تھا آج وہ اس سے علیحدہ کر لیا گیا۔ مگر ہر وقت صبر اور شکر سے کام لینا چاہیے۔ عجیبے اس وقت نکاح کے متعلق ایک قصہ یاد آیا ہے۔ غور و غور

## شادی کا راز

ایک غریب بے مایہ مسافر نے کسی شہر میں بہوک سی بٹیاب ہو کر کسی سے پوچھا کہ کہاں بھی اس مسافر کو کہیں ملے گا۔ ایک نے کہا کہ ہاں فلان جگہ شادی ہے وہاں جاؤ مسافر پہنچا دیکھا کہ ہندو رسم کے موافق نکاح ہو رہا ہے۔ مگر یہ دیکھ کر اسکو بڑا تعجب ہوا کہ دو لہا ۱۲ برس کا اور دلہن ۴۰ سال سے زائد عمر کی۔ نکاح کے بعد کہانے کا انتظام ہوا۔ اور یہ دو لہا دلہن کے سامنے ہی کہانے کیلئے بیٹھا سب لوگ تو کہانا کہہ رہے تھے لیکن یہ اس بے جوڑ جوڑے کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا تو کہا کہ میں اس بات پر مسکرا رہا ہوں کہ یہ خلات تمام تو ۱۲ برس کا اور دلہن ۴۰ برس کی ایسا دستور تو کہیں نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا کہ شاید تم اس شہر میں نئے

آئے ہو جو اس شادی پر تلو تعجب معلوم ہو رہا ہے۔ یہاں کا یہی دستور ہے  
یہاں سے روانہ ہو کر کسی دوسرے شہر میں پہنچا۔ دور سے ایک عالیشان مندر  
نظر آیا۔ قریب جا کر دیکھا تو آدمیوں کا استدرجوم کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں جو  
توں کر کے اندر پہنچا۔ دیکھا کہ ایک ستر سالہ بڑہیا بیٹھی پوران کے مضامین پڑھا  
کر رہی ہے لیکن یہ پوران دوسرے پورانوں سے بالکل مختلف ہے۔ یہ ہی  
بیٹھ کر غور سے سنو لگا۔ اس وقت شادیوں کے مروج طریق بیان ہو رہے  
تھے جسکو شکر یہ بہت خوش ہوا کہ شاید اس انوکھی شادی کا حال ہی اس  
میں ہوگا۔ چنانچہ اس عورت نے آخر اسکی مشارکیو افق اپنی تقریر کے دوران  
میں اس زالی شادی کا ذکر شروع کیا لیکن ادھورا چوڑ کر کھڑی ہو گئی اور  
مندر سے روانہ ہو گئی۔ اس عورت کا حکم تھا کہ مندر میں خواہ میری کتنی ہی  
تعظیم کیجائے لیکن باہر مجھے کوئی سروکار نہ رکھے۔ اور نہ میرے ساتھ میرے  
مکان پر آئے۔ اس نیک مائی کا نام پورانک بانی تھا۔ اسکی تقریر سنکر  
مسافر دنگ رہ گیا۔ اور شادی کا ادھورا مطلب پورے طور پر سمجھنے کیلئے  
پہچے پہچے ہوا۔ ایک میل چلکر وہ مسان میں سے ہوتی ہوئی ایک جھونپڑی  
پر پہنچی اور قفل کھول اندر داخل ہو گئی اور کنڈی لگالی۔ یہ بچارہ بڑا پریشان  
ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ آخر ہمت کر کے جھونپڑی کے قریب پہنچا اور دروازے  
کی در زمین سے جھانک کر دیکھنے لگا۔ بڑہیا نے پہلے ایک عندوق کھولا

اور اس میں پورا ن رکھ دیا۔ پہر نہا کر بھون تیار کیا۔ رات کے آٹھ بجے کا وقت تھا کہ بڑھیا نے پترولی پر کہا نا چنا اور دروازہ کھول کر آواز دی کہ کوئی بھوکا آدمی یہاں ہو تو آئے۔ مسافر نے چاہا کہ آگے بڑھے لیکن ہمت نہ پڑی دوسری مرتبہ بڑھیا نے پہر آواز دی اسپر بھی یہ نہ بڑھ سکا جب تیسری مرتبہ آواز دی تو یہ آگے بڑھا اور کہا ہاں میں بھوکا ہوں۔ بڑھیا نے پوچھا کہ تو شہر کا رہنے والا ہے یا مسان ہی میں رہتا ہے مسافر نے کہا کہ میں قیام مسان ہی میں ہے۔ بڑھیا اوسکو اندر لگئی اور کہا نا ساسے رکھا مسافر نے سارا کہا نا ختم کر دیا اور کہا کہ ابھی میرا پیٹ نہیں بہرا۔ بڑھیا نے اپنا حصہ بھی دیا۔ یہ بھی کہا کہ مسافر کا پیٹ نہ بہرا۔ اسپر بڑھیا نے کہا کہ اچھا اب ہکا دوسرا علاج کیا جائیگا۔ اب تو سو جا۔ جب یہ سو گیا تو بڑھیا نے اپنی قوت باطنی سے ایسا اثر ڈالا کہ یہ تین دن تک سوتا رہا اس عرصے میں بڑھیا نے اپنا کام جاری رکھا۔ چوتھے دن اسکو بیدار کر کے پوچھا کہ کیا حال ہے مسافر نے کہا خیریت ہے۔ اور کہا کہ میں نے خواب میں اُن تمام شادیوں کو دیکھا جو تم نے مندر میں بیان کی تھیں اور اس شادی کا نمونہ بھی دیکھا جسکی حقیقت دریافت کر نیکی لئے میں یہاں تک آیا ہوں۔ اور اپنا سارا قصہ ہی بیان کر دیا۔ اور کہا کہ ایک بات عجیب دیکھی جو میری سمجھ میں نہیں آتی یعنی میں نے تمکو اپنے نکاح میں لاتے ہوئے دیکھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

مجھے سمجھایا جائے۔ بڑھیلے کہا کہ اگر تو پہر سو جائے تو اس کا مطلب ہی  
 تجھ پر واضح ہو جائیگا۔ چنانچہ مسافر پہر سو گیا۔ اور پہلے کی طرح تین دن  
 تک سو تا رہا۔ ان تین دنوں میں اسپر شادی کا نتیجہ اور کیفیت بخوبی ظاہر  
 ہو گئی اور چوتھے روز جب وہ بیدار ہوا تو خود کو برہم گمانی پایا۔

اس قصے سے شادی کا مقصد اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے کہ شادی  
 حقیقت دوئی سے یگانگت پیدا کرنی والی ہے اور وحدانیت حاصل  
 کرنے کیلئے لازمی ہے۔ مذکورہ مسافر کی شادی میں بھی دوئی کے تعلق کو  
 یگانگت سے بد لا گیا۔ لیکن چونکہ یہاں ہوس مفقود تھی اس لئے حواس ظاہری  
 سے نجات ملی اور حالت وحدانیت پیدا ہو گئی۔

اس قصے کو ختم کر کے مہاراج نے جب ذیل تقریر کی: "خدا بڑا عادل  
 ہے اور وہ جو کچھ کرتا ہے ہماری بہتری کیلئے ہی ہوتا ہے۔ ہندو شاستر  
 میں رو سے عورت کا مرد سے پہلے مرجانا بہتر مانا گیا ہے۔ لیکن ایک دوسرا  
 نکتہ بیان نہیں کیا جو میں تمہیں سناتا ہوں: یہ مسلم بات ہے کہ عورت اپنے  
 خاوند کو خدا کا اوتار سمجھے اور اس کی راحت اور آسائش کیلئے حتی الامکان  
 کوشش کرے۔ خاوند چاہے اچھا ہو یا بُرا۔ پرہیزگار ہو یا شرابی، شریف ہو  
 یا بدعاش، غرض کہ ایسی کیوں نہ ہو عورت کا فرض ہے کہ اس کی خدمت کرے  
 اور زمین پر اس کو اپنا خدا سمجھے۔ مگر اس کا فرض یہاں ہی ختم نہیں ہوتا

چونکہ وہ اسکو خدا سمجھتی ہے اس لئے اسکو اپنے طرز عمل سے دنیا کے سامنے بھی خدا کی حیثیت میں دکھانا چاہئے۔ بلکہ اسکی روش ایسی ہونی چاہئے کہ خدا بھی اسکو اپنے سے جدا نہ سمجھے۔ اسکے لئے عورت کو لازم ہے کہ وہ اسوقت تک اسکی خدمت کرتی رہے جب تک کہ وہ عالم قدس کی اعلیٰ ترین منزل پر نہ پہنچے۔ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ وہ اپنا مذکورہ فرض اپنی زندگی میں پورے طور سے انجام نہ دیکے اور اس طرح وہ نجات سے محروم رہ جائے۔ لیکن اگر اگر اسکو خدا کی مہربانی سے کسی سدگر و پویشیدہ طریقوں سے اسکے خاوند کو مذکورہ بالا درجے تک پہنچا سکتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ تمہارے معاملے میں ایسا ہی ہو۔ اس لئے صبر کرو اور جانو کہ جو سدگر و یا بالفاظ دیگر خدا کرتا ہے وہ تمہاری بہتری کیلئے ہوتا ہے۔ اسکے کام کو پہلے ہماری منشاء کے خلاف نظر آتے ہیں مگر بعد میں معلوم ہو جاتا ہے کہ سدگر و پر ہمارا سچا اعتقاد ہونے سے ہمارا دل خدا سے متحد ہو جاتا ہے اور یہ بالکل صحیح بات ہے۔ اور اگر تمہیں نہ معلوم ہو تو میں اپنے تجربے سے تمہیں کہتا ہوں اور بالکل سچ بات کہتا ہوں کہ جب کوئی انسان مرتا ہے تو اسکی روح اس مقام پر جاتی ہے جہاں اسکی سب سے عزیز اور پیاری چیز ہوتی ہے۔

یہونا بانی تجکو اپنے خاوند سے بہت محبت تھی اسلئے اسکی روح

مرنے کے بعد تیری روح سے متحد ہونی چاہئے۔ اسلئے اگرچہ وہ ہمارے مرتبہ  
 ہے مگر اسکی روح تجھ میں آئی ہے۔ اور یقینی بات ہے کہ تو اسوقت تک  
 اپنے خاوند کے فرض سے بری نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ نجات حاصل نہ کرے  
 اور نجات جب تک نہیں ہوتی جب تک روح گناہوں سے پاک نہ ہو اور ان  
 گناہوں کی پاداش میں پوری سزا نہ بہگت لے۔ لیکن اب چونکہ اسکی روح تجھ میں  
 ٹکلی ہے لہذا اسکو صحت کی سزائیں بھی تیرے ذمہ ہونگی۔ غرض تیرے قالب میں اب  
 دو جانیں قیام پذیر ہیں۔ اور تیرے قالب کو تیرے خاوند کی گناہوں کی سزا  
 بہگتی لازمی ہے۔ جسکے معنی یہ ہونگے کہ تو نے اپنے خاوند کو نجات دلائی اور اپنے  
 فرض سے سبکدوش ہوئی۔ اور یہ سب ایک سدگر و کی بتائی ہوئی تہہ بیر سے  
 ہو سکتا ہے۔

شاستروں کے مطابق جب شوہر مر جائے تو بیوی کو چند مذہبی رسومات  
 ادا کرنا پڑتی ہیں۔ جو اس کا شوہر زندگی میں ادا کرتا تھا۔ اور بہت سے ظاہری  
 اسباب زیب و زینت کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً سر کا مونڈنا۔ چوڑیوں کا توڑنا  
 وغیرہ۔ یا بالفاظ دیگر اسکو اپنی زمانہ حیثیت کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور شوہر  
 یعنی سدگر و کی پوجا کرنی پڑتی ہے۔ جس سے اپنے شوہر کی زندگی میں وہ بری  
 بنتی۔ اسکیوائے میں پر وہ تمام مصائب زندگی بہت اور استقلال و برکت  
 رتی ہے اور ہر حال میں مطمئن رہتی ہے۔ ایسے مصائب اور تکالیف جن کو

بہکتے کو کئی جیم و سار ہوں صرف ایک ہی جیم میں بہکت لینے کیلئے سدگر وکی  
بتلائی ہوئی تدبیر کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور یہ مول میں شاسک  
مطابق ہوتے ہیں۔ کسی مرد کال نے ایک شلوک میں سمجھایا ہے کہ کس طرح ایک  
عورت اپنے خاوند کو خدا سے ملا سکتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ عورت اپنے مرحوم والدین  
اور اجداد کو بھی جو دوزخ کے عذاب میں ہوں جنت کا سستی بنا سکتی ہے بشرطیکہ  
وہ سدگر وکے بتائے ہوئے اصول پر بلا کم و کاست چلے۔ یہ کہہ کر آپ فرمایا  
کہ تم مجھے سدگر و خیال نہ کرنا یہ شرف مجھے حاصل نہیں ہے۔ میں نے صرف سدگر  
کی طاقت اور پوشیدہ اعمال کو تم پر ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی تقریر  
ختم کی اور سب لوگ رخصت ہوئے۔

ہر داس ہماراج کے دشمن کا شرف حاصل کر کے واپس ہوا تو اپنے ہر  
ایک لکچر میں بیان کرنے لگا کہ کٹر گپور واقعی بہت خوش قسمت ہے کہ اس میں ایک  
ایسا مہاتا آیا ہوا ہے جس سے ہر ایک آدمی کو فیض حاصل کرنا چاہئے۔

کچھ دنوں کے بعد چنا سوامی کے مکان کے قریب بالاجی کے مندر میں اسکا  
لکچر قرار پایا۔ ہر داس نے خواہش ظاہر کی کہ ہماراج ہی اگر قدم رنج فرمائیں تو  
میرے لئے باعث فخر ہوگا اور لوگوں پر میرے لکچر کا زیادہ اثر ہوگا۔ معتقدین نے  
ہماراج سے اسکا اظہار کیا۔ ہماراج نے فرمایا کہ میں بہر شٹ ہو گیا ہوں کیونکہ  
میں ایک مہاراج کے گھر تہیہ ہوا ہوں۔ اور ہمیشہ غلاطت اور ناپاکی میں رہتا

دارادھن سوزگی مو آتھو پتو نام پرتو ناما ستممہ پنچما

ہوں اسلئے میں ہر داس بوا کا وعظ سننے کے قابل اور مندر میں آنے کے لائق نہیں ہوں۔ پہر کچھ اور لوگ حاضر ہوئے کہ تمام لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ شریک ہوں تاکہ ہمیں ثواب زیادہ ملے۔ آخر بصدہ مشکل مہاراج نے چلنے کا وعدہ کیا اتنے میں میرا بانی بھی آگئی اور آپ اسکو ہمراہ لیکر تشریف لیچے اور مندر کے دروازے پر ٹھہر گئے اور ساتھ ہی ٹکواندر بھیج دیا۔ ہر داس بوا نے سدگر و کچا پر تقریر شروع کی۔ دو ان تقریر میں اس کا روئے سخن مہاراج کی طرف رہا۔ اور ایسے موزون اور پرائثر پیرائے میں تقریر کی کہ سامعین پر نہایت ہی زبردست اثر پڑا۔ اور خاصکر مہاراج پر جگلی آنکھوں سے تمام وقت آنسو چاری رہے۔ مہاراج قریباً آواگہنڈ بیٹھے تھے کہ اُٹھے اور قریب ہی ایک جوتی پڑی رہی اٹھا کر مندر میں داخل ہوئے اور ہر داس کے سر پر تین چار رسید کین اور جوتی وہیں چھپک کر میرا بانی کو ساتھ لے تشریف لیگے۔ ہر داس نے سر جھکا کر جوتیاں کہاں اور کہا۔

### بالون منت پشاج وٹ

پہر سامعین سے کہا کہ مہاراج معرفت کی اعلیٰ منزل میں بن اور سب کو تاکید کی کہ انکے ہر ایک کام کو اور ہر ایک حرکت کو جو ان سے سرزد ہو غور سے سمجھیں اور مہاراج کی دل و جان سے خدمت کریں جو تمہاری بجات کا باعث ہو۔ نیز یہ بھی کہا کہ آج سے میں اپنے وعظ کی کوئی اجرت نہ لوں گا۔ جو اجرت دینی





جہاں لاج کو ہر جمعرات کو غسل دینے کی رسم بہاگو جہارنی کے مکان پر ہی  
 جاری تھی جس میں علاوہ دوسرے لوگوں کے بہاگو اور اس کا خاوند بھی شریک  
 ہوا کرتے۔ ایک روز جہاراج کو حسب معمول غسل دیا جا رہا تھا کہ ایک غریب بھیا  
 پٹے پر آنے کپڑے اور سیلے کچیلے جسم والی قریب سے گذری۔ جہاراج نے اسکو  
 دیکھ کر فرمایا کہ تم لوگ مجھے نہلا رہے ہو حالانکہ مجھے ضرورت نہیں ہے۔ نہلانے  
 کے قابل یہ بڑبھیا ہے۔ دیکھو اسکو کپڑے کیسے پٹے ہوئے اور جسم پر کس قدر  
 سیل جما ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصے سے غسل نہیں کیا۔ اور اب غسل کی  
 سخت ضرورت ہے۔ یہ سن کر عورتوں نے کہا اگر حکم ہو تو ہم اسکو بھی نہلائیں  
 جہاراج نے فرمایا "میں تمہیں مجبور نہیں کرتا کیونکہ تم برہمن ہو اور شاید یہ  
 بڑبھیا جہارنی ہو۔ مگر اتنا میں جانتا ہوں کہ یہ بڑبھیا میری خدا ہے۔ اور تو  
 میں نہیں میں یہاں آیا ہے۔ یہ سن کر اس بڑبھیا کو بلایا اور جہاراج کے سامنے  
 ہی چوکی پر بٹھا کر اسکو اچھی طرح غسل دیا نئے کپڑے پہنائے۔ اسکو ساتھ  
 ایک لڑکا بھی تھا اسکو بھی نہلا کر کپڑے پہنائے اور کھانا کھلا کر روانہ کیا۔  
 اسکے بعد جہاراج کو غسل دیا۔ جہاراج بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس  
 بڑبھیا کی خدمت سے تم نے میری دھری خدمت کی۔ میرے بدلے۔ مجھ سے  
 بخیر۔ ایسے وجود کی جو میری ہی جگہ پر ہو اگر سیوا کیجائے تو گویا میری ہی  
 سیوا ہوئی اور ایسی سیوا کا بدلہ خدا بہت اچھا دیتا ہے۔ اس شمعیت میں

تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔

## اعتقاد

کسی مقام پر ایک بزرگ (سد گرو) تھے جنکے تمام لوگ معتقد اور انکی خدمت کو باعث نجات مانتے تھے۔ لیکن امیرون کا اس قدر ہجوم رہتا کہ غریبوں کو باریابی کا موقع ہی نہ ملتا۔ ان میں ایک غریب آدمی ان بزرگ کا نہایت کم معتقد اور عاشق تھا اور چاہتا تھا کہ جس طرح یہ امیروں کے پیروں کا رہتا اور پاس بیٹھے ہیں میں بھی ایسا کروں لیکن کسی نے اسکو قریب نہ پھینکے دیا آخر پیر تک امیروں کے اس ناروا برتاؤ کی شکایت پہنچائی۔ پیر صاحب نے امیرون سے کہا کہ یہ طریقہ واقعی بُرا ہے کہ تم لوگ کیسے یہاں تک نہیں آتے دیتے۔ امیرون نے کہا کہ غریب لوگ اکثر غلیظ رہتے ہیں اس لئے ہم انکو یہاں تک نہیں آنے دیتے۔ پیر صاحب خاموش ہو گئے۔ اُس غریب نے جب دیکھا کہ اپنی آرزو پوری نہیں ہو سکتی تو لکڑی کے دو پیڑ بنوائے اور پیر صاحب سے دوڑ بٹھکر سارا دن انکو دبا کر تا شام کو گھر جاتا تو ساتھ ساتھ امیروں کی اس حرکت پر ہنسا کرتے۔ مگر دو سال کامل اس نے یہ طریقہ جاری رکھا ایک روز یکایک پیر صاحب کے پیڑوں میں درد شروع ہوا۔ سب ملکر پیڑ دبانے لگے۔ مگر درد بڑھتا ہی گیا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ پیڑ شل ہو گئے۔ اور دوران خون بند ہو گیا اور خشک ہونے لگے۔ ڈاکٹر و حیزہ

بائے محمے۔ ڈاکٹر نے رائے دی کہ پیر کاٹ ڈالنے چاہئیں ورنہ انکی وجہ سے  
 تمام بدن کے خشک ہو جائیگا اندیشہ ہے۔ امیرون نے بزرگ سے دریافت کیا  
 کہ اب کیا کرنا چاہئے؟ بزرگ نے فرمایا جو تہنیں مناسب معلوم ہو وہ کرو۔ آخر  
 سب کی رائے سکران بزرگ کے دونوں پیر کاٹ ڈالے گئے۔ اتنے میں  
 ان بزرگ کے کئی مرید کسی شہر سے حاضر ہوئے دیکھا کہ پیر صاحب کے پاؤں  
 کاٹ ڈالے گئے۔ واقعات معلوم ہونے پر وہ لوگ ان امیرون پر بہت  
 بگڑے اور کہا کہ ہم نے تو قسم کھائی ہے کہ جب تک پیر کے قدموں کو بوسہ نہ  
 دین بیٹے اس وقت تک کہا نا نہیں کھائینگے اب ہماری یہ قسم کس طرح پوری ہوگی  
 ڈاکٹر نے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں لکڑی کے پیر لگا دوں۔ سب نے اس رائے کو  
 پسند کیا۔ امیرون میں سے ایک نے کہا اگر یہ ہی کرنا ہے تو وہ غریب آدمی  
 دو پاؤں بیکر بیٹھا رہتا ہے اُس سے بیکر لگا دئے جائیں۔ پیر صاحب سے  
 اسکا مشورہ لیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر لکڑی کے پیر لگانا چاہتے ہو تو پہلے ہی  
 پاؤں کیوں کاٹے وہ بھی لکڑی ہی تھے۔ مگر آپ نے اجازت دیدی اور سب  
 لوگ مل کر اُس غریب شخص کے پاس گئے اور کہا کہ پیر صاحب کے پیر کاٹ  
 ڈالے گئے ہیں اگر تم یہ پیر دیدو تو ہم بجائے ان پیرون کے انکو لگا دینا  
 غریب آدمی نے کہا خبردار میرے پاس بھی نہ آنا۔ تم ہی لوگ ہونا جنہو سن  
 میرے پیر کے پاؤں کو اپنی جاگیر سمجھ رکھا تھا اور مجھے کبھی دور سے ہی نہیں

دیکھنے دیا۔ اب یہ پتھر ہی جو میں نے اپنے دلی تسلی کیلئے بنا رکھے ہیں چھپے جاتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ جھوٹا کی ضرورت نہیں ہے یہ تو تمہارے پیری کیلئے ہم مانگتے ہیں۔ اس نے کہا اگر یہ بات ہے تو میں دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ میرا قبضہ ان پیروں پر بدستور رہے اور کوئی شخص انکو ہاتھ نہ لگائے چو کہ باہر سے آئے ہوئے مرید بھوک سزا اور پیر صاحب تکلیف سے بیتاب ہو رہے تھے اور جلدی کر رہے تھے سب نے یہ شرط قبول کر لی۔ اور یہ پیر بزرگ کے کٹے ہوئے پیروں کی جگہ جوڑوٹے گئے۔ جوڑنا تھا کہ یہ پیر اصلی پیر بن گئے اور بزرگ چلنے پہرنے لگے۔ اور تخریب پیر تک پہنچ کر ہر وقت پاؤں دباؤ کی خدمت بجالاتا رہا۔ اور چند روز کے بعد جب اسکی ریاضت کا وقت پورا ہوا پیر صاحب نے ایک ہی منظر میں اس کو کامل کر دیا۔

مطلب اس کہانی کا یہ ہے کہ جسکے دل میں سچی محبت ہے اس کو اپنے مطلوب کا قرب ہر وقت اور ہر جگہ حاصل ہوتا ہے۔ اور قرب بغیر دوری کا درد اٹھائے حاصل نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ گارڈاما کی بیوی مامی بانی مہاراج کیلئے کئی قسم کے کھانا پکا کر لائی۔ مہاراج نے کھانے سے انکار کیا۔ جب مامی بانی نے بہت ضد کی تو فرمایا کہ اگر تو میرے کہنے کے موافق عمل کریگی تو میں کھاؤنگا یہ کہہ کر فرمایا کہ تمام کھانا اس فتنے کی گاڑی میں ڈال دے۔ مامی بانی نے تعجب سے

کر چکی تھی۔ فوراً اُٹھی اور تمام کہانا گاڑی مین ڈال آئی۔ مہاراج نے اس کے ہاتھ سے خالی رکابیان لیں اور انکو چاٹ کر کہا کہ مین نے سچ سچ کہانا کہا یا۔  
ایسا ہی حال آپ کے تمام معتقدین کا تھا کہ آپ جو حکم فرماتے بلا حذر اور  
بے کم و کاست بجالاتے۔ اس تعمیل حکم کے متعلق مہاراج نے ایک قصہ بیان فرمایا

### قصہ

ایک راجہ نہایت عابد زاہد اور خدا پرست تھا اور ہر وقت خدا شناس  
نیرنگون اور پنڈتوں کا اس کے دربار میں ہجوم رہتا۔ ایک وزیرا جانے کہا  
کہ ”جو کچھ ہی ہم کرتے اور ہوتا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہوتا ہے انسان کا  
اس میں کچھ اختیار نہیں“ ایک برہمن نہایت چالاک اور منہ چڑھاتا بول  
اٹھا کہ ”نہیں ایسا نہیں ہے۔ خدا تو فعل سے بری ہے۔ یہ جو کچھ ہو رہا ہے انسان  
کی قوت ارادی کا نتیجہ ہے جو اس سے اچھے یا بُرے کام کرواتی ہے۔ انسان  
نعلی سے اسکو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔“ راجہ نے کہا کہ انسانی ارادہ کسی فعل  
کا محرک ضرور ہے۔ لیکن اس ارادے کا منبع مشیت ایزدی ہی ہے اگر اسکی نشا  
نہ ہو تو ارادہ پیدا نہیں ہو سکتا۔“ برہمن نے کہا کہ ”خدا بڑا چھٹا ہے یعنی اسکی  
ذات خواہشات کی بری ہے۔ لہذا ارادہ پیدا کر نیوالا انسان ہی ہے۔ خدا  
نہ تو کچھ کرتا ہے نہ کسی کام میں دخل دیتا ہے۔ وہ خدائے واحد ہر جگہ موجود ہے  
ہرے کا آغاز ہی وہی ہے اور انجام ہی وہی ہے۔ ہم نے اسکو صرف ایک

فریاد کیا کہ کار کا بنار کہا ہے "راجہ نے کہا کہ میں اس کا قائل نہیں۔ ورنہ کوئی  
 قوی ثبوت پیش کر۔" برہمن نے کہا بہتر ہے میں اس کا ثبوت دوں گا۔ یہ کہہ کر برہمن  
 اٹھا اور بھیس بد لکر ایک گاؤں میں پہنچا۔ یہاں ایک گدھا مرا پڑا تھا برہمن نے  
 اسکو اٹھایا اور رات کو گاؤں سے ایک میل کے فاصلے پر لیجا کر دفن کر دیا۔  
 اور اس وقت مٹی کی سادھی بنا دی۔ اور کپڑا میل اور اگر بتیان رکھ دیا پس چلا  
 آیا۔ دوسرے دن گاؤں والے اوپر سے گزرے اور نئی سادھی دیکھ کر رک گئے  
 سمجھے کہ کوئی نیا دیو برآمد ہوا ہے۔ قریب گئے اور باقاعدہ پوجا کی۔ چنانچہ تمام  
 گاؤں میں اسکی خبر ہو گئی اور لوگ آکر پوجا کرنے لگے۔ ایک ماہ بعد یہ برہمن  
 پہر اس گاؤں میں آیا اور لوگوں سے کہا کہ میں کاشی جی گیا تھا۔ وہاں میں نے  
 ایک خواب دیکھا کہ اس گاؤں کے قریب کوئی دیوستان نکلا ہے جہاں دیو  
 خود قیام پذیر ہے۔ دیہاتیوں نے اسکی تصدیق کی اور اسکو وہاں لگئے۔ قریب  
 پہنچ کر یہ سجدے میں گیا اور آرتی پوجا کی۔ پھر برہمن نے دیہاتیوں کی امداد سے  
 بڑی بہاری جاترا بہروالی جس میں ہزاروں آدمی شریک ہوئے۔ اب گاؤں  
 والے روزمرہ یہاں آنے اور پوجا پاٹ کرنے لگے۔ اور ملک میں چاروں طرف  
 اسکی شہرت ہو گئی۔ یہاں تک کہ راجہ صاحب کو بھی خبر ہوئی اور وہ اپنے حسن  
 اعتقاد کی وجہ سے یہاں حاضر ہوئے۔ اور ہزاروں روپیہ یہاں خرچ کیا۔  
 راجہ اپنے پہلے خیال پر قائم تھا کہ خدا ہر چیز کا کر نیوالا ہے اور اب اپنی ہندو

مرادین بر لانیکی لئے یہاں ظہور کیا ہے۔ برہمن ہی حاضر خدمت ہوا اور اپنا مصنوعی خواب بیان کیا راجہ شکر بہت خوش ہوا اور برہمن کی قدر و منزلت زیادہ کرنے لگا۔ اور کہا دیکھا میں جو کہتا تھا آخر وہ سچ ہے یا نہیں۔ خود خدا آکر اپنے بند و بندے کے کام پورے کر رہا ہے۔ برہمن نے کہا جہاں پناہ میں اس مقام کو دیکھو تو کیوں کہ کیا بات ہے۔ راجہ سینکرا اسکو اپنے ہمراہ وہاں لے گیا۔ برہمن تھوڑی دیر سر جھپکے کھڑا رہا۔ اور پھر کہا مہاراج یہاں تو خدا مجھ کو نہیں دکھائی دیتا۔ لوگ محض اپنے اعتقاد سے اپنی اپنی مرادیں پارہے ہیں۔ راجہ نے کہا یہ کیا خدا نہیں تو کون ہے۔ برہمن نے کہا میں پائل ہوں اس لئے مجھے زمین کے اندر کی چیز دکھائی دیا کرتی ہے۔ اسجگہ تو گدھے کی ہڈیاں مجھے دکھائی دے رہی ہیں۔ راجہ سہنس پڑا اور کہا برہمن دیوانہ ہو گیا ہے۔ ہزاروں آدمیوں کی مرادیں برآ رہی ہیں اگر یہاں گدھا ہوتا تو ایسا کیونکر ممکن تھا۔ برہمن نے کہا اگر آپ سب لوگوں کو باہر کر دیں تو میں آپ کو دکھا دوں چنانچہ سب لوگ باہر کر دئے گئے اور برہمن نے سادھی توڑ کر گدھے کی ہڈیاں نکالیں اور راجہ کو دکھا کر کہا کہ دیکھئے شاستر کی رو سے گدھے کی لاش اس قدر ناپاک ہے کہ اسکو ہاتھ ہی نہیں لگانا چاہئے لیکن عام لوگوں کو کیا معلوم کہ یہاں کون ہے۔ صرف ان کا سچا اعتقاد یہاں کام کرتا ہے۔ اب فرمائیے یہاں خدا کا کیا کام ہے۔ راجہ آخر قائل ہو گیا۔ اور لوگ بدستور اسکو دیوانے رہے۔ درحقیقت جب



تک انسان کا اعتقاد درست نہیں ہوتا اور وہ سچے دل سے کسی کام کو نہیں کرتا  
 کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

چونکہ ہمارا جس چہرہ میں مقیم تھے وہ چاروں طرف سے کہلا ہوا تھا  
 اور سردی بہت زیادہ تھی بہاگو ہمارنی کے خاوند نے اس میں ایک دھونی لگا دی  
 تھی جو ہر وقت روشن رہتی۔ ایک شب کو ایک کالا ناگ جھونپڑی میں آیا  
 دھونی کے پاس جہاں ہمارا لیٹے ہوئے تھے کنڈلی مار کر پڑ گیا۔ صبح ہوتے  
 ہی چلے یا۔

ہمارا اکثر جہنگیو کی چال میں جا کر ان کے بچوں کے ساتھ بے تکلف  
 کہیلا کرتے اور اس وقت نہایت ہی خوش نظر آتے۔ انہیں غریبوں اور بیچوؤں  
 کے لوگوں سے بڑی محبت تھی اور اکثر فرمایا کرتے کہ خدا غریبوں کا والی ہے۔  
 اس کے متعلق آپ نے ایک قصہ بیان فرمایا۔

## خاکساری

مثل مشہور ہے "غریبوں کا اللہ والی" یعنی اللہ غریبوں کا مالک اور نگہبان  
 ہے۔ اور غریب اس کی عنایت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے جو خود کو اللہ تعالیٰ  
 کی ہربانی کا مستحق بنانا چاہتا ہے وہ غریبی اور خاکساری اپن کر لیتا ہے۔ جس طرح کہ  
 ایک شہر میں دو بہائی تھے۔ بڑا نہایت ہی خود غرض اور جابر تھا۔ چھوٹا بیغرض اور  
 رحم دل تھا۔ باپ کے مرنے کے بعد ترکہ تقسیم ہونے لگا تو بڑے بہائی نے تمام چھپی

جہی چیزیں خود مین اور خراب خراب چیزیں اپنے چھوٹے بہائی کو دین بہنیں پر  
 کے ہنگڑا پڑا۔ بڑے بہائی نے چاہا کہ مین لون اور چھوٹے نے کہا کہ مین لون۔ آخر  
 پانچایت مقرر ہوئی۔ اور فیصلہ ہوا کہ ہمیں بیچ کر آدھی آدھی قیمت تقسیم کر دیجئے  
 مین و لون بہائیوں نے اس کو نا منظور کیا۔ اور یہ قرار پایا کہ مکان کی دیوآ  
 بن ایک مکان بنائی جائے اور اس میں ہمیں کو باندھا جائے تاکہ آدھی ہمیں  
 یک کے گھر میں رہے اور آدھی دوسرے کے۔ یہ طریقہ دونوں نے پسند کیا اور  
 بے بہائی نے کہا کہ ہمیں کا منہ میرے گھر میں رہے اور دم چھوٹے کے گھر میں  
 چھوٹا تو بہرات بلا غدر قبول کرتا چلا آ رہا تھا منظور کر لیا۔ اب بڑا روز ہمیں کے  
 منہ کو پیار کرتا۔ دانہ گھاس کھلاتا اور خوش ہوتا۔ چھوٹا روزانہ موت گو پر ضا  
 کیا کرتا۔ چند روز کے بعد ہمیں نے بچہ جنا اور دودھ دینے لگی۔ چونکہ ہمیں کا  
 بچہ پھلوا رہا چھوٹے کے حصے میں تھا اس لئے بچہ کا بھی یہ مالک ہوا اور روزانہ دودھ  
 ہی نکالنا شروع کیا اور کوفاندے سے چند روز میں مالدار ہو گیا۔

بہاگوہارنی کا گھر مہاراج کے معقدون سے بہار ہوتا تھا اور ہر ذات کے  
 آدمی بلا تکلف آتے یہاں تک کہ بنگالی عورتیں جو اپنی سیم کھوا فاق مغرب کے بعد  
 گھر سے کبھی باہر نہیں جاسکتیں اپنے اپنے خاوندوں کے ساتھ آئین اور نہایت  
 ہی ادب و تعظیم سے ہمیشہ آئین۔ ونگو آکر مہاراج کے غسل دینے میں شریک ہوتی تھیں  
 چونکہ شرمی رام کرشنا کی یاد اور شہرت ان کے دلون میں تازہ تھی۔ مہاراج کو

رام کرشنا کا ثانی سمجھنے لگیں۔ بعض دت اوتار۔ بعض پرسم ہنس اور بعض پرہارا  
 خیال کرتیں اور اسی بنا پر ہاراج شہر بہرین بت کی طرح پوجے جانے لگے  
 گو اس طریق سے ہاراج ہمیشہ ناراض رہے اور خدائے واحد کو ماننے اور اسکو  
 سجدہ کرنے کی ہدایت فرماتے رہے اور آتما۔ ان آتما۔ اور پر آتما جیسا اوق اور  
 مفید مضامین پر بحث کرتے اور ان کے نکات بیان فرماتے اور بتاتے کہ  
 اس دنیا کے پنج و راحت پر قانع رہنا یا اس سے بڑھ کر ابدی راحت کی طرف  
 جانے کی کوشش کرنا بہتر ہے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے کہ میں علم سے بے بہرہ ہوں۔ میرا ظرف بالکل  
 خالی ہے۔ اور میری تقدیر کا پلڑا لٹا کر کوشش کرتا ہے۔ اس لئے مجھے اپنے اندر غلامی  
 نظر آتا ہے۔ میں جو کچھ تمہیں سمجھاتا ہوں وہ تمہارا ہی علم ہے جو تم سے نکلا کر مجھ میں  
 سرایت کرتا ہے۔ اور میں تمہیں اچھی شکل میں سنا دیتا ہوں۔ اگر یہ علم تم سے  
 مجھے بڑی شکل میں پہنچتا ہے تو میں بھی اُسی شکل میں لوٹا دیتا ہوں۔ اور یہی وجہ  
 ہے کہ میں کبھی تمہیں عقل و دانش کی باتیں سناتا ہوں اور کبھی گالیان دیتا ہوں  
 اور میں بدستور خالی کا خالی رہتا ہوں۔ اسطور پر تمہارا پوشیدہ علم میرے ذریعے  
 سے تم پر صاف صاف روشن کیا جاتا ہے۔ میرا ظرف چونکہ خالی ہے اس لئے  
 تمہاری مقدار علم اس میں چلی آتی ہے اور پہر اصلی حالت میں تمہاری عقلندی  
 یا یوقونی کو ظاہر کرتی ہے۔ اسکو ہوا سے تشبیہ دیا جاسکتی ہے۔ جیسے کہ ہوا

خالی برتن میں داخل ہو جاتی ہے۔ آمیزح جب تم میرے قریب آتے ہو تو  
 تمہارا چہایا بڑا علم جگہ خالی پا کر داخل ہو جاتا ہے۔ لیکن میری بد قسمتی ہے کہ جو  
 چہ میرے خالی ظرف میں داخل ہوتا ہے فوراً باہر آ جاتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا ہی  
 ہوتا ہے کہ تم میرے سامنے آتے ہو اور تمہاری اچھی یا بُری صفیتیں میرے خالی  
 ظرف میں سما جاتی ہیں لیکن میں انکو نہ رہنے دیتا ہوں اور نہ واپس کرتا ہوں۔  
 کیونکہ تم میں اسوقت انکے قبول کرینکا مادہ نہیں ہوتا۔ ایسے وقت میں وہ میرے  
 ظرف کو چوڑ کر تم میں بلا احساس اور نامعلوم طریقے پر واپس داخل ہو جاتی  
 ہیں۔ میری اور تمہاری حالتوں کا اندازہ اس گیند سے کیا جاسکتا ہے جو دیوار  
 کی طرف پہنکا جائے اور وہ دیوار سے ٹکرا کر پہر واپس پھینکنے والے کی طرف  
 پھلا آئے۔ یا اُس آئینے سے جس میں تم اپنا عکس دیکھتے ہو۔ اور علیحدہ ہوتے  
 ہو تو وہ عکس بھی اس آئینے سے غائب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ سد گرد و آس آئینے  
 کی مانند ہے جو تمہارے چہرے کے حسن و قبح کا عکس بے کم و کاست تمہارے  
 پیش کردیتا ہے۔ میں ایک عورت اور اُسکے خاوند کا قصہ تمہیں سناتا ہوں  
 تاکہ یہ مضمون تمہاری سمجھ میں بخوبی آجائے۔

### قصہ

ایک عورت اپنے خاوند کیلئے کہا نا پکار ہی تھی گہرا بٹ میں اپنی ناک  
 کی لونگ اتار کر ڈورے میں باندھ گئی تھی ننگالی۔ پکابنے سے فارغ ہو کر منہ

وہونے بیٹھی تو ناک میں لونگ ندر د۔ بڑی گھبرائی کہ قیمتی لونگ جاتی رہی خانہ  
خفا ہوگا۔ اسی غم میں دھاڑیں مار مار کر رونے لگی۔ آواز سنکر سہیاہ بڑھیا آئی  
اور پوچھا بوا کیون روتی ہو خیر تو ہے؟ عورت نے کہا خیر کہاں رہی میری  
ناک کی لونگ جاتی رہی چاروں طرف ڈھونڈا کہیں پتہ نہیں اب وہ آنکر خدا  
جانے کیا ستم ڈھائینگے۔ بڑھیا نے دیکھا کہ لونگ تو سکے گلے میں لٹک رہی ہے  
اور یہ خواہ مخواہ ہلکان ہوئی جاتی ہے۔ ہنسنے لگی اور سانسے سے آئینہ اٹھالائی  
اور کہا دیکھو تمہاری لونگ اس میں ہے۔ عورت نے آئینہ دیکھا تو لونگ کو  
اپنے ہی گلے میں لٹکا ہوا پایا۔ یہ دیکھکر وہ اپنی بیوقوفی پر بہت نادوم ہوئی۔  
قصہ سنا کر مہاراج نے فرمایا کہ میں ہی ایسا ہی آئینہ ہوں کہ جس میں تمہارا  
تمام عیب و سہر کا عکس پڑتا ہے۔ جسے تم دنیا کے مشاغل میں گرفتار ہو کر اور  
ہر دم اسپکی فکر میں محو رہ کر بے خبر ہو۔

بعض اوقات مہاراج خدا کی شان کرم کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے  
فرماتے کہ جس طرح بارش ہر پاک و ناپاک سخت و نرم اور اونچی پنچی جگہ پر  
پڑتی ہے خدائے واحد اور لائٹریک کا ابر رحمت بھی ہر جگہ یکساں برسا ہے  
لیکن جس طرح پتھر ٹلی زمین پانی قبول نہیں کرتی اور نرم زمین تمام پانی جذب  
کر لیتی ہے اسی طرح وہ شخص جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہوتا ہے باران رحمت کو  
جذب نہیں کر سکتا اور وہ شخص جس کا دل نرم ہوتا ہے جذب کر لیتا ہے۔

یہ جس طرح کہ سورج کی روشنی کہ ہر شے پر پڑتی ہے مگر وہی چیز اس کی روشنی  
 تاب کرتی اور خود روشن ہوتی ہے جس میں روشنی کے جذب کرنیکا مادہ ہوتا ہے  
 یہی طرح خدا کی شان کرم ہے کہ ہر ایک شخص پر برابر ظہور پذیر ہوتی ہے مگر  
 اس کا فائدہ ہر شخص کی استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے  
 کہ اپنے آپ کو خدا کی رحمت اور کرم کا مستحق بنانے کیلئے تیار کرے اور اس دل کو  
 جو بہر اور مٹی کی مانند سخت اور تاریک ہے نرم اور آمینہ کی طرح روشن کرنیکی  
 کوشش کرے تاکہ اس ذات پاک سے جو لایزال و لایوت ہے اور جو کل کا تائید  
 ہر حاوی اور جس کا چشمہ کرم ہر ادنیٰ و اعلیٰ کیلئے ہر وقت جاری ہے قرب حاصل  
 کر سکے۔ اور یہ ہی زندگی کا اصل اصول ہے۔

جہاں جاکر، اشلوک پڑھتے رہتے اور یہ اشلوک زیادہ پڑھتے۔

ہنم پر کاشٹس سرؤسیہ یوگ نایا سہاؤرتہا

یعنی کوئی میری اصلی حالت کو نہیں سمجھ سکتا کیونکہ میں یوگ یا یوگ کے لباس  
 میں ہوں۔ بعض اوقات آپ مندرجہ ذیل فقرہ شعر کی طرح گایا کرتے۔

آئی آئی گا بائی بائی گا اتاگسا کائے گڑو بائی۔

اور یہ فقرہ انکی زبان پر اس وقت جاری ہوتا جب انکے کسی معتقد پر کوئی  
 مصیبت آنے والی ہوتی۔ بعض اوقات آپ بالکل ساکت بیٹھے رہتے اور  
 بول سلام کر کے دبے پاؤں واپس چلے جاتے۔

آپ اکثر شام کی وقت ہینگیوں کی بستی میں جاتے اور اُنکے گہروں میں جا کر کام کیا کرتے اور فرماتے کہ سب سے اونچی ذات برہمن کی اور سب سے نیچی ذات ہینگیوں کی ہے۔ میرے لئے یہ لازمی ہے کہ اونچی ذات کا برہمن ہونگی و بہت نیچی ذات کا ہینگی ہوں اور یہ اس لئے کہ سدگر و کے لئے یہ دونوں طبقے برابر ہیں ایک دن مہاراج کے پاس کسی امیر کی بیوی اپنے خادموں کے ساتھ درشن کو آئی۔ یہ اپنے مکان پر مہادیو کی پوجا کیا کرتی تھی لیکن اس طرح کہ خادم اس کے بدلے پوجا پاٹ کیا کرتے اور یہ اخیر میں صرف شکر کے قدم پر پانی ڈالتی مہاراج پر منکشف ہو گیا لہذا اس کے بیٹھے ہی آپ نے یہ قصہ سنا دیا۔

### قصہ

ایک پندرہ سالہ یتیم لڑکی جس کا کوئی بھی وارث نہیں رہا تھا اور بالکل ہی بے یار و مددگار جنگلون میں بھٹکا کرتی تھی پہرتے پہرتے ایک کھائی کے کنارے پہنچی۔ یہاں ایک گدھا ٹانگ ٹوٹا پڑا تھا اور چیل کو سے اس کا گوشت نوچ رہے تھے اسکی تڑپ اور بیکاری سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس مصیبت سے بچنا چاہتا ہے لڑکی کو اپنی حالت اور اسکی حالت ایک دیکھ کر رحم آیا اور اسکی تیمارداری کرنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ اچھا ہو گیا۔ لڑکی نے پہر ایک چھپر باندھا تاکہ بارش اور سردی سے گدھے کو امان ملے اور اوپر اور سے گھاس لاکر اسکو کھلایا کرتی ہر چند لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا مگر

وہ اسکی خدمت کرباز نہ آئی۔ تھوڑے دن کے بعد گد ہا مر گیا۔ لڑکی نے ایسکے  
 قبر کھود کر اسکو دفن کر دیا اور پوچا کرنے لگی۔ لوگوں نے پوچھا کہ گد ہے کی پوچھا  
 سین کرتی ہے؟ تو اُس نے کہا کہ یہ گد ہا نہیں تھا وشنو اس روپ میں آیا تھا  
 اور اب وہ میرے بے ایک اڑن کہٹولا بھیجے گا اور اس کے ذریعے اڑ کر میں  
 اُسکے پاس جاؤنگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ وشنو کی خدمت میں حاضر ہوا  
 وشنو نے کہا کہ تیری خدمت کا پورا صلہ تجھے مل گیا۔ اب تو دوبارہ دنیا میں جا  
 لڑی تے کہا اب پہر کیون تکلیف میں پہناتے ہو؟ وشنو نے کہا کہ اچکے تجھے  
 شہزادی بنا کر بھیجا جائیگا اور تو ہر طرح کا آرام پائیگی اور جوان ہونے پر تجھے  
 گدستہ زندگی کا سارا حال معلوم ہوگا اور اسوقت پہر میں تجھے وشنو دینگا۔  
 چنانچہ وہ لڑکی بادشاہ کے گھر پیدا ہوئی اور نہایت ہی عیش و آرام میں پرورش  
 پائی تمام سلطنت گویا اُسی کے زیر فرمان تھی۔ جوان ہوئی تو شادی کی  
 تیاریاں ہونے لگیں۔ اتنے میں حسب وعدہ اسپر گزشتہ زندگی کے حالات کا  
 انکشاف ہوا۔ اور اس نے خود کو ایک مفلوک الحال یتیم لڑکی کی حیثیت میں گدستہ  
 کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا اور دیکھا کہ وہ وشنو کی خدمت میں حاضر ہوئی  
 ہے۔ اس حالت کو دیکھ کر لڑکی کا دل شادی اور دنیا کے عیش و آرام سے  
 ہر گیا اور اپنے باپ سے ساری حقیقت بیان کی اور شادی سے انکار کر دیا  
 اب اس نے خیال کیا کہ میں نے اس قلیل خدمت کے صلے میں اسقدر گران ہوا



عطیہ پایا تو اس حالت میں زیادہ خدمت کرنے سے زیادہ مرتبہ پاؤنگی یہ سوجھ  
 اوسٹل اپنے باپ کو کہا کہ میری خواہش ہے کہ شہر کے تمام اندھے لنگڑے لوے اس  
 معذور غریبوں کو بلا تفریق مذہب و ملت کھانا کھلایا جائے۔ چنانچہ باپ نے  
 حکم دیدیا اور لنگڑخانہ جاری ہو گیا۔ رات دن ملازمان سلطانی اس کام میں لگے  
 رہتے اور یہ خود محل کے دریچے سے بیٹھی تماشہ دیکھا کرتی۔ یہ جانتی تھی کہ وشنو  
 کسی نہ کسی دن ضرور آکر روشن دینگے۔ چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ ہر ایک شخص کھانا  
 کھانے کے بعد مجھے ملکر جایا کرے۔ جو شخص اسکو پاس آتا اُس سے یہ دریافت  
 کرتی کہ ”اگر اُتنے کیلئے اتنا تو راتنے کیلئے کتنا۔ ہر ایک آدمی اپنی اپنی جگہ  
 کے موافق جواب دیتا اور چلا جاتا۔ آخر ایک سال کے بعد وشنو ایک نحیف و  
 ناز بڈھے بہکاری کے ہمیں میں آیا۔ شاہزادی نے حسب دستور اس کو سوال  
 کیا کہ اُتنے کے بدلے اتنا تو راتنے کے بدلے کتنا۔ بڈھے نے جواب دیا کہ  
 ”اتنا ہی“ یہ سمجھ گئی کہ یہی وشنو ہے۔ قد موہن گر پٹری اور عرض کیا کہ میرے  
 مالک اتنا ہی کیوں؟ وشنو نے جواب دیا کہ یہ غریب تیرے باپ کی دولت سے  
 پرورش پا رہے ہیں اور کھانا کھلانے میں ہی ایسے نوکر کام کر رہے ہیں تو تو  
 مزے سے پلنگ پر بیٹھی تماشہ دیکھتی رہتی ہے۔ یہ تیری ہی خاص خدمت نہیں  
 ہے البتہ تیری وجہ سے ہے تو ہم اسکے بدلے میں تجھے آئندہ ایک نئی شہزادی  
 شہزادی بتائینگے۔ یہ سکر اس لڑکی نے کہا کہ جدائی کی تاب مجھ میں نہیں ہے۔

اب میں اس دنیا میں رہنا نہیں چاہتی۔ جواب ملا کہ اگر تیری ایسی ہی خواہش ہے تو کوئی ایسی خدمت کر جیسی کہ گدھے کی خدمت کی تھی۔ اس وقت تو یتیم ویکس لڑکی کی حیثیت میں تھی اور اب شہزادی کی لہذا اب تجکو میرے پاس آنے سے پیشتر کسی غریب اور قابل رحم آدمی کی خدمت بجالانی چاہئے۔ یہ کہہ کر دشمنو غائب ہو گیا اور شہزادی نے چوناز و نعم میں پل کر نازک طبع ہو گئی تھی سب کچھ چھو دیا۔ اور ایسی مصیبت زدہ ہستی کی تلاش کرنے لگی جس کی دشمنو کی منشا کے مطابق خدمت کر سکے۔ آخر اسکو ایک لاچار اور بیمار آدمی ملا جسکی اوس نے سچی خدمت شروع کی اور اسکو مرنے کے بعد اس کی قبر بنائی۔ جب اس طرح اس نے اپنا وعدہ پورا کیا تو دشمنو پہر اسکے پاس آیا اور اسکو دائمی راحت اور آرام کی طرف لیگیا۔ ایک عالمی مرتبہ شخص کے لئے کسی حقیر اور ادنیٰ آدمی کی خدمت کرنا نہایت ہی قابل قدر بات ہے جیسا کہ شہزادی نے بہکاری کی حیثیت میں کام کیا اسی طرح ایک برہمن ہنگی کی حیثیت میں کام کر رہا ہے۔ نفس کشی سے ایسے ایسے کام انجام پاتے ہیں کہ دنیا کو خواب میں ہی نظر نہیں آتے۔ دولت مند کو خود خدمت اور عبادت کرنا چاہئے نوکر و نیکے ذریعے خدمت کرنے سے کسی اچھے صلے کا ستم نہیں ہو سکتا۔

جب آپ آدمیوں کے ہجوم سے تنگ آنے تو فرماتے کہ تم لوگ میرے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ میں تو ایک دیوانہ اور مجنون آدمی ہوں۔ مجھے تو

تم لوگ اچھے ہو جو مجھ میں اپنا اچھا عکس دیکھتے ہو۔ دھرم راج چونکہ خود اچھا تھا اسلئے وہ سارے زمانے کو اچھا جانتا تھا۔ میرے گوشت میں بیٹھنے اور پٹیا پراناٹاٹ باندھے رہنے پر نہ جاؤ یہ کوئی نشانی بزرگی کی نہیں ہے۔ گوشت میں بیٹھنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ میں اول تو اس قدر زار و خیف ہوں کہ اپنی حفاظت خود نہیں کر سکتا دوسرے یہ کہ پہلے میں دیوانہ تھا جب ہوش میں آیا تو خود کو اس حالت میں پایا لہذا میں نے اپنی اس حالت کو قائم رکھا تاکہ میرا جنون پہرہ عود کر آئے۔ ٹاٹ اسلئے باندھا ہوں کہ خود مزدوری کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ اور دوسروں کو اپنے لباس اور زیب و زینت کیلئے تکلیف دینا چاہتا نہیں۔ پس ایسی حالت نہ کر ہی تم مجھے وئی یا بزرگ سمجھو تو تم اپنے مختار ہو۔ لیکن مہاراج کے متقدمین جنگورات دن تجربے ہو رہے تھے ان بہکانیوالی باتوں میں کب آئیوالے تھے۔ بلکہ آپ کو بدھا کا اوتار سمجھنے لگے جو کل جگ میں نوان اوتار مانا جاتا ہے۔

جب کوئی عالم پنڈت آپ کے پاس آکر علم کی باتیں کرنے لگتا تو آپ فرماتے کہ بہانی میں تو محض بے علم ہوں اور اپنا تصنیف کردہ اشلوک

”اہم فرکہہ ہمارکہہ ہمارکہہ شرومی یایوم جیایا پیند پاج ماچنٹو مائیک سستا اور کہتے کہ آپ

لوگ عالم اور خدا رسیدین میں تو دیوانہ اور بیوقوف وئی ہوں بعض لوگ جرات کر کے بحث بھی کرتے اور کہتے کہ ہم آپ کو کیونکر بے علم سمجھیں جبکہ

آپہم ہمارے سامنے حقیقت و معرفت کے ایسے ایسے راز کھولتے ہیں اور وید و شاستر کے اشلوک سونکے لئے دلائل بہم پہنچاتے ہیں جو ہم نے آج تک وید اور شاستروں سے حاصل نہیں کئے۔ یہ کام کسی بے علم کا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نے فرمایا کہ میں نے تو نہ کسی مدرسے میں پڑھا نہ کسی گرو سے سیکھا نہ میں ان مفاد میں سے واقف۔ یہ جو کچھ میں بیان کرتا ہوں ایک بڑھیا کی زبانی سُنئے سنائے کرتا ہوں۔ پہر آپ نے اس بڑھیا کا قصہ بیان فرمایا۔

## روحانی معلمہ

میرری عمر ۱۲ برس کی تھی کہ میں سخت بیمار پڑا۔ ڈاکٹر و لکنا علاج ہوا مگر بے سود۔ کلیون اور ویدون نے بھی اپنا اپنا زور لگایا مگر بیکار آخر گہرائے تہک گئے اور حکیم مطلق کے بہرہ سے پر چھوڑ دیا۔ اتفاق سے ایک ہمایہ بڑھیا آئی جو اکثر ہمارے یہاں آیا کرتی اور سب لوگ اس سے محبت رکھتے تھے۔ میرری والدہ نے کہا دیکھو تو یہ لڑکا ملاحار ہا ہے اور تم نے آکر کبھی خبر بھی نہ لی اب آئی ہو تو کچھ علاج کرو۔ بڑھیا نے مجھے دیکھ کر کہا کہ یہ تو مجھے بہت ستیا کرتا ہے۔ مر جائے تو اچھا ہے۔ چونکہ ضعیف العمر اور نیک عورت تھی کیسکو اس کہنے کا بُرا نہ لگا۔ اور کہا کہ تم کو اختیار ہے۔ علاج کرو یا مرنے دو۔ بڑھیا نے ہمایہ بھی کوئی بات ہے کہ جب سب حکیم ڈاکٹر ہو چکے اور بچہ مرنے کے قریب آیا تو مجھے علاج کیلئے کہا۔ پہلے کیا میں مر گئی ہتی۔ خیر میں علاج کرتی ہوں مگر

اس شرط پر کہ کسی دوسرے کا علاج پنج مین نہ کیا جائے اور نہ کوئی اس سے ہاتھ کرے ورنہ مین ذمہ وار نہیں۔ چنانچہ ان شرائط کیساتھ اُس نے میرا علاج کیا۔ اس بڑھیا کا قد لمبا اور بدن سڈول تھا اور اپنی عمر کے لحاظ سے مضبوط دکھائی دیتی تھی۔ اسکے بال سفید ہو چکے تھے اور خاوند مرچکا تھا لیکن ہندو رسم کے خلاف وہ ہمیشہ اپنی پیشانی پر تلک لگایا کرتی۔ جیسا کہ بڑھیا نے کہا تھا واقعی مین اور دوسرے شریر لڑکے ہمیشہ اوسکو چھیڑا کرتے کہ اب بڑھاپے مین تلک کیوں لگاتی ہے؛ اور زبردستی یہ تلک پیشانی سے بجا ہوا کرتے۔ بڑھیا چنجیتی چلاتی کہ کمبختو! تم میرے سہاگ کے کیوں دشمن ہوئے ہو؛ اسپر ہم پوچھا کرتے کہ اچھا اپنا شوہر بتا کہاں ہے ورنہ ہم تلک ضرور بجاٹینگے جس سے یہ بڑھیا بہت تنگ آیا کرتی لیکن بایں ہمہ کہی کسیکو بد دعا نہیں دی۔ بات یہ تھی کہ شادی کے دو ماہ بعد ہی اس کا خاوند مر گیا اور یہ بیوہ ہو گئی۔ ہندو رسم کے موافق بیوہ عورت تلک نہیں لگا سکتی لیکن چونکہ اسوقت یہ جوان تھی اس کا دل نہ مانا اور یہ برابر تلک لگاتی رہی اسکی مان نے بار بار منع کیا مگر اسکے جواب مین یہ کہتی کہ تو پہلے اپنا تلک چھڑا پہر مجھے کہہ غرض کہ تمام لوگوں نے اسکو طعنہ دینے شروع کئے اور ہر وقت چھیڑنے لگے جس سے اسکو استقدر صدمہ ہوا کہ یہ دیوانی ہو گئی؛ مین نے یہ ساری حقیقت سنی تھی اس لئے مین سب سے زیادہ ستایا کرتا تھا۔ اور چونکہ یہ خود نیک

ہی اسلئے کہی مجھ پر خا نہیں ہوتی تھی۔ چونکہ اب میں اسکے زیر علاج تھا اور کوئی دوسرا میرے پاس نہیں آتا تھا یہ ہر وقت میرے پاس بیٹھی رہا کرتی اپنے ہاتھ سے میرے لئے کہاں پکاتی اور اکثر میرے سر پر ہاتھ پہر کرتی۔ اور تمام وقت حقیقت و معرفت کے اسرار بیان کیا کرتی۔ جس میں گیتا کے اشوک۔ تکارام۔ باوا۔ تلسی داس۔ کبیر داس۔ اور رام داس کے ابھنگ اور وہے سنایا کرتی جو جب تک میرے دل پر نقش ہیں۔ دو مہینے تک اسی طرح وہ علاج کرتی رہی اور مجھے کامل صحت ہو گئی۔

تندرست ہونے کے بعد میں نے اسکو پہرستانا شروع کیا اور ایک دن باہر پوچھا کہ اس بڑے مین تلک لگانے کا کیا سبب ہے؟ چونکہ اسکو مجھ سے بہت ہی محبت تھی ایک دن کہا کہ اچھا آئین تجھے اپنی زندگی کا راز سناتی ہوں مگر خبردار کسی سے بیان نہ کرنا۔ یہ کہہ کر اُس نے اپنے اس خلاف رسم طریقے پر چلنے کا راز مجھ پر ظاہر کیا جو میں حرب و وعدہ ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن اتنا کہنے میں مضائقہ نہیں سمجھتا کہ اگرچہ اوس کا خاوند فوت ہو چکا تھا لیکن وہ اکثر خدائی روپ میں اوسکو دکھائی دیا کرتا تھا۔ جس سے اوسکو خیال ہوا کہ میرا خاوند زندہ ہے اور میں یہ وہ نہیں ہوں اور اسلئے مجھے تلک مٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ اشادات اوسکی ریاضت شاقہ کا نتیجہ تھے جو اس نے قرب خدا حاصل کرنے کے لئے کی تھی اور اپنی خودی کو بالکل مٹا دیا تھا۔“

یہ قصہ سنا کر مہاراج نے فرمایا کہ اس مفصل بیان سے مجھے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ میں ایک نادان اور سور کہہ آدمی ہوں۔ اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں وہ سب اس بڑھیلے سنا ہوا ہے۔ اسی طرح اور مائیوں نے ہی مجھے قصے سنائے ہیں جو میں پہر کبھی بیان کر دینگا۔

## پیر پیر اعتقاد

ہی سجادہ زلیخا گن گرت پر مغان گوید  
کہ سالک پیغمبر نو ذراہ و رسم منزلہا

مہاراج کی خدمت میں جو لوگ حاضر ہوا کرتے تھے وہ مہاراج کو اپنا گرو اور پرنماںتے تھے اور مہاراج کے ہر حکم پر سیطرہ تسلیم خم کرتے تھے جس طرح کہ ایک جان نثار مرید کو ہونا چاہئے۔ اور یہ حکم خواہ انکے مذہب اور رسم کے خلاف ہی کیوں نہ ہو نہایت ہی سچائی اور راستی سے بجالاتے۔ ذیل میں ایسا ہی ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

معمول کے مطابق ٹکڑ سنکرات (جو مہند و عورتوں کی عید کا دن ہے اور جس میں وہ آپس میں تل اور گڑ تقسیم کرتی ہیں) پوس کے مہینے میں جو انگریزی جنوری مہینے سے مطابق تھا ہو چکی تھی۔ لیکن مہاراج نے مارچ کے اخیر میں بتی ٹکڑ سنکرات کے تہوار سے قریباً دو ماہ بعد ایک دن فرمایا کہ کل سے ٹکڑ سنکرات

کے پاس شروع ہونگے۔ حافرین نے کہا کہ ہمارا جگر شکرات تو دو جیسے پہلو  
 ہو چکی۔ کل تو گڑی پاڑوئے کا تھوڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ درست ہے۔ کچے  
 گڑی پاڑوا اور مگر شکرات دو دنوں ایک ہی دن آئے ہیں۔ معتقدین نے کہا  
 ایسا ہوا ہے تو حکم دیا جائے ہم مگر شکرات کے پاس شروع کر دیں۔ ہمارا ج  
 نے فرمایا کہ بہتر ہے تین روز پاس رکھو۔ غرض سب نے مگر شکرات کی رسومات  
 سر نو ادا کیں اور تین دن روزہ رکھا۔ اور پہر عورتوں نے حسب دستور کپڑے  
 بدلے اور ایک دوسرے کے گھر جا کر تل گُل (تل اور گڑ) تقسیم کئے۔ جبکو دیکھ کر  
 دوسرے لوگ ان پر ہنسا کرتے تھے۔ ہمارا ج کی خدمت میں جب تل گُل لیکر حاضر  
 ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے نام دیو ہمار (ہاگو ہمارنی کا شوہر) کو دو چنانچہ سب نے  
 نام دیو کو تل گُل دیا۔ پھر ہمارا ج نے تل گُل اور علوہ لیکر اپنے دست مبارک سے  
 سب کو تقسیم کیا۔ اور پھر فرمایا کہ سب پہلے نام دیو کو اس لئے میں نے یہ تحفہ دلوایا کہ  
 یہی زمین نے میں میرا گروتھا۔ میں ہر وقت اپنے پہلے رفقا کی تلاش میں رہا کرتا  
 ہوں جن میں سے اکثر مجھے مل گئے ہیں۔ خدا کی عنایت سے میرا آنا کٹر گہر ہو گیا اور  
 یہاں مجھے میرا پرانا گروتھا۔ چونکہ کسی خاص وجہ سے اس نے ہمارا کی صورت میں  
 جہنم لیا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ اس کو خدا سے ملنے کا راستہ دکھاؤں اور اسی  
 فرض کی انجام دہی کیلئے میں اپنے رفقا کو ڈھونڈتا ہوں۔  
 کسی گزشتہ جہنم میں میرے والدین نے مجھے درس کیلئے اس گرو کے



پاس بھیجا تھا۔ اور اسٹش مجھو چار سال کی میعاد میں صرف ”او۔ نا۔ ما۔ سی“ کا سبق پڑایا۔ جسکے پڑھنے سے مجھ پر باب علم وا ہو گیا۔ او نا ما سی کا سکھانا نہایت ہی دشوار کام ہے۔ اور اسکو معنی کو پورے طور سے سمجھنا گویا معرفت اسی کا حاصل کرنا ہے۔ اس جملے کے معنی میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔

”جب پہلے پہل بچہ کسی استاد کے پاس پڑھنے بٹھایا جاتا ہے تو اسکو شری گنیشا او نم سی دھم (بسم اللہ کا مترادف جملہ) پڑایا جاتا ہے۔ لیکن میرے اس گرو نے مجھے صرف ایک ہی جملہ او نا سی پڑایا۔ اور اسکو معنی سمجھانے کیلئے اس جملے کے تین ٹکڑے اس طرح کئے۔ (او۔ نم۔ اسی) جسکو ملا کر پڑھنے سے یہ معنی نکلتے ہیں ”تم کون ہو کا یہ جواب ہے“ اور سد گرو اپنے چیلے کو یہ بتاتا ہے کہ وہ کون ہے۔ دراصل جملہ مذکورہ میں۔ میں کون ہوں کا جواب مدغم ہے۔ یعنی اسی کے معنی ہیں ”تم ہو“ اور او نام یعنی ”او م نام کے“ اسکو ملا کر پڑھو تو یہ جملہ بنتا ہے ”تم ہو او م نام کے“ یا بالفاظ دیگر تمہارا نام او م ہے۔ یا تم اونکار روپ رکھتے ہو۔ غرض چار سال میں میرے استاد نے مجھے آگاہ کر دیا کہ اونکار روپ کیا ہے۔ اسلئے نام دیو میرا گرو ہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر مہاراج نے نام دیو کو سلام کیا۔ اور یہ دیکھ کر تمام حاضرین نے بھی نام دیو کو سلام کیا۔ نام دیو کا اس بات سے دل بہر آیا اور رونے لگا۔

مہاراج نے پہر تل گل کی بجائے صلوہ تقسیم کرنیکی رسم کو بے سود قرار دیا۔

اور سمجھایا کہ حلوتے مین تل ملائے مین لیکن اس مین بجائے گڑ کے شکر ہوا کرتی ہے  
 اور اسکو علاوہ لونگ۔ زعفران۔ الائچی اور دیگر خشک میوہ ہی ہوتا ہے۔ شاتر  
 مین اس دن صرف تل اور گڑ ملا کر تقسیم کرنا باعث ثواب بتلایا ہے۔ حلوتے  
 سے کوئی ثواب نہیں ہوتا۔ معتقدین اس دن سے آپ کے حکم کی موافق چلنے لگے  
 جہا راج نے یہ تمام تقریر کوڑی پر بیٹھ ہوئے کی ہتی جہاں تمام لوگ  
 بے تکلف بیٹھے سنتے رہے جس سے انکے حسن عقیدت کی شان ظاہر ہوتی ہے۔  
 ای مضمون کا ایک اور قصہ جہا راج نے بیان فرمایا تھا جو ذیل مین درج کیا جاتا ہے

### قصہ

ایک اچہ ہمیشہ شکر کی پوجا کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے شہر کے تمام ہمنمو  
 حکم دیا کہ جہا دیو کے مندر مین چلے باندھ کر بیٹھیں اور ہر وقت شکر کے نام کا  
 جپ کیا کریں۔ کئی سال کے بعد ایک بہیل کا اوہر سے گذر ہوا۔ مندر مین جپ کی  
 آواز شکر ٹہر گیا اور چاہا کہ اندر جا کر دیکھے لیکن دروازے پر روک دیا گیا کہ  
 اندر برہمن شکر کا نام جپ رہے ہین تو اندر نہیں جاسکتا۔ اس نے دروازے  
 ہی پر کھڑے کھڑے دیکھا کہ جہا دیو کی صورتی پر پانی ڈالا جا رہا ہے۔ دریافت  
 کیا تو معلوم ہوا کہ شکر کو پانی بہت پسند ہے۔ بہیل کو بھی شوق ہوا کہ شکر کی پوجا  
 کرے۔ یہاں سے چلکر یہ ایک جھوٹے سے غیر آباد مندر مین پہنچا۔ اور جہا دیو کی  
 سجدت کی پوجا کر کے پانی لانے کیلئے ندی پر گیا۔ چونکہ اسکو پاس کوئی برتن

نہیں تھا اس لئے اس نے اپنے منہ میں پانی بہر لیا اور مندر میں آکر جھا دیو کی سورت  
 پر کھلی کر دی۔ اسی طرح سات دن تک کرتا رہا۔ آٹھویں دن پہر اسی مندر  
 کی طرف جانکلا جس میں برہمن اور راجہ پوجا کر رہے تھے۔ اور مندر کے دروازے  
 پر کھڑا ہو کر تماشہ دیکھنے لگا۔ یکا یک ایک بہو پخال سا آیا اور مندر کی تمام عمارت  
 ہلنے لگی۔ برہمن اور راجہ جان بچانے کیلئے بہاگے۔ بہیل نے دیکھا کہ مندر کے  
 گرنے سے جھا دیو کی سورتی کو صدمہ ہوگا۔ دوڑا اور سورتی کو پٹ گیا۔ اس کا  
 اندر آتا تھا کہ زلزلہ بند ہو گیا۔ اور شنکر نے بہیل کو اپنے درشن دئے اور کامل بنانے  
 راجہ نے یہ نظر اپنی آنکھ سے دیکھا اور دوڑ کر شنکر کے پاؤں پڑنا چاہا لیکن شنکر  
 غائب ہو گیا۔ راجہ کو بڑا رنج ہوا۔ اور پہلے سے زیادہ شوق کے ساتھ پوجا کرنے  
 لگا۔ کئی برس کے بعد راجہ بھی شنکر کے درشن نصیب ہوئے۔ اس وقت راجہ نے  
 پوجا کہ میں برسوں سے آپ کی پوجا کر رہا تھا مجھے درشن نہ دئے اور بہیل کو  
 سات ہی روز کی پوجا میں کامل بنا دیا گیا۔ شنکر نے کہا کہ اُس میں اور تم میں  
 بہت بڑا فرق ہے۔ تم لوگ مند کو گرتا ہوا دیکھ کر اپنی جان بچانے کے لئے  
 مجھے چھوڑ کر بہاگ گئے اور وہ اپنی جان کی پروا نہ کر کے مجھے بچانے کیلئے  
 اندر گھس آیا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس وقت اسکو درشن دئے اور تجھ کو تنہا  
 حرم کے بعد۔ یہ کہہ کر شنکر غائب ہو گیا۔

درحقیقت بے ریا اور سچی محبت۔ ظاہری اور دیکھی عبادت و بندگی پر

سر حالت میں فوق رکھتی ہے۔

اس واقعہ کے ایک مہفتہ بعد جہاز نے بہاگو جہاز کی کے گہرے آٹھ گہرے  
 ہنگی چال میں جو دو سو قدم کے فاصلے پر ایک خالی مکان کے برآمدے میں جا  
 قیام کیا۔ اور سامنے ہی کوڑا کرکٹ پینکوں نے ایک کونڈی بنی ہوئی تھی اس سے  
 بیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ معتقدین یہاں ہی آنے لگے۔ حسب معمول نوید کا کہنا آیا  
 تو آپ نے فرمایا کہ تم عورتیں پاگل ہو گئی ہو کہ برہنہ ہوتے ہوئے ایسی غلیظ جگہ  
 پر میرے لئے کہنا لاتی ہو۔ یہ برہمنوں کی روش سے بالکل خلاف ہے۔ ٹھہرو  
 تم اپنے مردوں کو آنے دو میں ان سے کہو گا کہ تمہاری عورتیں ہنگی چال میں آتی  
 ہیں۔ عورتوں نے کہا کہ ہاں آپ ضرور کہتے ہیں تو جہاں آپ ہونگے ضرور  
 آئینگے۔ جہاز نے نوید کا کہنا ناہنگیوں کے بچوں میں تقسیم کر دیا جو آپ کے پاس  
 آنے سے بہت خوش تھے۔ پہرہ سیتا بائی نامی ایک برہنہ عورت سے کہا کہ دیکھا  
 کیسی پاک صاف جگہ ہے۔ یہاں جو مذہبی رسم ادا کی جائیگی اس کی ثواب کئی حصے  
 زیادہ ہوگا۔ پہرہ ادھر ادھر بکھرے ہوئے سوکھے گو کیطرت اشارہ کر کے کہا کہ  
 یہ سب پھول بکھرے ہوئے ہیں اور اس کی خوشبو سے دماغ تازہ ہو رہا ہے۔ بیٹا  
 بائی نے جواب دیا کہ جہاں جہاز ہونگے وہ جگہ بیشک پاک صاف ہوگی۔ اور  
 مذہبی رسومات ادا کر نیچے ضرور لایں گی۔ جہاز نے فرمایا کہ اگر اس جگہ سونڈ  
 سوموار (پیر کا دن) ادا یا پن کی رسم ادا کی جائے تو اس کا نتیجہ نہایت ہی

اچھا برآمد ہوگا۔ سیتا بانی نے کہا بیشک آپ جو کچھ فرماتے ہیں بالکل درست  
 جہاراج نے فرمایا تو بڑی دیوانی ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میری ہر ایک بات  
 سچ ہو۔ میں تو مذاقاً کہہ رہا تھا۔ شاستر اور ویدوں میں کہیں ایسا نہیں لکھا  
 کہ سولہ سو سووار اور دیا پن ہنگیون کی چال میں کیا جاوے۔ اسپر حاضرین نے  
 کہا کہ جہان جہاراج ہیں وہاں وید اور شاستر کی ضرورت باقی نہیں رہتی  
 بید تھکو برہما تھکو تھکو شکر شیش  
 گیتا کو بھی گم نہیں جہان سدگر کو اپدیش

جہاراج نے فرمایا کہ یہ باتیں تم اپنے خاوندوں سے نہ کہنا وہ تمہارا ہونگے  
 سیتا بانی نے کہا ان لوگوں کی کیا طاقت جو آپ کی باتوں پر وہ ہم سے خفا ہوں  
 وہ سب آپ کے فرمانبردار غلام ہیں۔ اور اب ہم اس جگہ سولہ سو سووار ضرور اور اگر  
 آپ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو میں یہاں سے چلا جاؤنگا۔ اور جھگل میں جا  
 پڑؤنگا۔ ایسی غلیظ جگہ بھی تم مجھے نہیں رہنے دیتے۔

یہاں جہاراج کا جذب کس قدر بڑھ گیا تھا اور آپ اکثر آئیواو کو گالیاں  
 دیتے رہتے تھے۔ اس لئے سب لوگوں نے مسٹر ایکینا تہہ راؤ کو اپنا رہبر بنایا چونکہ  
 یہ جہاراج کے سچے معتقد اور ماننے والے تھے ہر وقت اور بلا خوف جہاراج کی خدمت  
 میں حاضر ہو کر تھے اور جہاراج کی گالیاں اور مار نہایت خوشی سے کھاتے تھے  
 جب جہاراج غصے میں ہوتے تو ایکینا تہہ راؤ تنہا جہاراج کے پاس جاتے اور بکے

بے کی مار خود کہا ہے جب جہاراج خوش ہوتے اور ایکنا تہہ راؤ سے ہنس کر بات کرتے تو سب لوگ درشن کو جلتے ورنہ دور ہی سے سلام کر کے چلے جاتے۔

رام نومی کے دن ایکنا تہہ راؤ نے لکرک جہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاراج نے بیکرا کر پوچھا کہ تم لوگ اس غلیظ جگہ پر کیوں آتے ہو اپنے اپنے گہر واپس چلے جاؤ۔ ایکنا تہہ راؤ نے عرض کیا کہ آج رام نومی کا دن ہے اور بہت سے لوگ آپ کے درشن کو حاضر ہوئے ہیں چنانچہ سب لوگ حاضر ہوئے اور قد مبوسیٰ حال کی۔ جہاراج نے فرمایا کہ تم سب لوگ دیوانے ہو گئے ہو۔ تم ہندو ہو اور آج رام جنم کا دن ہے۔ کیا رام نے بہنگی کی چال میں جنم لیا، یا میں رام ہوں جو تم ایسا پاک دن ایسی ناپاک جگہ گزارنے آئے ہو۔ ذرا تو مذہب کا پاس کرو۔ سب لوگ خاموش کھڑے سنو رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر تم واقعی یہ سمجھتے ہو کہ رام نے بہنگی کے گہر میں جنم لیا ہے۔ اور تم سچے دل اور کامل اعتقاد سے رام کی پوجا کرنا چاہتے ہو تو یقین رکھو کہ رام اگر بہنگی کی بستی میں نہ ہی پیدا ہوا ہو تب ہی وہ تمکو اپنا درشن دیگا۔

اسی دن شام کو کھاسینس کی بیوی لکشمی بانی۔ چناسوامی کی بیوی اور بہاگو جہارانی جہاراج کے لئے کہاں لیکر حاضر ہوئیں۔ جہاراج نے تھوڑا سا کہا کہ باقی بہنگی بچو تمکو تقسیم کر دیا۔ چونکہ جہاراج اس وقت ہمہ اوست کے مقام میں تھے اس لئے ذات پات کا تفرقہ ان کے خیال میں ہی نہیں آتا تھا۔ بقول ٹھٹھے

سہ وقت بات کو پوچھے نہ کوئے کجا ہر کوئی ہے سو ہر کا ہوسے

لہذا انکو ہر گن یاد دہیڑ کے پکائے ہوئے کہانے میں کوئی فرق نہ دکھائی دیتا تھا  
پاکی اور ناپاک کی بیخ و خوشی سب انکے لئے برابر تھے۔ کہر گپور میں آپ جب تک  
رہے یہی حالت رہی۔

بہاؤ جہار فی اور اسکو خلوند نے بہتری خوشامد کی کہ آپ ہمارے یہاں  
ہی قیام فرمائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ نام دیو اجازت لیکر وہ ٹاٹ لایا جو  
آپ چھپر میں چھوڑ آئے تھے اور آپ نے اس میں سے ایک پھبایا اور ایک لٹا  
چونکہ آپ کے ارد گرد گوٹھ ہی گوٹھ پڑا رہتا تھا اور درشن کو آبنوالے لوگوں کو بہت  
دور بیٹھنا پڑتا تھا اس لئے اسکو صاف کرنیکی اجازت لوگوں نے مانگی مگر آپ نے  
منع کر دیا۔ ایک دن آپ باہر تشریف لیگے مہورتوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور  
اس جگہ کو صاف کرادیا آپ نے دیکھا تو بہت خفا ہوئے۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا  
تو اپنی عادت کے موافق دیوار سے پیٹھ لگا اور ٹانگیں پہلا بیٹھ گئے آپ اپنے پیروں  
کے نیچے اکثر امینٹین رکھ لیا کرتے تھے۔ اب بھی اکثر آپ اسی انداز سے بیٹھا کرتے ہیں  
رام نومی کے تیسرے دن دو تین آدمی لکر آپ کی خدمت میں حاضر  
ہوئے اور آپ کے نام سے رام نومی کی چوتھی تاریخ کو بندہ ارا کر نیکی خواہش ظاہر  
کی۔ جہاں نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے میں کچھ تمہارا خدا نہیں ہوں جو میرے  
نام سے بندہ ارا کرتے ہو۔ کہو مگر میرے نام سے نہیں۔ چنانچہ لوگوں نے اسکو

بہاؤ جہار فی اور اسکو خلوند نے بہتری خوشامد کی کہ آپ ہمارے یہاں ہی قیام فرمائیں لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ نام دیو اجازت لیکر وہ ٹاٹ لایا جو آپ چھپر میں چھوڑ آئے تھے اور آپ نے اس میں سے ایک پھبایا اور ایک لٹا چونکہ آپ کے ارد گرد گوٹھ ہی گوٹھ پڑا رہتا تھا اور درشن کو آبنوالے لوگوں کو بہت دور بیٹھنا پڑتا تھا اس لئے اسکو صاف کرنیکی اجازت لوگوں نے مانگی مگر آپ نے منع کر دیا۔ ایک دن آپ باہر تشریف لیگے مہورتوں نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور اس جگہ کو صاف کرادیا آپ نے دیکھا تو بہت خفا ہوئے۔ جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو اپنی عادت کے موافق دیوار سے پیٹھ لگا اور ٹانگیں پہلا بیٹھ گئے آپ اپنے پیروں کے نیچے اکثر امینٹین رکھ لیا کرتے تھے۔ اب بھی اکثر آپ اسی انداز سے بیٹھا کرتے ہیں رام نومی کے تیسرے دن دو تین آدمی لکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے نام سے رام نومی کی چوتھی تاریخ کو بندہ ارا کر نیکی خواہش ظاہر کی۔ جہاں نے فرمایا کہ تمہیں اختیار ہے میں کچھ تمہارا خدا نہیں ہوں جو میرے نام سے بندہ ارا کرتے ہو۔ کہو مگر میرے نام سے نہیں۔ چنانچہ لوگوں نے اسکو

جانت سمجھا اور اسی رات کو کہا نا پکانے کیلئے چہرہ باندھنا شروع کیا جس میں  
 ہمارا جی بھی شریک ہوئے اور لوگوں کو اطمینان ہو گیا کہ اب آپ کی پوری  
 جانت ہو گئی۔ دوسرے دن کہا نا تیار ہوا اور قرب و جوار کے ہزاروں غبا  
 نہا نے کیلئے حاضر ہوئے مگر ایک وقت یہ آن پڑی کہ کہا نا کس جگہ کھلایا جائے  
 ہنگی چال کے سامنے میدان تو بہت بڑا تھا لیکن وہوپ مین کہا نا کہا نا  
 مشکل تھا۔ ہمارا ج نے بھی اسکو پسند نہ فرمایا اور کہا کہ کوئی معقول انتظام  
 کرو۔ مین وقت پر انتظام کا ہونا مشکل ہو گیا تو لوگ گھبرائے۔ آخر ہمارا ج  
 نے خود فرمایا کہ نو واروسنا کہنی کا شامیانہ مانگ لاؤ اور اس مین بٹھا کر  
 سب کو کہا نا کھلاؤ۔ اگرچہ کہنی کا شامیانہ دیکو خالی رہا کرتا تھا لیکن مالک کہنی  
 ایسا بد مزاج تھا کہ کسی کی ہمت نہ پڑی کہ جا کر مانگے۔ ہمارا ج نے پھر غصے سے  
 فرمایا کہ جاؤ وہی شامیانہ لاؤ وہ دیکھا۔ چنانچہ آدمی گئے اور شامیانہ مانگنا  
 مالک نے فوراً شامیانہ دیا بلکہ اپنے آدمیوں کو بھیج کر اسکو کھڑا کر دیا اور  
 کہا نا شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر ہمارا ج نے خود اپنے ہاتھ سے کہا نا تقیم کیا  
 اور مغرب سے پہلے ہمارا ج اپنی جگہ پر واپس تشریف لے آئے۔ آٹھ بجے کے  
 قریب حسب معمول عورتیں کہا نا بیکر حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا کچھ آج یہ کہا نا مین  
 کہا تا میرا ارادہ ہے کہ شامیانہ مین غیبوں کے ساتھ بیٹھ کر کہا نا کھاؤں۔ یہ  
 کہہ کر آپ نام دیو اور دس بارہ ہارون کو ساتھ لیکر شامیانہ مین گئے



اور عام لوگوں کی طرح کہا نا مانگا۔ چنانچہ آپکو کہا نا دیا گیا۔ ہمراہی جہارون کو ایک صف میں اور باقیماندہ منتظیلین برہمنوں کو دوسری صف میں آنے سے سامنے ٹہرا دیا اور خود الگ جا بیٹھے۔ دونوں صفوں نے جن میں راؤ صاحب و نایک راؤ بھی شریک تھے کہا نا شروع کیا۔ آپ نے فرمایا کہ غریبوں کو روٹی کھلانا اور معذرت کی خدمت کرنا اعلیٰ ترین عبادت ہے۔ اور اسکو متعلق آپ نے ایک قصہ بیان کیا

### قصہ

ایک مرتبہ کسی راجہ نے کسی بستی کے غریب آدمیوں کو جو اس کے شہر میں بوجہ فلاکت پریٹ بہرے آئے تھے پکڑوا منگوایا اور صبح سے شام تک اُن سے کہتی کام کیا اور تمام دن بہو کا پیا سار کھکڑ شام کو مزدوری بھی نہ دی اور اپنے شہر سے نکال دیا۔ بارش کے دن اندھیری رات راہ میں کچڑ آفت کے مارے اپنے گاؤں کی طرف چلے گاؤں ۱۰ میل دور۔ تھوڑی دور گئے ہونگے کہ بارش ہی شروع ہو گئی۔ جنگل میں بچے کی جگہ نہیں مجبوراً چلتے رہے۔ خدا خدا کر کے ایک گاؤں آیا۔ اور یہ ایک مکان کے برآمدے میں بارش سے بچنے کیلئے جا بٹھو گہروالا کوئی نہایت ہی خدا پرست اور نیک دل تہا رات کا بچن کر کے بستر پر ابھی لیٹا ہی تھا کہ اسکو آہٹ معلوم ہوئی اور اسٹس باہر آ کے دیکھا کہ بہت سے آدمی پڑے ہیں۔ حال پوچھا تو ان لوگوں نے ساری حقیقت بیان کی اور کہا کہ ہارش ختم ہو جائے تو ہم چلے جائینگے۔ اسکو یہ شکر رحم آیا اور سب کو

اندر لپکیا۔ اور آگ سلگا کر سب کو سینکنے کے لئے بٹھادیا۔ اور اپنی بیوی کو  
 جگا کر سب کے واسطے سوتیان تیار کرائیں اور کھلا کر سب کو سلا دیا۔ اور صبح  
 ہنکریا سب اپنے گھر گئے۔ اسی زمانے میں کسی دوسرے شہر میں ایک مہروں  
 آدمی تھا جو لوگوں سے منہ چھپائے گھر میں پڑا رہتا تھا۔ تنگ آکر اس نے  
 ارادہ کیا کسی پہاڑ پر چل کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دینا بہتر ہے۔ اس خیال سے  
 وہ ایک پہاڑ پر گیا۔ یہاں ایک مندر تھا سو چاکہ چند روز اس دیوی کی پوجا  
 کر لینی چاہئے ممکن ہے یہ خوش ہو کر اس مرض سے مجھے نجات دلا دے ورنہ  
 تو کر جان دید ونگا۔ چنانچہ دیوی کا تصور کر کے بھوکا پیاسہ چند روز تک بیٹھا  
 رہا۔ آخر دیوی نے درشن دیا اور پوچھا کیا مانگتا ہے مانگ۔ اس نے کہا او  
 چہ نہیں صرف میری بیماری دور ہو جائے۔ دیوی نے کہا یہ تو میرے بس کی  
 بات نہیں ہے البتہ ایک ترکیب تجھے بتاتی ہوں اس سے تو اس مرض سے  
 نجات پاسیگا۔ چنانچہ اوسنے کہا کہ فلاں گاؤں میں ایک خدا پرست ہے  
 اوس سے اوسکی ایک ماہ کی عبادت کا ثواب یا ایک رات اوسنے ۲۰ غریبوں کو  
 کھانا کھلایا ہے اوس رات کا ثواب مانگ اگر ان دونوں میں سے ایک ثواب  
 ہی تجھے دید یا تو تیرا کام بن جائیگا۔ مہروں یہاں سے اٹھا اور سیدھا اس  
 خدا پرست کے پاس پہنچا اور دونوں سوال پیش کئے۔ خدا پرست نے سوچ  
 سوچ کر کہا کہ بہائی رات کا ثواب تو نہیں دے سکتا البتہ ایک ماہ کی عبادت

کا ثواب دے سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نیک مروت نے اسکو کھانا کھلایا اور شب کو بٹے  
گہر سلا یا۔ صبح کو مبروص بالکل تندرست ہو گیا اور شکر یہ بجالا کر رخصت ہوا  
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غریبوں اور مظلوموں کو کھانا کھلانا عبادت سے زیادہ  
ثواب رکھتا ہے۔

یہ قصہ سنا کر ہماراج واپس آئے اور عورتوں کو کھانا سب کو  
تقسیم کر دیا۔ صرف نیم کی چٹنی اپنے لئے رکھ لی اور فرمایا کہ یہ تم لوگوں کو کڑوی  
معلوم ہوگی۔ اس پر نام دیو ہمارے کبیر کا دو ہا سنایا۔ ۵  
بیٹھا بیٹھا سب کوئی کھا کڑوا نہ کہا کڑو کر جو کوئی کڑوا کھا وہ سب بیٹھا ہوئے  
ہماراج اکثر فرمایا کرتے تھے کہ دن رات کے ۲۴ گھنٹوں میں میرا بون  
چلنا۔ پہرنا۔ گالیان دینا نصیحت کرنا۔ مارنا وغیرہ جو کچھ بھی میں کرتا ہوں  
سب خلق خدا کے فائدے کے لئے ہے۔ میری کوئی ذاتی غرض یا نفسانی خواہش  
اس میں نہیں ہے۔

## کوٹا اور سدگرو

ایک دن ہماراج بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ ایک کوٹا انکے نزدیک  
آ بیٹھا اور کائین کائین کر کے اُڑ گیا۔ ہماراج نے حاضرین سے کہا کہ اس کوٹے  
نے اسوقت نہایت مفید نصیحت کی ہے۔ میرے نزدیک اس سے بہتر نامح  
اور کوئی پرندہ نہیں ہے۔ پہر آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ بتاؤ سب کچھ

برندہ کونسا ہے؟ کسی نے کہا طوطا۔ کسی نے بلبل وغیرہ وغیرہ لیکن آخر میں سب نے  
 ہنس کو تمام دنیا کے پرندوں سے افضل قرار دیا۔ جہاں ج نے فرمایا کہ بیشک  
 ہنس کو تمام پرند و پر فوق حاصل ہے کیونکہ موتی جیسی سب سے زیادہ قیمتی چیز اس کی  
 خوراک ہے۔ لیکن میری نظر میں اس کا ہمایہ کوّا ہی ہے جو اعلیٰ کے مقابل اعلیٰ کا  
 نمونہ اور موتی کے مقابل کم سے کم قیمت اور ناپاک سے ناپاک خوراک کہا نیوا  
 ہے۔ گویا اعلیٰ ترین ہنس اور اعلیٰ ترین کوّا ہوا۔

ہنس کو اکثر سدگر سے تشبیہ دی جاتی ہے جو انسانی حیثیت میں  
 افضل ترین مرتبہ ہے۔ یعنی جیسے پرندوں میں ہنس ویسے انسانوں میں سدگر  
 گر میرے خیال سے فقط ہنس کا لفظ سدگر و یا سد پر و کش کیلئے تنہا درست  
 نہیں ہے۔ کیونکہ سدگر و میں اعلیٰ اور اعلیٰ دونوں صفات موجود ہیں اسلئے  
 سدگر و کو پریم ہنس کہنا مناسب ہے۔ جس میں کوئے اور ہنس کی مشترکہ  
 صفات پائی جاتی ہیں۔ سدگر و کو ہنس اسلئے کہا جاتا ہے کہ جب وقت لفظ سوہم  
 (یعنی ”وہ میں ہوں“) کا وروا طینان اور کیوٹی کے ساتھ کیا جاتا ہے تو اس کا  
 تلفظ ”ہنس“ ہو جاتا ہے جس کے معنی ”میں وہ ہوں“ ہوتے ہیں اور اس ورد  
 کو بدرجہ کمال تک پہنچا کر ورو کو نیوالا ”میں وہ ہوں“ کا تجربہ کرتا ہے۔ اور  
 اس تجربہ حاصل کر نیوالے کو ہنس کہتے ہیں۔ جس کے معنی ”میں وہ ہوں“ ہوتے  
 ہیں۔ اور کوئے کی مناسبت اسلئے دی جاتی ہے کہ کوّا بلا امتیاز اچھی اور بُری

ہر ایک چیز کہا جیتا ہے اور کوئی اثر سپر نہیں پڑتا۔ اسی طرح سد پر دوش پہ  
 بھی کسی اچھی اور بُری چیز کا اثر نہیں پڑتا۔ اور دوسرے یہ کہ کوئی ہر ایک چیز کو  
 باوجودیکہ دو آنکھیں رکھتا ہے ایک ہی آنکھ یعنی باطنی آنکھ سے دیکھتا ہے  
 اور یہ کہ کوئی جس شخص کو چوہنچ مارے یا چھوے وہ بجات حاصل کرتا ہے۔  
 یہ ہی حال سد گر و کا ہے کہ وہ ہر ایک چیز کو ایک ہی نظر سے دیکھتا ہے اور  
 کسی چیز میں تفریق جائز نہیں رکھتا۔ اور یہ کہ سد گر و جسکو مارتا ہے وہ بجات  
 کا سختی ہو جاتا ہے۔ جس طرح کوٹے کی چوہنچ سے بظاہر جسم کو تکلیف ہوتی اور  
 باطنی طور پر ناپاکی دہل جاتی ہے۔ اسی طرح سد گر و کے مارنے سے گناہ دہل جاتا  
 اور وہ پاک ہو جاتا ہے اگرچہ بظاہر آدمی تکلیف محسوس کرتا ہے

وید میں یہ قصہ موجود ہے کہ رام نے جلا وطنی پر جنگل میں اپنی بجات  
 کیلئے سینا کے ذریعے عداوت اٹھائی اگرچہ وہ خود دنیا کا ناجی تھا کیونکہ  
 رام اور سینا کو بظاہر الگ تھے لیکن باطن میں انکی ہستی متحد تھی۔ لہذا جب  
 کوٹے نے سینا کی پستان پر چوہنچ ماری اور گناہ سے پاک کیا تو گویا رام  
 کی چھاتی پر چوٹ لگی۔ اور وہ گناہوں سے پاک ہو گیا۔ اگرچہ سینا گنہگار  
 نہ تھی لیکن چونکہ رام اپنے خیالات کو نہ ہی صورت میں دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا  
 تھا۔ اسلئے سینا کے ذریعے سے اسکو عملی جامہ پہنا کر دنیا کے لئے مثال  
 قائم کر دی۔

چنانچہ رام کے مذکورہ بالا اصول نجات کی بنا پر پیروان زرشست میں مردہ  
لاش کو بجائے دفن کرنے یا جلانے کے کسی خاص جگہ پر رکھ کر کوٹون سے پونجائی کی رسم  
جاری ہے لیکن مردہ لاش کو اس طرح پونجانے سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ  
اسکے لئے جسم میں جان اور حواس کا ہونا لازمی ہے۔ اسی لئے باقی مذہب نے  
چند کریا کریم ایسے مقرر کئے ہیں کہ جن سے کوٹون کے توچے وقت لاش  
میں جان آجائے۔ اور مرنے والا نجات حاصل کرے۔

نوخک سدگرو اور کوٹے میں پوری مناسبت ہے اسلئے میں سدگرو کو  
نوا کہتا ہوں۔ اب میں تمہیں ایک نفاہری مثال سے بتاتا ہوں کہ آدمی کی  
جان مرنے کے بعد اچھے اور بُرے اعمال و خواہشات کو ساتھ لئے ہوئے جسم  
کس طرح الگ ہو جاتی ہے۔

مثلاً سونے کا بھراؤ زیور۔ اس زیور کے بنانے کا یہ قاعدہ ہے کہ سونے  
کے پترے کو زیور کی وضع پر کاٹ کر لاکھ کی ٹکیہ پر چپکایا جاتا ہے اور پھر حنشاہ  
پر پہول پتیاں کہو دلی جاتی ہیں۔ جب یہ زیور تیار ہو جاتا ہے تو یہ لاکھ بدستور  
اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ حالانکہ لاکھ سونے پر نقش و نگار بنانے کیلئے ایک  
ذریعہ مانی جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت نقش کو قائم رکھنے والی چیز ہے۔ اب  
جو وقت یہ زیور ایک عرصے تک استعمال ہونے کے بعد گیس جاتا ہے تو اسکو توڑ  
دیا جاتا ہے۔ اور لاکھ کو کرید کر نکال لیا جاتا ہے اور سونے کے پترے کو اس

علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ مگر سونے پر جو نقش و نگار ہوتے ہیں وہ قائم رہتے ہیں اور لاکھ پر نہیں رہتے جو ہرادہ بنجاتی ہے اور بیکار سمجھ کر ہینٹیکہ می جاتی ہے اب ان سونے کے زیورات کے نام چیز مختلف قسم کے نقش و نگار ہوتے ہیں اصل صورت مٹ جانے کی وجہ سے گم ہو جانے میں اور صرف اصل چیز سونا ہی سونا باقی رہ جاتا ہے۔

پس روح (سونا) نے جسم (لاکھ) کو قبول کیا ہے اور اسکو ذریعے سے روح (سونے کے پترے) پر مختلف سنکار (نقش و نگار) کئے جاتے ہیں۔ اور جب موت آتی ہے تو جسم الگ پڑا رہتا ہے۔ اور روح (سونا) اپنے سنکار (نقش و نگار) کے ساتھ الگ ہو جاتی ہے۔ اب یہ اچھے یا بُرے سنکار روح کے ساتھ ہوتے ہیں جسم سے انکو کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ان سنکار کی وجہ سے روح کو دل میں۔ یا پران کہا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ سنکار الگ کر لئے جاتے ہیں تو صرف خالص روح (آتما) رہ جاتی ہے۔

## گہرے نکتہ صاحب کا درس

ایک مرتبہ ایک پنجابی عورت ہمارے کسٹومرز کو ہنگی چال میں آئی مگر ہمارے اس کے آئیے پیشہ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور مغرب کی جانب قریباً آدھا میل کے فاصلے پر ایک غلیظ جگہ میں جا بیٹھے۔ یہ عورت ہم پر پتہ لگاتے لگاتے

یہاں آپہنچی۔ مہاراج کا نورانی اور پر جلال چہرہ دیکھ کر قد موچر گر پڑی اور  
 پہر اٹھ کر انگلیک ہوئی اور کہا کہ آج مجھے خدا کا دیدار ہوا۔ مہاراج نے فرمایا کہ میں  
 تیرے لئے ایک اجنبی شخص ہوں۔ تجھے میرا سناٹ کرنا اور غیر محرم سے شرمنا  
 چاہئے۔ میں کوئی ولی یا اوتار نہیں ہوں میں تو ایک دیوانہ آدمی ہوں۔ اُس  
 عورت نے کہا کہ میں خوب جانتی ہوں کہ آپ کون ہیں۔ مجھے اپنے خدا کے آگے  
 شرمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ مہاراج نے فرمایا کہ میں اندھا ہوں۔ عورت نے  
 کہا کہ ہم سب اندھے ہیں اور ہماری آنکھوں میں بصارت دینا آپ کا کام ہے  
 مہاراج نے فرمایا کہ اگر تو اندھی ہے تو مجھے کیونکر ڈھونڈ نکالا۔ حالانکہ میں  
 تیری محبت اور عقیدت کو نہ دیکھ سکا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ میں اندھا ہوں  
 نہ کہ تو۔ لہذا تو مجھ پر رحم کی نظر کر تاکہ میں تیری محبت کو دیکھ سکوں۔ خدا ہمارے  
 جیسے اندھوں کو اپنے سچے عاشقوں کے طفیل میں بینائی بخشتا ہے۔ عورت نے  
 کہا مہاراج میں تو آپ کی لونڈی اور خدمت گزار خادمہ ہوں اور آپ کی  
 نظر عنایت کی منتظر ہوں۔ مہاراج نے فرمایا کہ اچھا اگر تو میری سچی خدمت گزار  
 ہے اور میرا حکم ماننے کیلئے تیار ہے تو اپنے گھر چلا اور لالہ ہری۔ کالی اور پیلی  
 مرچوں کو باریک پیکر لا اور میری آنکھوں میں بہر دے۔ شاید اس سے میری  
 بینائی درست ہو جائے۔ عورت یہ حکم شکر سخت پریشان ہوئی حکم مانے تو مشکل  
 نہ مانے تو مشکل۔ بہر حال مرچیں پیکر لائی اور کہا مہاراج پیلی مرچیں نہیں ملین



یہ نین قسم کی مرچیں حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری آنکھوں میں بہرہ ہے۔ عورت نے ہزار منت سماجت کی کہ اس حکم کی تعمیل نہ کرائی جائے لیکن آپ نے نہ مانا اور فرمایا کہ اگر تجھے بچہ پر عقائد ہے تو جیسا میں کہوں ویسا کر۔ مجبوراً عورت نے مرچیں جہاراج کی آنکھوں میں بہرہ دیں۔ جہاراج نے آنکھیں بند کر لیں اور آنکھوں سے پانی جاری ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ تیری آنکھوں سے میری محبت میں آنسو بہہ رہے تھے اس کے جواب میں کیا مجھے آنسو بہانا لازم نہیں ہے؟ اتنے میں اس عورت کے ساتھی ہی یہاں آ پہنچے۔ اور جہاراج کی حالت دیکھ کر اس عورت پر لعنت ملامت کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اسکو کچھ نہ کہو یہ میری سچی خدمت گزار ہے اور مجھے سد پرورش سمجھتی ہے اور اسی لئے اس نے میرے حکم کی پوری تعمیل کی۔ اگر میں واقعی سد پرورش ہوں تو اس کو حق میں بہتری کرونگا۔ اور اگر میں کچھ نہیں ہوں تو اس کا اعتقاد اس کا دلی منشا پورا کرے گا۔ اس کے متعلق بہرہ آپ نے ایک قصہ ان لوگوں کو سنایا۔

## حکیم کا قصہ

کسی گاؤں میں ایک شخص بیمار پڑا۔ بہتر علاج کیا مگر آرام نہ ہوا۔ کسی نے کہا کہ ایسی سخت بیماری بغیر حکیم کے علاج کے اچھی نہیں ہونگی۔ فوراً کسی حکیم کو بلاؤ ورنہ یہ بیمار مر جائیگا۔ بیمار نے جوستا تو حکیم کو بلوانے کیلئے گہروالوں سے کہا۔ مگر

گاؤں میں حکیم کہاں آخر گہر والوں میں سے ایک نے کہا کہ گہرا نہیں میں حکیم کو لاتا  
 ہوں یہ کہہ کر یہ گہر سے نکلا اور ایک مندر میں آکر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک غیب  
 برہمن مسافر مندر میں آکر اُترا۔ اُس آدمی نے اس برہمن کو سلام کیا اور کہا  
 آقا ہ! حکیم صاحب مزاج مبارک۔ عرصے کے بعد ملاقات ہوئی۔ برہمن چچا  
 ہٹا بٹا ہو کر دیکھنے لگا کہ اس آدمی کو کیا ہو گیا نہ جان نہ پہچان نہ میں حکیم  
 نہ حکمت کے نام سے واقف۔ گہرا کر کہا کہ بھائی تم کس کے دھوکے میں مجھے حکیم  
 سمجھ رہے ہو۔ میں تو ایک غریب بہکاری برہمن ہوں۔ اُس آدمی نے کہا کہ  
 واہ آپ چہا پتے کیوں ہیں میں آپ کو اچھی طرح جانتا ہوں بلکہ آپ کے زیر  
 علاج رہ کر گویا زندگی دوبارہ حاصل کی ہے۔ اتنے میں کچھ اور لوگ آگئے اور  
 اس آدمی نے ان لوگوں سے بھی کہا کہ یہ بڑے بہاری نامی گرامی حکیم ہیں  
 اور سینکڑوں جان بلب مریضوں کو جان بخش چکے ہیں اور لوگ انکو سب سے  
 کہتے ہیں لیکن اسوقت یہ اپنے آپ کو چہا پتے اور بہکاری برہمن بنے جا رہے  
 ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اہل کمال کا یہ ہی خاصہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو  
 ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے چنانچہ یہ لوگ بھی پہنچے اور قدم بوس ہو کر ادب سے  
 بیٹھ گئے۔ غرض کہ دو تین دن میں تمام گاؤں میں شہرہ ہو گیا کہ مندر میں بڑا  
 بہاری حکیم اُترا ہے۔ اب بیمار آنے شروع ہوئے۔ اور برہمن نے یہ سوجھ کر کہ  
 خدا نے گہر بیٹھے روزی پہنچانے کی ترکیب نکالی ہے۔ آئیں بائیں شائیں دو

بتانا شروع کر دین۔ اُس آدمی نے اپنے بیمار کو بھی خبر کی کہ تیری قسمت سے ایک بڑا نامی گرامی حکیم گاؤن میں آیا ہے۔ بیمار سے بیمار ایک ہی نسخہ میں اچھا ہوتا ہے مگر بڑی خرابی کی بات ہے کہ وہ علاج بہت ہی کم کرتے ہیں جسکی قسمت میں اچھا ہونا لکھا ہوتا ہے اسیکو وہ دوا دیتے ہیں ورنہ کہہ دیتے ہیں کہ میں اسکا علاج نہیں کرتا۔ بیمار نے کہا جب ایسا رشتہ خیر حکیم ہے تو کسی صورت سے اسکو یہاں لاؤ۔ چنانچہ حکیم صاحب بلائے گئے۔ مریض کو دیکھا تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ انکو تو بہت چھوٹی بیماری ہے ایک ہی دوا سے اچھے ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر حکیم صاحب نے چولہے کی راکھ جو وہ تمام بیمار و نکو دے رہے تھے پڑیا میں بنی ہوئی مریض کو دی اور کہا کہ اسکو میرے سامنے ہی پی لو اسکو آدھے گھنٹے کے بعد تم کو بہوک لگیگی اور رات کو نیند بھی آئیگی۔ کل صبح پہر دوا دوں گا اور اس تم بالکل تندرست ہو جاؤ گے اور چلنے پہرنے لگو گے۔ چنانچہ مریض نے اسوقت وہ راکھ پانی میں ملا کر پی لی اور دو پہر کو حکیم کے کہنے کے موافق بہوک لگی تو کہا نا کہا یا اور رات کو نیند بھی آئی۔ اب جو صبح حکیم صاحب آئے تو بیمار کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ واقعی آپ سچ زبان میں حکیم صاحب نے پہر وہی خاک و ہول اُٹھا پلا دی اور بیمار اچھا ہو کر چلنے پہرنے لگا۔ یہ قصہ سنا کر مہاراج نے فرمایا کہ دیکھو یہ مریض محض اپنے سچے اعتقاد کی وجہ سے اچھا ہوا یعنی یہ کہ میں حکیم کے علاج ہی سے اچھا ہو سکتا ہوں۔ حالانکہ حکیم صاحب نے

خاک کے سوا اور کچھ ہی نہیں دیا۔

اسکے بعد لوگوں نے آپ کی آنکھیں ٹھنڈے پانی سے دھوئیں اور  
جہازِ مغرب کے وقت اپنی قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ شب کو جب  
معمول عورتیں کہاں بایکڑائیں۔ لکشمی بائی نے پوچھا کہ یہ آنکھوں کو آج ہی آج  
میں کیا ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنا پہلا زمانہ یاد آیا تھا اس پر خوب رویا  
ہوں اسلئے آنکھیں سون گئیں اور اب مجھے نیند آ رہی ہے چنانچہ سب سے گ  
بھست ہو گئے اور جہازِ لیٹ گئے۔

مذکورہ پنجابن اب ہر روز جہازِ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتی اور  
بچے ساتھ اپنی ہمسایہ لڑکی کو بھی لاتی اور گھنٹوں بیٹھ کر آپ کے پسند و نضاح  
سے فیض حاصل کرتی۔ چند روز کے بعد اس نے گرنٹھ صاحب جہازِ کی  
آگے لا کر رکھ دیا اور کہا کہ میں نانک شاہی سکھ ہوں مجھے اس کا سبق دیا جائے  
آپ نے اسکو پڑھنے کا حکم دیا اور گرنٹھ صاحب کے بعض نکات جو اس عورت  
کی سمجھ میں نہ آتے آپ سمجھایا کرتے۔

اس عرصے میں ایک اور واقعہ پیش آیا جو قابل تذکرہ ہے۔ ”ہندو سب“

میں ہر سال چیت کے مہینے میں ”چیت ہند گنگو کا تہوار آتا ہے۔ ان ایام  
میں ہندو عورتیں اپنے اپنے گھروں میں گوری دیوی بٹھاتی ہیں۔ اور

عورتیں باری باری ایک دوسرے کے گہر جاتی ہیں۔ جہاں حسب دستور گہروالی عورتیں جہاں عورتوں میں۔ ہلدی۔ گلال اور بتاشے وغیرہ تقسیم کرتی ہیں۔ اور چونکہ ہندوستان کی عورتیں اپنے شوہروں کا نام لیتے ہوئے شرماتی ہیں اسلئے اس موقع پر ان عورتوں سے انکے شوہروں کا نام پوچھا جاتا ہے اور انکو رسم کیونتی شرمیلی ادا سے نام لینا پڑتا ہے۔ مہاراج کے پاس آئینوالی معتقد عورتوں نے مہاراج سے اجازت لیکر انہیں گوری دیوی بنایا۔ اور برہمن اور دوسری قوم کی ہندو عورتیں بہنگی چال میں جمع ہوئیں۔ ان میں سے کچھ تو میزبان بنیں اور کچھ جہاں اور ہلڈ کنکو کی رسم ادا کی گئی۔ شہر کی قریباً تمام عورتیں اس وقت جمع ہوئی تھیں۔ اور ہر ایک اپنے ساتھ رسم کی ادائیگی کے لئے ضروری سامان لائی تھی۔ اور ان تمام چیزوں کا ڈھیر مہاراج کے آگے لگ گیا۔ ساری چولیاں بھی کثیر تعداد میں چڑھائی گئیں۔ چونکہ مہاراج اس وقت گوری دیوی بنے ہوئے تھے۔ ادائیگی رسم کے وقت مسکراتے اور مزے مزے کی باتیں کرتے رہے۔ بہنگی چال کا منظر اس وقت دیکھنے کے قابل تھا۔ عورتوں نے اپنے شوہروں کو بھی اس رسم میں شریک ہونے کیلئے آمادہ کر لیا تھا اس لئے مردوں نے بھی نہایت جوش سے اس میں حصہ لیا۔ آخر میں جس قدر نذرانہ اور چڑھاوا تھا سب بہنگیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور کپڑے پورے کیلئے یہ دن جس میں برہمنوں اور دیگر قوموں نے بہنگی چال میں اپنی پوجا کی رسومات ادا کیں یا دوکار رہ گیا۔

ایک دن ایک بھنگی کی لڑکی کہیں سے کہا نامانگ کر لائی اور کہانے لگی  
 مہاراج نے دیکھ کر اس سے کہا کہ مجھے ہی تھوڑا سا دے۔ لڑکی نے دینے میں  
 مل گیا آپ نے پہر گڑ گڑا کر مانگا۔ دیکھا تو وہ کہانا کئی دن کا سٹرا ہوا تھا  
 تو آپ نے بلا تکلف اسکو کھا لیا۔ اسکو بعد سے آپ نے کبھی کبھی بھنگیوں سے  
 مانگ کر کہانا کھانا شروع کیا۔ بلکہ یہاں تک کہ ان کا چبا یا ہوا تاریل کا پوک  
 ہی کھا لیا کرتے۔ آپ کی یہ بوش اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہاراج  
 اس وقت پوری اذیت اوستھا میں تھے یعنی حالت ہمہ دوست میں ڈوبے  
 نہ تھے۔

## بھنگی چال میں بھنگی کا بھنڈارا

ناظرین کو یاد ہو گا کہ جس وقت مہاراج بھنگی چال میں رہنے آئے اس وقت  
 رام بہاؤ اسٹی نامی کی بیوی سیتا بائی نے مہاراج سے کہا تھا کہ میں سولہ سو مو  
 لہ آتا اسجک کرونگی۔ اسلئے اس نے ایک پیر کو اپنے شوہر کی اجازت لیکر بھنگی  
 چال میں بھنڈارا کیا۔ یہ تھوار شکر کے نام سے کیا جاتا ہے جسکی مورتی کے سامنے  
 سام کے وقت نوید کا کہنا کر کہا جاتا ہے اور اسکو بعد لوگوں کو کھلایا جاتا ہے۔  
 سیتا بائی مہاراج کو شکر کا اوتار سمجھتی اور مانتی تھی اسلئے اس نے یہ بھنڈارا  
 مہاراج اگرچہ خود بھنگیوں میں رہا کرتے اور ان میں گھلے بے رہتے تھے

لیکن کسی دوسرے شخص کو انکے پاس نہ جانے دیتے تھے نہ بھنگی ہی اپنی طرف سے کسی قسم کی بدعنوانی ہونے دیتے تھے۔

جب بہنڈارے کی تمام تیاریاں ہو چکیں اور شام کو سیتا بائی جہاراج کے سامنے آئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو مذاقاً کہا تھا کہ یہاں سولہ سو موٹر وانا کیا جائے تو نے اسکی تیاری ہی کر دی۔ سیتا بائی نے کہا کہ میں آپ کو شکر کا اوتا سمجھتی ہوں اسلئے میری آرزو ہے کہ میں آپ کے سامنے بہنڈارا کروں۔ جہاراج نے فرمایا کہ اس میں تو پہلے برہمنوں کو کھانا دیا جاتا ہے اور میرے برہمن ٹہیرے یہ بھنگی۔ اسلئے تمہارے برہمن یہاں کیونکر آئیں گے؟ سیتا بائی اور دیگر حاضرین نے کہا کہ آپ خود تریلوک برہمن بلکہ خود شکرین جکے لئے یہ بہنڈارا کیا گیا ہے۔ ہمیں دوسرے برہمنوں سے کیا غرض آئیں یا نہ آئیں۔ ہاں جب شکر حاضر نہ ہو تو برہمنوں کی ضرورت ہے۔ جہاراج نے یہ شکر فرمایا کہ اچھا اگر یہ بہنڈارا میرے لئے کیا ہے تو پہلے میں اپنے برہمنوں کو (یعنی بھنگیوں کو) کھانا کھلاؤں گا۔ رہنے کہا آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں چنانچہ مغرب کے وقت سینکڑوں آدمی یہاں جمع ہو گئے۔ اور آپ کی پوجا بڑے زور شور سے کی گئی۔ لوگوں کے اس جوش عقیدت کو دیکھ کر کہ بھنگیوں کی بستی میں بھی اپنے مذہب کے خلاف میرے ساتھ ہیں جہاراج کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پوجا کے بعد پہلے بھنگیوں میں کھانا تقسیم ہوا اور پھر دوسرے

وگون یعنی بنگالی۔ مدراسی۔ تملی اور برہمنوں نے اسے جگہ کہا نا کہا یا۔ ایسا واقعہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔ یہ سدگر وہی کاکام ہے۔ جو اپنی روحانی قوت سے چور کو ولی اور ہنگی کو برہمن بنا سکتا ہے۔ اس کے متعلق مہاراج نے ایک قصہ بیان کیا تھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

## دو طالب حق

ایک مرتبہ دو شخص تلاش خدا میں اپنے اپنے شہروں سے نکلے تھے۔ ایک ایسے دوراہے پر انکا ملاپ ہو گیا جہاں سے کسی سدگر کی قیادت راستہ تھا۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کے حال سے واقف ہو کر بہت خوش ہوئے اور دونوں ملکر سدگر کو کینڈمنت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنا مطلب سنایا۔ سدگر نے کہا جو سیندہ یا بندہ اگر طلب صادق ہے تو ضرور خدا ملیگا۔ یہ کہہ کر اس بزرگ نے اپنی بیوی سے چنے کے دو دانے منگوائے اور ایک ایک دانہ دیکر کہا یہ لو اور بارہ برس بعد پہر آکر مجھے ملو۔ تمہارا مقصد پورا ہو جائیگا۔ دونوں واپس لوٹے۔ ایک نے بلا ہوا چنے کا دانہ بزرگ سمجھ کر کہا یا اور ایک نے گہرے لچا کر زمین میں بویا۔ جس سے سو چنے پیدا ہوئے۔ اس نے ان میں سے ایک چنار شدہ کے نام کا ٹکڑا لگا کر کہہ دیا اور باقی ۹۹ چنے پہرہ دئے۔ غرض کہ ایسا ہی کرتے کرتے یہ شخص بارہ



برس میں امیر کبیر بنگیا اور اختتام مدت پر ہزاروں روپے کی سوغات بلکہ  
 پیر کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اُسی دوراہے پر پہر ان دونوں کی ملاقات  
 ہو گئی۔ بزرگ کچھ مدت میں حاضر ہوئے۔ سد گرو نے پوچھا کہ تم دونوں  
 میرے وٹے ہوئے تبرک کو کیا کیا۔ ایک نے کہا کہ میں نے اسکو تبرک سمجھ کر کہا یا  
 دوسرے نے کہا۔ میں نے آپ کا نام لیکر اسکو بودیا اور اسکو ذریعے بارہ برس  
 میں لاکھوں روپیہ ہو گیا۔ اسی کی یہ سوغات حضور کے لئے لایا ہوں۔ بزرگ  
 نے کہا شاہباش تو نے میرے چڑ کو سونا بنایا۔ دوسرے کو کہا کہ تو نے اسکو گوبنا دیا۔ اس نے  
 تو اس قابل نہیں ہے کہ معرفت الہی تجھے چل ہو اور یہ امانت تیرے سپرد کیجئے  
 لہذا تو اپنی راہ لے۔ اور دوسرے کو کہا کہ تو میرے پاس رہ یہ باطنی دولت  
 بھی تو ہی سنبھال سکیگا۔ یہ سنکر اس بزرگ کی بیوی نے کہا کہ ہمارا ج آپ کے  
 لئے تو فضا اور سونا و دونوں برابر ہیں پھر اس تفریق سے کیا فائدہ اور اس  
 غیب کو کیون محروم رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ بیوی کی سفارش پر سد گرو نے  
 اسکو بھی اپنے پاس رکھا۔ پہلے تو دونوں کو حسب استعداد اسرار حقیقت کی تعلیم  
 اور پھر دونوں کو ایک ہی نظر میں کامل بنا کے ایک کر دیا۔

---

ہمارا ج جس کمرے میں ٹھہرے تھے اسکو کوڑنہ تھے۔ لوگوں نے ہوا  
 اور بارش کی بو چھاڑ سے بچاؤ کیلئے آپ کی غیر حاضری میں ٹٹی لگا دی جب

آپ واپس تشریف لائے تو بہت خفا ہوئے اور کہا کہ کیا تم لوگ مجھ پر مین کو  
میشہ کیلئے ہنگی کے مکان میں رکھنا چاہتے ہو۔

ہنگی چال میں آئے ہوئے تیسری جمعرات تھی کہ ہمارا راج کو غسل دیتے  
ہوئے کہا سینس کی بیوی نے ہنگی کو کہو کہ ہندائیسی اجازت آپ سے طلب کی  
آپ نے فرمایا کہ یہ تو بڑا بیڈھب کام ہے تمہارا مذہب اسکی کب اجازت  
دیتا ہے؟ ہندو مذہب کے مطابق اگر تم انکو چھوؤ تو تمہارے غسل واجب ہوگا حکم  
بہر تم اپنے گھر میں داخل نہیں ہو سکتیں۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ کے سامنے  
ہم جو کچھ بھی کریں ہمیں یقین ہے کہ وہ جائز ہوگا۔ مذہب خدا تک پہنچنے کا  
ایک طریقہ ہے۔ اور چونکہ آپ ایٹوراوتار میں آپ کی اجازت سے ہم جو کچھ  
رینگے وہ عین مذہب ہوگا۔ ہم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہیں یہ ہنگی کے  
بچے بہت میلے رہتے ہیں اور مہینوں میں ایک آدھ دفعہ نہاتے ہیں۔ انکو  
ہلانا گویا خدا کی سیوا کرنا ہے۔ آپ نے ہنگیوں میں رہ کر ہمارے لئے مثال  
فایم کر دی ہے اور ہمیں تعلیم دی ہے کہ خدائے برتر و اعلیٰ کی خدمت کرنا  
وہ کمترین بندوکی سیوا کرنا ہے۔ آپ نے ہم سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ خدا عز  
و جلیوں کا والی ہے اور انکی خدمت کرنا خدا کو بہت پسند ہے۔ اسلئے آپ  
جائز دین تو ہمارے لئے موجب ثواب ہوگا۔ ہمارا راج نے فرمایا کہ تم

جو کچھ کہہ رہی ہو بجا اور درست ہے۔ خدا ضرور تمہارے اس کام سے خوش ہوگا۔ لیکن مجھے اس لئے تامل ہے کہ دنیا وار تمہیں منہ نیگے اور نام و ہر نیگے۔ لیکن اگر خداتم سے یہ سبوا کرنا چاہتا ہے جو اسکی سچی خدمت ہے تو میں ضرور تم سے دان رکھوں گی سبوا کر انونگا۔ اور اسکو بدلے تمہیں دولت معرفت سے مالا مال کر دوں گا۔ سینکر لکشمی بائی اور دوسری عورتوں نے کہا کہ ہم کوئی بدلا اس کا نہیں چاہتے ہم یہ سبوا خدا کی اور آپ کی محبت کی خاطر کریں گے۔

غرض چوتھی جمعرات کو ران تمام عورتوں نے ملکر ۱۲ برس سے کم عمر کے بہنگی اور مہار پچون کو نہلایا۔ اور ذرا ہی کراہت نہ آنے دی۔ اس دن سے مہاراج نے اپنا نہلانا بند کرا دیا۔ اور ران پچونکو نہلانے کی رسم جاری ہو گئی۔ اور اس میں رفتہ رفتہ اسقدر ترقی ہوئی کہ مہاراج کی کپڑ گپور سے روانگی کیوقت ران پچونکی تعداد دوسو تک پہنچ گئی۔

اب مہاراج نے مہینے میں ایک بار سر اور واڑھی منڈوانا شرح کیا جسکے بعد آپکو نہلایا جاتا۔ اسوقت نوید کا کہنا قریباً ۲ عورتیں لایا کرتی ہیں چونکہ مہاراج دنکو کہی کہنا نہیں کہتے تھے اسلئے آپ نے یہ کہنا بہنگیوں میں تقسیم کر نیکا انتظام کیا کہ باری باری ہر ایک کو ملا کرے۔

دسمبر کے مہینے میں جبکہ بہان شدت کی سردی پڑتی ہے آپ اسی ٹھاٹ میں پڑے رہتے جو چٹا سوامی کے گھر سے ساتھ لائے تھے۔ اسوقت چٹا سوامی

نے ملائم قسم کا ایک ٹاٹ جہاز کو نذر کیا لیکن آپ نے واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ میرے لئے سردی گرمی برسات سب برابر ہیں۔

ایک دن اچانک بارش ہوئی۔ جہاز کے کمرے کا چھپرہ سیدہ تہا جس سے کمرے میں ٹخنے برابر پانی بہہ گیا۔ مگر جہاز اُسی میں بیٹھے رہے۔ لوگ دیکھتے ہوئے آئے اور پانی کمرے سے نکالنے لگے تو آپ نے انہیں منع کر دیا۔ نتیجہً انہوں نے اور لوگوں کو ساتھ لیکر چھپرہ درست کیا۔ جب پانی برسنا بند ہوا تو جہاز نے میرا بانی کی مدد سے تمام پانی کمرے سے باہر بہنے لگا۔ چار پائی کا بند و بست کرنا چاہا تو اس سے بھی آپ نے انکار کر دیا۔ آخر شش لوگوں نے آپ کے لئے میدان میں ایک نیا چھپرہ باندھنے کا انتظام کیا اور تمام ضروری سامان وہاں لٹا ڈالا۔ بڑی ہی کام کرنے لگے۔ جہاز نے باہر آکر دیکھا تو انکو منع کر دیا کہ خبردار جو چھپرہ بنایا۔ ہزار بار منت سماجت کی مگر آپ نے نہ مانا آخر کام بند ہو گیا اور لکڑیاں وہیں بڑی رہیں۔ کڑیوں کو دیکھ کر ہنگامی ٹرکیوں نے جہاز سے کہا کہ ہمارے لئے جھولا بنو دو۔ چنانچہ جھولا بنایا گیا۔ یہ لڑکیاں اس میں جھولا کرتی ہیں بلکہ برہمن عورتیں ہی جھولتیں اور خود جہاز ہی کسی کسی جھولا کرتی

جہاز ہمیشہ اپنی تقریر میں خوبصورتی خدمت پر زور دیکر فرماتے کہ ان لوگوں کی خدمت سدگرہ کی خدمت کے برابر ہے۔ اور یہ کہ خوب ہو یہ خدا کی

خاص مہربانی ہے۔ چونکہ ہمارا ج خود غریبوں کی خدمت کیا کرتے تھے اسلئے آپ کی نصیحت کبھی خالی نہیں جاتی تھی اور اسکا نتیجہ تھا کہ معتقدین نے ہینگلیون کو بھی بہنڈا دینا شروع کیا۔ اور ہفتہ میں پانچ بار دیا جانے لگا۔ کہا نا تقسیم کرنے وقت ہمارا ج اکثر یہ جملہ آہستہ آہستہ کہا کرتے۔

نہم پر کاشن سڑو سیہ یوگ مایا سٹاؤز تھا

اس جملے کو بھاگوہار نی نے بھی حفظ کر لیا تھا۔ چنانچہ ایک روز اس نے ہمارے سے پوچھا کہ اس جملے کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا ہے؟ کہا کہ آپ کی زبانی سُن سُن کر میں حفظ کر لیا۔ ہمارا ج نے فرمایا کہ تو ہمیشہ کا ور دیکھا کر اس سے تیرا بہلا ہوگا۔ بہنڈا را تقسیم کرتے ہوئے آپ یہ جملہ بھی کہہ فرمایا کرتے: ”اہم ہی سڑو یا دونا نام لوگتاج پڑ بہو کلھیج“

نٹاس (لونڈ کا جہینہ) اور اسکو بعد کے جہینے میں ماما گارڈ نے دو تین بہنڈا رے آپ کے نام سے کئے۔ ایک مرتبہ اسٹن و ہونڈا بہنڈا کر لیا جس میں حسبِ دستور کسی ایک چیز کے ۳۳ عدد برہمنوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اسکی بیوی مای بائی نے ۳۳ عدد ناریل اور پوجا پاٹ کا سامان لاکر ہمارا ج کے آگے رکھا۔ پھر اس نے کرن پہول وغیرہ چند زیورات ہمارا ج کی نذر کئے ہمارا ج نے فرمایا کہ یہ تو لے جا۔ مای نے کہا جو چیز آپ کی ہو چکی اب اسکو واپس کیوں نہ کروں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو ہینگلیون کو دیدونگا۔ اور یہ کہہ کر تمام

ذیارات مامی بائی کی بہو کے حوالے کئے اور ناریل و غیرہ ہنگیوں میں تقسیم کئے  
 ہوڑی دیر کے بعد آپ نے وہ زیور اور ایک ساڑھی بہاگو جہارنی کو مامی  
 بائی کے ہاتھوں دلوادئے

چند روز بعد جہاراج نے عیسائی بستی میں جانا اور اُن کے گہروں کے  
 آگے کا کوڑا کرکٹ اور گندی نالیان صاف کرنا شروع کیا۔ اکثر عیسائی آپ کی  
 خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ جب بستی میں جاتے تو یہ لوگ بیٹھنے کیلئے آپ کے  
 سامنے کرسی پھراتے مگر آپ زمین پر ہی بیٹھا کرتے۔ کبھی انکی ٹوپی اپنے سر پہ  
 لہک فرماتے کہ اب میں صاحب ہنگیا۔ کبھی فرماتے اب میں میم صاحب ہوں۔  
 بعض لوگ ان حرکات کا مذاق اُڑاتے اور بعض بزرگ سمجھ کر ادب سے کہتے  
 آپ کی باتیں سنا کرتے۔

ایک مرتبہ دو معتقد عیسائی آپکو ٹینس گراؤنڈ میں کہیل دیکھنے لگے  
 آپ زمین پر بیٹھے کہیل دیکھ رہے تھے کہ چند بد معاش لڑکوں نے آپ کے  
 گلے میں پرانی جوتیوں کا ہار ڈال دیا اور مذاق اُڑانے لگے۔ جہاراج نے اسکا  
 خیال بھی نہ کیا اور بے تکلف بیٹھ رہے۔ جب اُن دونوں نے دیکھا تو دوڑے  
 ہوئے آئے اور لڑکوں کو دھمکایا اور معذرت کے ساتھ یہ ہار گلے سے نکالنے  
 لگے آپ نے فرمایا رہتے دو کیا حرج ہے۔ چنانچہ بڑی مشکل سے آپ نے یہ ہار  
 نکالنے دیا۔ اس پر ہی آپ عیسائی بستی میں جا کر گندی نالیان صاف کرتے

رہے۔ رفتہ رفتہ عیسائی بستی بھی آپ کی تعظیم کرنے لگی۔

ایک مرتبہ عیسائیوں نے اپنے باغ کے پھولوں کا تار بنایا اور لاہور  
مہاراج کو پہنایا۔ مہاراج نے ہار کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا اچھا جو توں کا ہار ہے  
اور گلے سے نکالنے لگے۔ مگر ان لوگوں نے آپ کو مجبور کیا کہ ہار پہنے رہیں۔  
پہلے موقع پر جو تیونکے ہار کو آپ گلے میں رکھنا چاہتے اور لوگ نکالنا۔ اور  
دوسرے موقع پر ہار کے ہار کو آپ تار نے پر آمادہ اور لوگ پہنے رہے۔  
مصر۔ آخر پانچ منٹ بعد آپ نے ہار اتارا اور قریب کھڑی ہوئی ایک میم  
کے گلے میں ڈال دیا۔ پھر ان لوگوں نے پیسے اور کہانا پیش کیا۔ مگر آپ نے  
لینے سے انکار کیا۔ اکثر عیسائی آپ کو اپنے گہرے دل میں بیجا ستے اور آپ بچوں کی طرح  
ان کے سامان کو دیکھ دیکھ کر تعجب کیا کرتے اور ان کے استعمال کا طریقہ پوچھا کرتے  
آپ نے اپنی خودی کو استدر مٹایا تھا کہ کسی شے سے آپ کو تنفر نہیں تھا  
چنانچہ آپ ہڈی چسنے والوں کے ساتھ ہڈیاں چنا کرتے اور انکو ہڈیوں کی بھار  
میں بجا کر ڈال دیا کرتے۔ کہی آپ ہڈیوں کے ڈیسر پر گھنٹوں بیٹھے رہا کرتے  
حالانکہ ان ہڈیوں میں ایسی تھن ہوتی کہ اسکو کام کرنے والے ہی اسکو بروا  
نہیں کر سکتے تھے۔

ایک دن آپ جذب کی حالت میں شہر سے باہر ایک مسجد کے  
میں جا گئے اور غراب کے پیچھے تنگ جگہ میں اکھنڈ جا رہی کی حالت میں

یہ پڑھ رہے۔ چند معتقدین جو آپ کا دشمن کئے بغیر کیا نہیں کہاتے تھے  
 ڈھونڈنے ڈھونڈتے یہاں آئے۔ خبر ملی کہ اندر میں مگر مسجد میں جانے کی جرات  
 نہ ہوئی کہڑے ہوئے انتظار کرتے تھے کہ آپ باہر تشریف لائے اور  
 نہایت ہی غصے سے کہا کہ تم لوگ مجھے یہاں ہی چن نہیں لینے دیتے۔ اگر تم  
 میرے پیرو ہی بننا چاہتے تو اس اعلیٰ ترین حالت تک جہاں میں ہوں  
 میرے ساتھ چلو۔ اس حالت میں میں تمہارے لئے تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں  
 ورنہ مجھے اس طرح ستانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر تم اخیر تک استقلال کیسے  
 میرا ساتھ دو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اچھا ہوگا۔ چنانچہ اسکو متعلق  
 اپنے ایک قصہ سنایا۔

## عزم و استقلال

کسی مقام پر ایک آدمی جرأت اور استقلال میں مشہور تھا لیکن اسکو ساتھ  
 ہی ساتھ کس قدر دیوانہ ہی تھا۔ بہرتے بہرتے جنگل میں پہنچا۔ یہاں چند آدمی  
 درخت میں جھولا ڈالے جھول رہے تھے جن میں ہر ایک آدمی پر پندرہ جھونپٹے  
 لٹا تھا۔ یہ ہی کھڑا تماشہ دیکھنے لگا جب سب آدمی جھول چکے تو اس نے وہ  
 جھولنا چاہا لیکن اُن لوگوں نے اسکو دیوانہ دیکھ کر اجازت نہ دی۔ بہتری خوشا  
 لی اگر کوئی نہ مانا۔ اسکو بڑا طیش آیا اور تھو قدم فاصلے پر ایک درخت پر  
 تھما اور ایک لمبی شاخ سے جو زمین کی طرف جھکی ہوئی تھی اپنی چوٹی باندھ



دی اور ٹلک کر زور زور سے جھونٹے بیٹے لگا۔ اُن لوگوں نے جو دیکھا کہ اتنی ادبچی شاخ سے یہ جھونٹے لے رہا ہے اسکی طرف دوڑے اور چلائے دے۔ بوقوف یہ کیا کر رہا ہے۔ ڈالی ٹوٹی اور گرنا تو پانی ہی نہیں مانگنے کا۔ خردوار جھوٹا مست ہے۔ مگر یہ شخص چونکہ اپنے ارادے کا پکا تھا۔ برابر جھوٹا رہا اور کہا کہ میں سچا ہوں۔ جھونٹے بیٹے کا چہہ کیا ہے جب تک یہ پورے نہ ہونگے میں نہیں اتارنے کا خواہ ڈالی ٹوٹے یا میری چوٹی اکھڑے اور میں گر کر مر ہی کیوں نہ جاؤں چنانچہ جب سچا جھونٹے پورے ہوئے تب وہ نیچے اُترا۔ درحقیقت راہ حق میں ہی ایسے ہی عزم و استقلال کی ضرورت ہے۔

یہ قصہ سنا کر آپ نے قدم اُٹھایا اور قیام گاہ کی طرف چلے لیکن راہ میں سرکاری پاخانے ملے اور آپ اسکی سوری کے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک عورت آئی (جو کسی دوسرے شہر سے آپکی قدیم سوسی حاصل کرنے آئی ہوتی) اور چول کا کہن (انگلیا) اور ناریل نذر کیا۔ اور کہا میں آپ کا حال سنا کر بہان آئی ہوں اور اسوقت میں ایسا سمجھ رہی ہوں کہ گویا مجھے آج خدا ملا ہے۔ جہاں آج عورت سے بڑی محبت اور شفقت سے پیش آئے اور باتیں کرتے رہے۔ پھر ایک فضلے کی نالی کا ڈھکنا اُٹھایا اور اس کا تدارانہ گومین ڈال دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ عورت رخصت ہوئی اور لکشمی بائی اور دوسری عورتیں آئیں اور عرض کیا کہ کہانے کا وقت ہو گیا ہے شریف بیٹے آپ نے فرمایا کہ

بہان ہی نے آؤ چنانچہ کہا نا آیا اور اسی نانی پر بیٹھے بیٹھے آپ نے تناول فرمایا اور اندھیرے میں آپ قیام گاہ کی طرف واپس ہوئے۔

بعض اوقات آپ شہر کی مشرقی سمت جہادیو کے ایک پرانے مندر میں جا کے گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ یہ مندر کچھ ایسے انداز پر بنایا گیا ہے کہ اندھائی کیلئے سوائے چاری کے اور کسی کی ہمت نہیں پڑتی۔ کیونکہ روشنی اس میں بالکل داخل نہیں ہوتی اور سیطرہ ہوا ہی کم جاتی ہے بجاری بھی پوجا کرتے ہی باہر چلا آتا ہے زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرتا۔

کبھی کبھی ہمارا ج بنگالی اور تلنگی طلباء کے ساتھ گیند بٹا اور گلی ڈنڈا کھیلا کرتے۔ اسی طرح بھنگی لڑکوں کے ساتھ گولیاں کھیلا کرتے۔

ایک مرتبہ ہمارا ج میدان میں تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ قریباً دو سو آدمیوں کا مجمع تھا۔ آپ نے فرمایا سب لوگ جلدی اپنے گھر چلے جائیں۔ زور کی بارش آ رہی ہے۔ سب نے کہا تو آپ بھی تشریف لیجیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو ننگا ہوں صرف ایک ٹکڑا ٹاٹ کا ہے۔ تم لوگ کپڑے پہنے ہوئے ہو وہ بھیگ جائیں گے اور تم کو سردی ستائیں گی سب نے کہا کوئی مضائقہ نہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اتنے میں بادل جو گہرا آئے تھے برسنا شروع ہوئے اور آدھے گھنٹہ تک برس کر اتر گئے۔ سب لوگ آپ کے ساتھ میدان میں بھیگ گئے۔ آدھے گھنٹے بعد بندھارے کا وقت بھی ہو گیا اور آپ لوگ

تشریف لے آئے۔

## مہاراج کا شیر

گرمیوں میں پہلی آٹھ ہال بچوں کے ساتھ ہمیشہ گھومتے باہر کھلی ہوئی  
 میں سویا کرتے تھے۔ مہاراج کی قیام گاہ کے قریب ہی پانی کی ٹانگی تھی رات کو  
 ہمیشہ ایک شیر اسٹانگی پر آیا کرتا۔ ایک مرتبہ وہ مہاراج کے کمرے میں گھس  
 گیا اور تھوڑی دیر بعد چلا گیا۔ اس طرح اب وہ ہر روز آنے لگا۔ ہینگیوں  
 نے دیکھا اور ارادہ کیا کہ اندر سویا کریں مگر پہرہ سوچا کہ یہ مہاراج کا شیر  
 ہے ہمیں ایذا نہیں پہنچائے گا۔ ایک شب یہ شیر مہاراج کے کمرے سے نکل کر ایک  
 بکری کا بچہ اٹھالیا گیا۔ سپر لوگ گھبرائے کہ آئندہ کہیں آدمیوں پر حملہ نہ  
 کرنے لگے۔ پہرہ وہی خیال کیا کہ ہرات مہاراج کے پاس بیٹھا کرتا ہے مہاراج  
 اوسکو ایسا نہیں کرنے دینگے۔ لیکن ایک دن رات کو وہ شیر چھ ماہ کی لڑکی کو  
 اوسکی ماں کی گود سے اٹھالیا گیا۔ عورت نے زور سے چیخ ماری اور چلائی ہوئی  
 مہاراج کے پاس آئی کہ آپ کا شیر میرا بچہ لیگیا۔ مہاراج نے فرمایا اوسکو  
 پکڑو اور مار ڈالو۔ اس وقت شیر نے بچے کو زمین پر ڈال دیا اور بہاگ گیا۔  
 بچہ بالکل سلامت تھا صرف دانت کا ذرا سا زخم آیا۔ دوسرے دن مہاراج  
 نے ہینگیوں سے کہا کہ اگر وہ شیر پہر نظر آئے تو اوسکو جان سے مار ڈالنا مگر  
 اس دن سے وہ شیر نظر نہ آیا۔

ایک مرتبہ سر منگو لکر نامی ایک مستقد نے مہاراج سے بہنڈا را کرنے اور  
 آپ کو غسل دینے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دیدی۔ اتفاقاً ونا یک  
 راؤ نے ہی بہنڈا را کر کے لئے اسی تاریخ کی اجازت لی۔ قاعدہ تھا کہ بہنڈا  
 کا کہنا مہاراج کے سامنے ہی پکایا جاتا تھا اور آپ بھی اکثر اس میں حصہ لیا  
 کرتے۔ منگو لکر نے خلاف دستور کہا نا گہر پر پکوا یا۔ تیار ہونے پر پہونکا  
 یک خوبصورت ہار اور پوجا پاٹ کا سامان لئے ہوئے مہاراج کی طرف آیا  
 مہاراج اس وقت باہر گئے ہوئے تھے۔ واپس آئے تو معلوم ہوا کہ راجہ صاحب ونا یک  
 راؤ کا بہنڈا را یہاں تیار ہوا ہے منگو لکر نے گہر پکوا یا ہے۔ یہ معلوم کر کے  
 آپ دور جا کر درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ شام تک اسی جگہ بیٹھے رہے کسی  
 جرأت نہ ہوئی کہ نزدیک جاسکے۔ قریب شام آپ دوسرے راستے سے  
 کوڑے کی کونڈی کے پاس آ بیٹھے۔ منگو لکر پوجا کا سامان اور پھول کا مار  
 نیلروپان پہنچا اور مہاراج کے سامنے رکھ دیا۔ مہاراج نے اٹھا کر سب چیزیں  
 زمین پر پھینک دیں اور مار اس کونڈے پر چڑھا دیا۔ منگو لکر نے چپکے سے  
 کچھ کہا تو آپ نے سینکڑوں صلواتیں سنائیں۔ پھر اس نے نہلانے کیلئے چوکی  
 سامنے رکھی تو فرمایا اسکو جلا دے۔ وہ کچھ رکا تو آپ نے فرمایا کہ چوکی میں ترا  
 دل اٹکا ہوا ہے اس لئے تو میرے کہنے پر عمل نہیں کرتا۔ اس پر بیچارے نے چوکی  
 کو جلا دیا۔ اسے مین ونا یک راؤ بھی پوجا پاٹ کا سامان لئے ہوئے حاضر ہوئے

اور حسب دستور پوجا کی۔ ہنڈا راتقیم کر نیکے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ میرا مزاج اس وقت درست نہیں ہے تم خود ہی کرو اگر ضد کرو گے تو مار کہاؤ گے یہ کہہ کر گئے اور ایک طرف ہوئے ونا ایک راؤ اور ان کا بہائی ساتھ ساتھ ہوئے جب مزاج درست ہوا تو آپ واپس آئے اور ہنڈا راتقیم فرمایا۔

ان ہی دنوں میں آپ کسی کسی فرمایا کرتے کہ ایک وقت آئیوا ہے کہ اس میدان میں ہر مذہب کے لوگ حتیٰ کہ پیر پین ہی جمع ہونگے۔ اس وقت میری کہڑ گہور کی میعاد قیام ختم ہو جائیگی اور مجھے یہاں سے جانا پڑیگا۔ اسپر لوگ دریافت کرتے کہ وہ وقت کب آئیوا ہے تو آپ فرماتے کل یا پرسون بلکن ایسی کئی کل پرسون گذر گئیں اور لوگ اس بات کو بہول گئے تب وہ وقت آیا جیسا کہ آگے چلکر ظاہر ہوگا۔

ایک مرتبہ راؤ صاحب ونا ایک راؤ کا بہائی جو شری الکلکوٹ سوامی کے چیلے کا معتقد تھا کہڑ گہور آیا۔ اور مہاراج کے درشن کو حاضر ہوا۔ مہاراج نے اسکو پہلے کہی نہ دیکھا تھا۔ اوہراوہر کی باتوں کے بعد آپ نے فرمایا اب جاؤ درشن ہو چکے۔ یہ سکر وہ بجائے جانے کے اور نزدیک جا بیٹھا۔ اسپر پھر حکم دیا کہ چلا جا مگر یہ بیٹھا رہا۔ آپ نے ایک چانٹا مارا اور کہا جا اب جا۔ یہ پہر ہی نہ گیا تو آپ بگڑے اور اس زمانے کا تہپڑ مارا کہ اس کا منہ پہر گیا اور یہ ایک

پیچھے ہٹ گیا۔ مہاراج نے اب اُنہ کر اسکی گردن پکڑی اور مارتے مارتے باہر  
 نکل گئے۔ یہاں ہی یہ نہ گیا۔ تو مہاراج نے لکڑی سے مارنا شروع کیا۔ اور  
 چاہا کہ چلا جائے مگر یہ نہ گیا۔ پہر آپ نے گالیوں دینی شروع کیں اور باتوں  
 باتوں میں شری ہلکوٹ سوامی کی بزرگی اور اس نووارد کی ناشائستگی کی طرف  
 اشارہ کیا۔ یہ اس بات کی ثبوت تھا کہ مہاراج نے اگرچہ اسکو ظاہر ا کبھی  
 نہ دیکھا تھا تاہم وہ اسکی باطنی حالات سے ناواقف نہ تھے۔ جب مہاراج نے  
 یہ دیکھا کہ یہ کسی صورت سے نہیں جاتا تو فرمایا اچھا اگر تو جانا نہیں چاہتا تو جب  
 تک میں نہ کہوں یہاں سے نہ ہٹنا۔ یہ کہہ مہاراج اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی  
 دیر کے بعد یہ شخص چلا گیا اور اپنے بھائی سے ساری کیفیت بیان کی۔ بھائی نے  
 اور دوسرے لوگوں نے اسکو سخت بُرا بھلا کہا کہ کبخت اتنا کہہ کر کے سب  
 کہو دیا۔ جیسا حکم دیا تھا ویسا کرنا تھا۔

وہ ایک لڑکے کے دوسرے بھائی شری دھرم پنت کو مہاراج پر مطلق اعتقاد نہ تھا  
 ایک مرتبہ وہ سخت بیمار پڑا اور علاج کے لئے کسی دوسرے شہر میں لے گئے  
 وہاں اسکی مہاراج کو اپنے سانسے کھڑا دیکھا۔ یہ دیکھ کر اسکو یقین ہوا کہ واقعی  
 مہاراج سدگروہین۔ اور کہا کہ مجھے مہاراج کے پاس کھڑے ہو چلو لیکن رشتہ  
 داروں نے اسکو ڈاکٹر ہی کے زیر علاج رکھا۔ حالانکہ اسنے بار بار کہا کہ مجھ  
 یہاں آرام نہ ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ اسکی حالت دن بدن خراب ہوئی

گئی۔ آخر کو کٹر پور واپس لانا پڑا اور اسکی بیوی نے جو جہاز راج کی معتقد تھی جہاز راج کو اسکی حالت کی اطلاع دی۔ جہاز راج نے جواب دیا کہ اسکو یہاں لانیکی ضرورت نہیں ہے نہ خود بیمار کے پاس چلنے کا وعدہ کیا۔ جب بیماری زیادہ بڑھی اور بیمار کی جانب سے روزانہ پیغام آنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ بیمار سے کہو کہ تیرے یہاں آئیگی ضرورت نہیں ہے۔ میں خود تیرے پاس آؤں گا۔ چند روز کے بعد جہاز راج سے دریافت کیا گیا کہ بیمار کب اچھا ہوگا اور وہ آپ کے آئینکا انتظار کر رہا ہے۔ آپ اسوقت جذب کی حالت میں کوڑی پر بیٹھے ہوئے تھے فرمایا کہ چار روز میں بالکل تندرست ہو جائیگا۔

چنانچہ جو تھے دن بیمار نے جہاز راج کو اپنے پاس دیکھا اور خوش ہو کر سب کہا کہ لو! جہاز راج تشریف لے آئے اور میں ان سے بلا اور اب آپ مجھے اپنے ہمراہ خدا کے پاس بجاؤں گے اب تم لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ یہ کہہ کر اسکی زبان بند ہو گئی اور شام ہوتے ہوئے مر گیا۔

---

ایک دن راؤ صاحب شنگے کر کی لڑکی سونا بائی اپنی سسرال سے باپ کے گھر آئی۔ اور جہاز راج کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ جہاز راج اسوقت کسی ہنگن کے گھر آٹا پیسنے جا رہے تھے آپ نے فرمایا اسوقت جا کل آنا۔ لڑکی نے اصرار کیا اور ساتھ ہوئی۔ اور جہاز راج کے ساتھ آٹا پیسنے لگی اور

ہینگن کھڑی دیکھتی رہی۔ شام کو واپس آئے اور لڑکی سے کہا کہ اب میرا  
 ہونے لگا ہے جلدی سے گھر چلی جا لیکن اس کا جی نہ چاہا آپ نے فرمایا اچھا  
 ٹھہر جا چنانچہ آپ نے شب کا کہنا اس کو اپنے ساتھ کہلایا اور ایک ٹاٹ چھایا  
 اور فرمایا کہ سو جا۔ چنانچہ یہ لیٹے ہی سو گئی اور صبح آفتاب طلوع ہونے کے  
 بعد اٹھی اور ہماراج سے کہا کہ میں تمام رات نو کے ہاسے میں گھری رہی۔  
 سکو بے تین روز والد کے گھر رہی چوتھے روز ہماراج نے اس کو سسرال جانیکا  
 حکم دیا اور وہ رخصت ہو گئی۔

ایک دن ایک ہینگن ہماراج کے لئے کہنا لائی اور کہا کہ ہماراج  
 میں نے اشنان کر کے برہمن عورت کی طرح سولا پہنے ہوئے کہنا پکایا ہے  
 (اس وقت ایک برہمن عورت بھی حاضراتی) مگر قبول افتد زہے عزو شرف  
 ہماراج مکرے اور فرمایا کہ لباس خاہری کی کوئی قدر نہیں۔ قدروں کی ہوتی  
 ہے اور میں جانتا ہوں کہ تیرا دل اچھا ہے اسلئے میں اس کو قبول کرتا ہوں  
 چنانچہ ہینگن نے ہماراج کی پوجا کی اور کہنا اور پانی پیش کیا۔ آپ نے بڑی  
 خوشی سے تناول فرمایا۔

ایک مرتبہ ایکنا تہراؤ اور اسکی بیوی ابغنا بائی ہماراج کی پوجا کر



حاضر ہوئے۔ آپ نے گوہن لٹھڑی ہوئی دو جوتیان اس کے آگے رکھ دیں اور فرمایا انکی پوجا کرو۔ انہوں نے فوراً تعمیل حکم کی پوجا ختم ہونے پر آپ نے حکم دیا کہ انکو بیجاؤ اور اپنے گہر حفاظت سے رکھو۔

ایک ہندو مال جو سدگرو کی روحانی طاقت کو بذریعہ عملیات فیض حاصل کرنا جانتا تھا ہر روز شام کو اسجگہ آیا کرتا جہاں ہمارا چاہنا پانا خانہ پہنکا کرتے تھے۔ اور اسجگہ ایک گڑھا کہو کر اس میں آگ جلاتا اور کچھ چیزیں ڈال کر منتر جپتا اور اس آگ کے گرد کئی سو بار چکر لگا کر چلا جاتا۔ یہ شخص ہمارا ج کے دشمن کہ کسی نہ آیا اور مدت تک یہ عمل کرتا رہا۔ ایک روز ہمارا ج نے فرمایا کہ بعض آدمی ایسے ہی ہیں جو میری روحانی طاقت سے بذریعہ عمل فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ لیکن اگر دریا سے چند قطرے کم بھی ہوئے تو دریا کو اس سے کیا نقصان ہوگا۔

ایک مرتبہ رات کے بارہ بجے ہمارا ج اپنے چہرہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک برقعہ پوش عورت اندر آئی۔ اور کہانے کی ایک رکابی آپ کے سامنے رکھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگی۔ جب پڑھ چکی تو ہمارا ج نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ عورت نے نقاب اٹھایا اور کہا با بایں ہوں۔ یہ کہانا میں نہایت خلوص کے

کے ساتھ آپ کی خدمت میں لائی ہوں۔ ازراہ کرم اس میں سے کچھ تناول فرمائیے  
 مہاراج نے فرمایا پہلے تو یہ بتا کہ تو ہے کون اور اتنی رات گئے اکیلی یہاں  
 کیوں آئی ہے۔ عورت نے کہا کہ میرا خاوند کئی بار آپ کی خدمت میں حاضر  
 ہوا ہے اور آپ کو بزرگ سمجھتا ہے وہ مجھ کو یہاں تک اپنے ہمراہ لایا ہے صرف  
 چند قدم مجھے اکیلا آنا پڑا ہے۔ مہاراج نے فرمایا کہ اتنی رات گئے بھیجنے کا  
 مطلب؟ عورت نے کہا کہ میرا خاوند نہایت ہی نیک اور طالب خدا ہے۔  
 اُس نے مجھے کہا کہ آج متبرک رات ہے۔ میں کہانا آپ کی خدمت میں حاضر  
 کروں اور قرآن شریف پڑھ کر آپ کو سناؤں اور سستہ عاکرون کہ آپ اس  
 کہانے کو خوش فرمائیں اور میرے خاوند کے حق میں دعا فرمائیں اور اسکی دلی  
 مراد پوری کریں۔ مہاراج نے فرمایا اچھا اگر میرے کسی فعل سے کوئی فیض پاسکتا  
 ہے تو میں بخوشی اس امر میں اسکی مدد کروں گا۔ پہر مہاراج نے اُس عورت  
 کے ہاتھ سے کہانے کا ایک نوالہ کھایا۔ جسکے بعد عورت نے پہر چند آیتیں تلاوت  
 کیں اور قدم بوس ہو کر رخصت ہو گئی۔

ایک دن چند مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سادہ ہی  
 کبھالت میں بیٹے ہوئے تھے۔ آپ کو جگانے کی غرض سے ان لوگوں نے آپ کے  
 لہو اگر د اگر بتیان روشن کر دیں۔ مگر آپ بیدار نہ ہوئے۔ پہر ان میں سے

ٹیکٹ ٹیوی نے ایک بڑی سدا کر آپ کے منہ میں دی۔ اس سے آپ بیدار ہوئے اور پوچھا کون ہو! انہوں نے کہا ہم مسلمان ہیں آپ کی زیارت محل کرنے حاضر ہونے ہیں۔ اور ایک نے بڑی آپ کے پیش کی۔ جہا راج نے فرمایا تم سداؤ اور پی کر مجھے دو۔ چنانچہ اسکی پی ہوئی بڑی آپ نے پی اور

## ایک مسلمان بڑھیا کا قصہ

ان لوگوں کو سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بچپن میں ایک شہر میں جانا اتفاق ہوا۔ اجنبی شہر بے ٹہکانے بیٹھتا پہر رہا تھا۔ راہ میں ایک مسلمان بڑھیا مجھے ملی۔ میری پریشان صورت دیکھ کر اوس نے میرا حال پوچھا میں نے کہا کہ میں مسافر ہوں کہانے اور رہنے کا کوئی انتظام نہیں ہے اسلئے ادھر ادھر پہر رہا ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ چل میرے ساتھ چل۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا کہ اس وقت نہ پوچھ۔ میں نے کہا مائی میں برہمن ہوں۔ کہا اسکی ہی پرواہ نہ کر اور چپ چاپ میرے ساتھ چلا آ۔ چنانچہ میں اسکو ساتھ ہو لیا۔ گھر پہنچا تو دیکھا کہ نہایت عالی شان اور وسیع مکان ہے۔ گھر میں دو لڑکے تھے جو نہایت ہی کریم النفس اور خلیق ثابت ہوئے۔ بڑھیا کی عمر ۹۰ برس کے قریب ہو گئی۔ یہ مجھے ایک خالی کمرے میں لگئی اور کہا کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اسکو تم اس علیحدہ کمرے میں رہو۔ میں نے کہا میں برہمن ہو کر مسلمان نے ہر کوئی نہ ہوں۔ بڑھیا نے کہا کہ کمرہ علیحدہ کہانے پینے کا سامان علیحدہ پہر رہتے

کیا قباحت بڑی! پہر اسکی ضروری برتن اور اناج لاکر دیا۔ مین نے اشان  
 کر کے پوجا پاٹ کی اور کہا نا پکا کے کہا یا اور لیٹ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ مائی  
 میرے پاس آئی اور میرا حال دریافت کیا۔ مین نے کہا کہ مین ایک مصیبت زدہ  
 سون اور اپنا حال مین کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مائی نے کہا خیر مضائقہ نہیں چند روز  
 یہاں آرام سے رہو۔ مین وہاں رہنے لگا۔ یہ مائی راتوں کو اکثر میرے کمرے  
 مین آیا کرتی اور حقیقت و معرفت کی نہایت سبقت آموز کہانیاں سنایا کرتی۔  
 جن سے مجھے بہت فیض پہنچا۔

ایک مرتبہ بارہ بجے دنگو وہ مجھے اپنے کہیت مین لگئی جو مکان سے  
 ایک میل کے فاصلے پر ہوگا۔ وہاں مجھے ایک چھوٹے سے درخت کے سایہ  
 مین بٹھا دیا اس پر ایک بیل چڑھی ہوئی تھی۔ اور یہ درخت ایک بہت بڑے  
 درخت کے سایہ مین تھا۔ اور مجھے کہا کہ اگر تو کچھ تماشہ دیکھنا چاہتا ہے تو  
 اپنی آنکھیں بند کر لے چنانچہ پندرہ منٹ تک مین نے آنکھیں بند رکھیں اور  
 اس عرصے مین یہ مائی اپنا پراسرار کام کرتی رہی اور گہری گہری مجھے آنکھیں  
 بند رکھنے کے لئے کہتی رہی۔ آخر اس کو حکم ملنے پر مین آنکھیں کھولیں۔ لیکن مین  
 کوئی غیر معمولی بات نہیں دیکھی۔ اس کو بعد اس کے کہا تیری آنکھوں کا کام ہو چکا اب  
 تیرے کانوں سے کام لینا ہے۔ لہذا ہم تن گوش ہو کر سن جو آواز تجھ سنائی  
 دے۔ مین سننے کیلئے تیار ہو گیا۔ یکایک اس درخت سے جھکے نیچے مین بیٹھا

ہوا تھا نہایت ہی سُری اور دلکش آواز آنے لگی۔ ایک گھنٹے تک یہ آواز جاری رہی اور میں اس آواز سے بخود سا ہو گیا۔ آواز کے بند ہونے پر مجھے ہوش آیا۔ بڑھیا نے پوچھا کہ کچھ سنا؟ میں نے کہا ایسی آواز سنی جو کبھی نہیں سنی تھی۔ اگر اس آواز کو سننے کا طریقہ مجھے ہی بتا دو تو آپ کو بڑا ثواب ہو گا۔ بڑھیا نے کہا کہ اس درخت کو گندہ رولی کہتے ہیں۔ بعض محل ایسے ہیں جن سے علم سوسیتی کی دیوی اس درخت میں داخل ہو کر ناچنے اور گانے لگتی ہے۔ لیکن یہ معمولی اور عارضی بات ہے اس پر غور کرنا بے سود ہے۔ پہر میں اسکو ساتھ لے کر آیا اور قریباً پندرہ روز۔ بڑھیا نے رخصت ہوا۔ یہ قصہ سنا کر مہاراج نے ران لوگوں کو رخصت کیا۔

## مہاراج کی مخالفت

مہاراج کے نہلانے اور بہنڈارے کی رسومات اعلیٰ پیمانے پر ادا ہو رہی تھیں کہ کماری پوجا کا اس میں اضافہ ہوا جس میں بند و مذہب کے مطابق نوراتری کو مانگ عورتوں اور لڑکیوں کی پوجا کی جاتی ہے۔ قریباً تین ماہ بعد رسم جاری رہی۔ اس پر بعض برہمنوں نے جو مہاراج کے معتقد نہ تھے اور شروع ہی سے مخالفانہ برتاؤ رکھتے تھے برہمن معتقدین میں تفرقہ اندازی کی کوشش شروع کی۔ اور چند بد عقیدہ لوگوں کو اپنے ساتھ لیکر مہاراج اور معتقدین کے درپے آزار ہوئے۔ مگر جس قدر انہوں نے مخالفت کی سیدھی

رسومات کی ادائیگی میں زیادتی ہوتی گئی اور انکو کسی طرح کامیابی نہ ہوئی۔ آخر تنگ آکر ان لوگوں نے جہاراج اور جہاراج کے معتقدین کی اخباروں میں بھجو شروع کی اور لکھا کہ جہاراج جو سدگردمانے جاتے ہیں برہمن ہو کر سنگیوں اور جہارون میں رہتے انکے ہاتھ کا پکا ہوا کہاتے اور ان کے بچوں سے کہلا کرتے ہیں اور انکے معتقدین ہنسی چال میں جاتے اور برہمن عورتیں ہنسی اور حیار لڑکیوں کو اپنے ہاتھ سے ہلاتی ہیں۔ چونکہ جہاراج ایک پاگل آدمی ہیں اس لئے لوگوں کا انکی سیوا کرنا اور انکی جیسی روش اختیار کرنا بیدینی اور بُرا ہی میں پڑنا ہے۔

معتقدین اخبار پڑھ کر برہمن ہونے اور جہاراج کو جا کر سنایا اور کہا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم ان پر ہتک عزت کا دعویٰ دائر کر دیں۔ جہاراج یہ سن کر بہت ہنسے اور فرمایا اخبار میں بالکل سچی حقیقت لکھی ہے جو بائین بیان کی گئی ہیں سب بہانہ ہوتی ہیں۔ تم حق گوئی کے خلاف کس طرح دعویٰ دائر کر سکتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے ذاتیات چھوئے ہیں جو ناقابلِ برداشت ہیں۔ جہاراج نے فرمایا کہ تم نے میری صحبت کو کچھ ہی حاصل نہیں کیا۔ خیال کرو کہ جب میں نے تمہیں مارا۔ گالیاں دیں اور ہر طرح مہارمی بے عزتی کی اس وقت تو تمکو بُرا نہ لگا اور اب جبکہ خود خدا تمہارے مخالفوں کے ذریعے تمہارا امتحان لے رہا ہے اور تمکو کچھ تکو گالیاں دیوارہا ہے تو تم بُرا مان رہے ہو۔ اگر تم منیبت

اور تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے اور اس آزمائش میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے تو مہربانی کر کے میری پیروی کرنا چھوڑ دو۔ میں کسی حالت میں تمہیں دعوایہ دایرہ کو نکلی اجازت نہیں دے سکتا۔ دراصل وہ میرا ہی کام کر رہے ہیں یعنی خاکساری اور عاجزی کی تعلیم دے رہے ہیں۔ مجھے موافق اور مخالف دونوں گروہ کی بہتری منظور ہے۔ کیونکہ مجھے اُن سے ہی کام لینا ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ تمہیں ایذا اور تکلیف پہنچا کر تمہارے جذبات میں حرکت پیدا کریں اور تم اُن تکلیف کو برداشت کر کے اس قابل بنو کہ میری روحانی تعلیم کا اثر جلد قبول کر سکو۔ جب تک کہ تم مصیبت اور تکلیف نہ اُٹھاؤ گے اس وقت تک دائمی راحت اور خوشی حاصل نہ ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک قصہ سنایا

### تکلیف کے بعد راحت

کسی شہر میں ایک غریب آدمی مغلی اور فاقہ کشی سے ایسا تنگ آیا کہ جان دینے پر آمادہ ہو گیا۔ ایک دوست نے کہا کہ فلان شہر میں جہاں کشی کا مندر ہے۔ اگر تم وہاں جا کر درشن کرو تو امیر بن جاؤ گے۔ اس نے سوچا کہ یہ تو آسان ترکیب ہے۔ گہرا آیا اور بیوی سے کہا کہ لو خدا حافظ میں جہاں کشی کے درشن کو جاتا ہوں جس کے درشن سے غیبی امیری سے بد بختی ہے۔ بیوی نے کہا قسم دیر نہ کرو۔ چنانچہ گہرے نکل اس شہر میں پہنچا اور جہاں کشی کے مندر میں گہسنے لگا۔ قدم رکھا ہی تھا کہ دربان نے گڈی میں ہاتھ دیکھے باہر نکال دیا۔ بیچارہ

گجبرایا کہ مندر میں تو ہر ہندو جاسکتا ہے خواہ غریب ہو یا امیر۔ مجھ کیون روک دیا۔ ڈرتے ڈرتے پہر آگے بڑھا اور دربان سے پوچھا کہ بہائی میں ہندو ہوں مجھے اند کیون نہیں جانے دیتا۔ دربان نے کہا مانا کہ تو ہندو ہے مگر غریب ہندو ہے۔ اور بس مندر میں سوائے امیروں اور دولت مندوں کے اور کوئی نہیں جاسکتا۔ بہتری منت کی کہ دور ہی سے درشن کرنے دے مگر کسی طرح اجازت نہ ملی۔ اور یہ بیچارہ اپنے نصیبو نکوروتا ہوا واپس لوٹا۔ ایک تو دو تین روز کا ہو گا دوسرے مسافت کی تکان تیسرے دھوپ کی شدت اٹھانا دو بہتر تھا جنگل بھی ایسا کہ سایہ کے لئے درخت کا کو سون نام نہیں آخر چلتے چلتے ایک پڑائی اور کنبڈر عمارت دکھائی دی۔ وہاں پہنچا اور چاہا کہ اندر جا کے ہوڑی دیر آرام کرے کہ کسی آدمی نے یہاں ہی روکا کہ اس میں نہ جا یہ الکشی کا مندر ہے جو اس میں جاتا ہے مکر رہ جاتا ہے۔ اس لئے کوئی اسکے اندر نہیں جاتا۔ یہ تو جان سے بیزار تھا ہی کہا دیوی کے ہاتھوں مرنا کے نصیب ہو گا اندر داخل ہو گیا۔ دیکھا تو مندر میں گوا اور کچڑ چاروں طرف ہے بیٹھنے کی جگہ ہی نہیں۔ سانسے الکشی کی مور تی تھی جا کر قدمو نہ سر رکھ دیا۔ سرکار کہنا تھا کہ ایک سانہ نے بہن نکالا اور یہ جھجک کر پیچھے ہٹا۔ ڈر کر ایک کونے میں جا بیٹھا۔ بیٹھنے ہی ایک پچھونے ڈبک مارا۔ تڑپ اٹھا مگر جی کڑا کئے بیٹھا رہا کہ تکلیف کی زندگی سے مرنا بہتر ہے۔ غرض کہ ایک ہفتہ کامل ہو گا پیاسا بیٹھا دیوی کی پوجا کرتا رہا۔



آخر دیوی نے دشمن دئے اور کہا کہ مانگ کیا مانگتا ہے میں الکشمی دیوی  
 ہوں میرے اختیار میں بچ- غم- دکھ- درد اور تمام قسم کی ایذا میں ہیں۔ اس  
 کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر اپنی نظر عنایت نہ کریں اور میرے گھر کبھی  
 تشریف نہ لائیں۔ دیوی نے منظور کر لیا اور یہ مندر سے باہر نکل آیا۔ شہرہ تو  
 ہو ہی گیا تھا کہ ایک مسافر مندر میں گیا ہے اور سب کو یقین ہو چکا تھا کہ مر گیا  
 ہوگا لیکن آٹھ دن بعد جو زندہ سلامت دیکھا تو سب لوگ اسکو بزرگ سمجھنے  
 لگے۔ اور جہاں الکشمی کی بجائے اسکی پوجا ہونے لگی۔ گاؤں والوں نے ایک بڑے  
 عالی شان مکان میں اسکو ٹھہرایا اور پوجا شروع ہو گئی۔ چند روز بعد جب یہ  
 گہر جانے لگا تو لاکھوں روپے اوزیورات اسکو نذرانے میں ملے اور یہ امیر شکر پانی  
 دیوی کے پاس آیا۔ عہد و شود سبب غیر گر خدا خواہ

یہ قصہ شکر سب لوگوں نے اپنا ارادہ منسوخ کیا اور ہر تکلیف کو صبر کے  
 ساتھ برداشت کرنے لگے۔ جب مخاضین ان کو کسی ناشایست حرکت سے  
 بٹھکانا چاہتے تو یہ خاموش ہو جاتے جس سے مخاضین یہ سمجھے کہ یہ سب لوگ  
 ہم سے ڈرنے اسلئے انکو زیادہ جرات ہوئی اور ایک روز بہت سڑاؤ مچی  
 لکڑیاں لے کر ہمارا ج کی قیام گاہ پر آئے تاہ آپ کے معتقدین کو مارنا  
 شب کے ۹ بجے تھے بہت سے آدمی ہمارا ج کی تقریر سن رہے تھے ان  
 ڈاکوؤں کو دیکھ کر ہمارا ج سے عرض کیا کہ دشمن ہم کو مارنے آئے ہیں اگر

حکم ہو تو ان کا مقابلہ کیا جائے۔ مہاراج نے فرمایا کہ تم سب خاموش بیٹھے رہو اور یہ معاملہ مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ سب لوگ چپ ہو گئے اور آپ تقریر فرماتے رہے۔ غرض یہ لوگ چہرے کے قریب آئے اور جھانک کر دیکھا تو اندر کوئی بھی دیکھائی نہ دیا اور یہ پلٹ کر ہنگلی چال میں گئے اور ایک ہنگلی سے پوچھا کہ مہاراج کہاں گئے؟ ہنگلی نے کہا چہرہ میں بیٹھے تقریر فرما رہے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ تو ہم نے ابھی دیکھا چہرہ خالی ہے۔ چنانچہ دوبارہ آئے اور اب بھی چہرہ میں کیونہ دیکھا۔ اور پھر ہنگلی کو گالیاں دیتے ہوئے یہ سمجھ کر کہ یہ بکوبھار رہا ہے اور مہاراج کہیں باہر گئے ہوئے ہیں واپس چلے گئے۔

اب مخالفوں کے لئے کوئی صورت نہیں رہی کہ شرارت کریں اور ان کو بزدل کر لیں۔ مگر اس کے بعد بھی دیکھا گیا کہ یہ لوگ ہنڈارے اور پوجا وغیرہ کے وقت آتے اور دور سے کھڑے کھڑے تماشہ دیکھتے۔ ایک دن انہی میں کا ایک ۲۰ سالہ جوان مہاراج کے چہرے کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اسکو اندر بلایا یہ جوتیان اتارنے لگا تو فرمایا کہ پہننے ہوئے چلا آ۔ یہ اندر گیا اور سنے بیٹھا مہاراج نے کہا برسوں سے میں نے ٹوپی نہیں اوڑھی اپنی ٹوپی مجھے دے اس نے ٹوپی نذر کر دی۔ پھر مہاراج نے فرمایا کہ گرہ اور کوٹ ہی میں نے بہت دن سے نہیں پہنا یہ بی وید۔ اس نے ہاتھ مار کر دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مالکتا تو دھوئی نہیں لیں تو گرہ اسے ہوئے سرمایہ کا خیراب جا۔ مگر یہ

بتاتا جا کہ یہ سب چیزیں تو نے خوشی سے دی ہیں یا شرمناک شرمی! اس نے کہا  
 میں نے خوشی سے دی ہیں۔ شام کو یہ پہر حاضر ہوا اور کہا کہ کوٹ کی حبیب  
 آفس کی کچی اور چند کاغذ ہیں وہ عنایت فرما دئے جائیں آپ نے نکال کر دیے  
 اور فرمایا کہ اگر جی چاہتا ہو تو کپڑے ہی بچا۔ لڑکے نے کہا جی نہیں یہ آپ کی  
 نذر ہو چکے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ چند روز میں تیری شادی ہوگی اور تو نیا لباس  
 زیب تن کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

## طوطو کا مہاراج کے پاس لانا

ہر کجا چشمہ بو شیریں

مردم و مرغ و مور گر و آئیند

واقعی بات ہے کہ جو آدمی خدا کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کر دیتا ہے اُس سے  
 ہر شے محبت کرنے لگتی ہے۔ چنانچہ کہا سینس کے گہر میں ایک طوطا پلا ہوا تھا ایک  
 دن پتھر سے غائب ہو گیا۔ گہر والوں کو بڑا تعجب ہوا کہ پتھر بدستور بند ہے اور طوطا  
 غار وادہر اُدھر تلاش کر کے رہ گئے۔ تیسرے روز یہ طوطا ہنگی چال میں آیا ہنگی  
 لڑکوں نے پکڑنا چاہا تو اڑ کر مہاراج کے چھپر پر آ بیٹھا۔ یہاں ان لڑکوں نے  
 پکڑ کر پتھر سے بند کر دیا اور مہاراج کے پاس لائے آپ نے فرمایا کہ کسی کا پالا  
 ہوا ہے۔ کہا سینس اور اس کی بیوی آئے تو اپنے طوطے کو دیکھ کر خوش ہوئے اور  
 گہر لیگئے۔ چند روز کے بعد پہر سی طرح غائب ہو گیا اور تیسرے روز مہاراج کے

ہنجر پر پڑا گیا۔ چنانچہ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اسکو پھرے میں بند کیا اور یہ اڑ کر مہاراج کے پاس پہنچا۔ اسے طرح باجی راؤ کی لڑکی میرا بائی کا طوطا ہی اڑ کر مہاراج کے چھپر پر آیا اور پڑا گیا۔ میرا بائی بیٹھی ہوئی تھی کہ آپ نے طوطے اور کوئے کا ایک قصہ سنایا۔

### طوطے اور کوئے کا قصہ

مانپ کی ایک اکلوتی لڑکی تھی اور مان باپ اسے بہت محبت کیا کرتے تھے ایک دن اس کا باپ اسکو لئے ایک طوطا لایا۔ اور یہ لڑکی باپ جب آفنجاتا اور مان گھر کے کام کاج میں مصروف ہوتی تو اس طوطے سے کہنیا کرتی۔ ہوتے ہوتے اسقدر محبت بڑھی کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے۔ ایک دن لڑکی درخت کے نیچے بیٹھی طوطے سے کہنیا رہی تھی کہ بہو کنگی اور کہانا لا کر کہانے لگی کہڑ کی کہو لدی اور طوطا ہی باہر آ کر رکابی میں کہانے لگا لڑکی نے پھرے کی کٹوریوں میں ہی کہانا بہر دیا۔ پیٹ بہرا ہی نہیں کہ کہانا ختم ہو گیا۔ یہ طوطے کو وہیں چھوڑ کہانا لینے گھر گئی۔ درخت کے اوپر کوٹا ناک لگاتے بیٹھا تھا میدان خالی دیکھ کر نیچے اترا اور گرے پڑے دانے کہا کر پھرے میں گہسا اور کٹوری میں چوپنچ ماری۔ اسکو دیکھتے سے پھرے کی کہڑ کی بند ہو گئی اور کوٹا اندر پیش گیا۔ طوطا ڈر کر اڑ گیا۔ لڑکی نے آکر دیکھا تو طوطا غائب اور پھرے میں کوٹا بند ہے۔ نہ تھی تو تھی ہی سمجھی کہ طوطے کا رنگ

بکالا پڑ گیا ہے اُسی سے کیلینے لگی۔ مان باپ نے ہر چند سمجھایا کہ تیرا طوطا اُڑ گیا اور یہ کو آ ہے جو کھانے کے لالچ سے پھرے میں بند ہو گیا ہے۔ مگر لڑکی نہ مانی اور کہا کہ نہیں یہ طوطا ہی ہے اس نے اپنا رنگ بدل لیا ہے۔ چنانچہ یہ ہمیشہ اس کہیدا کرتی اور کھانا کھلایا کرتی۔ البتہ اتنا کیا کہ جب یہ اسکی آواز پر نہ پوتا تو رچپ ہو جاتی اور جو کچھ طوطے کو سہاتی تھی وہ بند کر دیا۔ چند روز کے بعد اس کو تے نے لڑکی کو روحانی تعلیم دینا شروع کی۔ چنانچہ اس نے اپنی مان سے کہا کہ اب یہ مجھے تعلیم دیا کرتا ہے اور میں اسکو ایسی طرح سمجھتی ہوں مگر تم کو سمجھا نہیں سکتی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہوتا ہو وہ دوسروں کے لئے باعثِ رحمت ہیں اور خود دوسروں سے آرام پاتے ہیں۔ اور جن کا ظاہر خراب اور باطن اچھا ہے وہ دوسروں کے لئے باعثِ رحمت ہیں اور انکے لئے وہ خود تکلیف اُٹھاتے ہیں۔

### گنگا جل

ایک مرتبہ کوئی شخص کاشی سے گنگا جل لایا اور مہاراج کو اس سے غسل دینا چاہا۔ مہاراج نے فرمایا کہ میں اس قدر ناپاک ہوں کہ اس سے ہی پاک اور پوتر پانی مجھے پاک نہیں کر سکتا۔ اُس نے کہا: تو آپ کی کس نفسیہ آپ پاک ہیں اور ہزاروں کو پاک کر سکتے ہیں۔ مہاراج نے فرمایا کہ پہر گنگا جل سے مجھے نہلا نیکی کیا ضرورت ہے۔ لیکن وہ شخص نہ مانا۔ آپ نے فرمایا اچھا

نہلاؤ مگر پہر مجھے گندے پانی سے نہانا پڑے گا۔ چنانچہ اُس شخص نے آدھ  
 نکاحل سے آپ کو غسل دیا اور آدھ معتقدین میں تقسیم کیا۔ نہلاتے وقت سب نے  
 یہ کہا کہ پانی گد لا اور بدبودار ہے۔ جن لوگوں کو دیا تھا انہوں نے اور خود کلا  
 واسے نے ہی گد لا اور بدبودار پایا۔ اشنان کے بعد مہاراج نے فرمایا کہ اب  
 میں اس سورجی کے پانی سے نہا کر پاک بنتا ہوں۔ مگر حاضرین اُسے اور  
 سورجی کا گد لا پانی بہر لائے۔ جسم پر ڈالا گیا تو ہر ایک شخص نے دیکھا کہ یہ نکاحل  
 کی مانند صاف شفاف تھا۔ نہا کر آپ نے فرمایا کہ اب میں پہر اپنی اصلی حالت  
 میں آگیا۔ ناظرین کو یاد ہو گا کہ مہاراج نے بجائے آٹھویں دن نہانے کے مہینے  
 میں ایک بار نہانے کا دن رکھا تھا۔ باقی ۲۵ دن کچھ دھٹی میں کیلتے اور ہنگین  
 کی طرح فضلہ اٹھاتے اور نالیاں صاف کرتے پہرتے لیکن بائیمہ پاس بیٹھنے  
 والوں کو کبھی تعفن نہ آتی۔ نہ انکی اس غلیظ حالت میں رہنے کا کسی کو احساس ہوتا بلکہ  
 ہر وقت پاک صاف نظر آتے۔ یہ ایک عجیب راز ہے جو ظاہر پرستوں کی سمجھ میں  
 نہیں آسکتا۔

بزل نکاحل کے گد لا ہوجانے اور گد لا نظر آنے کے متعلق تقریر فرماتے  
 ہوئے مہاراج نے ایک مرتبہ مذہبی تعلقات کے باطنی معنی کی طرف اشارہ کیا جیسا  
 کہ عوام انکو سمجھتے ہیں اور پہر اسے متعلق حسب ذیل قصہ بیان فرمایا۔  
 ایک نہایت ہی متقی اور پرہیزگار شخص تیرتہ کے لئے نکلا اور چلتے چلتے

ایک ندی پر پہنچا دیکھا کہ اس کا پانی نہایت صاف اور زور سے بہہ رہا ہے۔ کنارے پر ہزاروں آدمی پوجا پٹ میں مصروف ہیں اور بالکل کاشی کا منظر نظر آ رہا ہے۔ یہ سمجھا کہ کاشی کے ٹونے پر نئی تیرتھ بنائی گئی ہے۔ پہرے پہرے ایک مقام پر پہنچا جہاں لوگ اپنے ستونی آبا و اجداد کے نام سے گنگا کو پنڈوان کر رہے تھے اور اس رسم کو ایک برہمن ادا کر رہا تھا۔ پہلے اس کی خیال کیا تھا کہ چاول کے پنڈ ہونگے لیکن قریب جانے پر معلوم ہوا کہ بجائے پنڈ کے مرغی کے انڈے ہیں اور ہر ستونی کے نام ایک انڈا ادا کیا جاتا ہے۔ اس انوکھی رسم کو وہ متوجہ ہو کر دیکھتا رہا۔ برہمن جب اپنا کام کر کے گھر چلا تو یہ بھی اسکے پیچھے ہو لیا۔ جب گھر کے قریب پہنچا تو اس نے برہمن سے اس نرالی رسم کا سبب دریافت کیا۔ برہمن نے کہا کہ تم اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ باہر والوں کا یہاں کچھ کام نہیں ہے۔ اس کی کہانی کہ یا تو بھول سے یا خدا کی مرضی سے میں یہاں آ گیا ہوں اس لئے مہربانی فرما کر شرادہ کا یہ نیا اور انوکھا طریق مجھے ہی سمجھائے۔ برہمن نے کہا کہ یہاں شرادہ دوسرے مقامات کی طرح نہیں کیا جاتا۔ اس میں اور معمولی طریق ہیں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مگر یہ فرق فائدے کیسے ہے کیونکہ یہ اعلیٰ چمانے پر کیا جاتا ہے۔ دوسرے تمام مقامات پر چاول کے پنڈ لیکن یہاں ان کے بدلے انڈے دئے جاتے ہیں۔ پہرے اس گرنہتوں سے دلائل پیش کر کے اس طریق کی افضلیت کا ثبوت دیا۔ نو وارونے اس سے پوچھا کہ آیا میں بھی

مرے ہوتے آبا و اجداد کے لئے اس طریق پر شراہہ دے سکتا ہوں۔ برہمن نے  
 کہا کہ بیشک تم یہ طریق اس جگہ اختیار کر سکتے ہو مگر کسی دوسری جگہ ایسا نہیں  
 کر سکتے۔ شراہہ کا یہ اعلیٰ طریق خاص اس جگہ کے لئے مخصوص ہے۔ غرض نوار  
 کے کہنے سے برہمن نے اسے آبا و اجداد کے نام سے اس طریق پر شراہہ کیا اور  
 ہڈی بجائے انڈے دان کئے۔ رسومات کی ادائیگی کے بعد برہمن انڈوں کو ندی  
 میں بہانے کو تھا کہ انڈوں میں سے بچے نکلنے شروع ہوئے۔ نوار دیہ دیکھ کر  
 تعجب ہوا اور برہمن سے اس کا سبب پوچھا برہمن نے کہا کہ تمہارا لوگ بہت ہی  
 بدست ہے اور یہ حالت جو اس رسم کی قبولیت کا سچا ثبوت ہے بہت  
 ہی کم دیکھنے میں آتی ہے۔ اور دنیا کے بہت کم لوگوں کے حصے میں یہ سعادت  
 آتی ہے۔ یہ بچے سب تمہارے آبا و اجداد ہیں جو پہرے زندہ ہوئے ہیں اور  
 اب یہ تمہارے بدن کو چومنے مار مار کر تمہارا گوشت کھا ئینگے لیکن تم بالکل  
 خاموش بیٹھے رہنا۔ برہمن کی باتوں سے بیچارہ نوار د بڑا گھبرا یا اور خوف  
 کے مارے زرد پڑ گیا۔ برہمن نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ تم ڈرو نہیں میں تمہارا  
 پاس کھڑا ہوں۔ چنانچہ یہ سنبھل کر بیٹھ گیا اور مرغی کے بچوں نے اس کے بدن پر  
 چومنے مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان کا پیٹ بھر گیا اور چومنے مارنا بند  
 کر دیا۔ اب برہمن نے کہا کہ ان سب کو گنگا میں بہا دو اور پہر تم شتان کرو  
 اس کا بدن زخموں سے چور ہو گیا تھا تاہم غیب تعمیل حکم کیلئے اُٹھ کھڑا ہوا



اور تمام بچو کو دریا برد کر دیا اور وہ غرق ہو گئے۔ اب اسٹن اشنان کو اشنان کرتے ہی تمام زخم بہہ آئے اور بدستور سابق توانا بن گیا۔ اور ساتھ یہ ہوا کہ اس کا دل نور عرفان سے منور ہو گیا۔

## کالیداس موچی

کالیداس نامی ایک گجراتی موچی آپ کا نہایت ہی معتقد تھا۔ اس نے کئی بار آپ کو اپنے گہر آنے کیلئے مدعو کیا لیکن آپ ہمیشہ ٹالتے ہی رہے ایک دن مایوس ہو کر اس نے اپنے گہر میں ایک گا دی پھجائی اور اس کے سامنے یہ عہد کر کے بیٹھ گیا کہ جب جہاراج بہان تشریف لا کر اس پر جلوہ فرمائیں گے جب میں آنکھیں کھولوں گا۔ چنانچہ تین روز کامل بغیر کہا نا پانی اس کی طرح بیٹھا رہا اس کی عورت نے تیسرے دن جہاراج کو اطلاع دی کہ آپ کا خادم ایسا عہد کر کے بھوکا پیاسا بیٹھا ہے۔ کرپا کیجئے اور اس کو درشن دینے جہاراج نے فرمایا کہ اچھا کیونکہ آؤنگا۔ چنانچہ رات کو آٹھ بجے جبکہ عورتیں آپ کے لئے کہا نا لائیں آپ یکا یک اُٹھے اور فرمایا کہ کہا نا رہنے دو مجھے کالیداس کے یہاں چاہتا ہے تم لوگ ہی میرے ساتھ چلو۔ ماما گارڈ کے بھتیجے نے جو کالیداس کے مکان سے واقف تھا آپ کی رہبری کی۔ جہاراج یہاں پہنچا کہ کالیداس کے سامنے بھی ہوئی گا دی پر بیٹھے اور کالیداس نے آنکھیں کھولیں اور جہاراج

کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ پہر باقاعدہ پوجا کی اور ماحضر پیش کیا۔ مہاراج نے اس  
تین سے تھوڑا کہایا اور فرمایا کہ بس اب اپنا کام کیا کرنا۔ یہ واقعہ روہی دس  
ہمارے واقع سے بالکل مطابق ہوا ہے جبکہ خدا نے روہی داس چار کو اسکا گہرا کر  
درشن دیا۔ اس دن سے کالیداس اور اسکی بیوی ہر روز مہاراج کی خدمت  
میں حاضر ہونے لگے۔

ایک روز مہاراج کوڑے کی کوٹھی کے پاس بیٹھے تھے کہ کسی ہنگلی  
کی پہٹی پرانی ٹوپی کوڑے میں پٹری دیکھی اور آپ نے اٹھا کر سر پر رکھ لی۔  
اور اپدیش کرنے لگے۔ اتنے میں کالیداس اور اسکی بیوی حاضر ہوئے۔  
یہ اپنے ساتھ ایک قاب میں پوجا کا سامان رکھ کر لائے تھے جس میں ایک کڑھی  
ہوئی ٹوپی بھی تھی۔ پوجا کے بعد یہ ٹوپی مہاراج کے سر پر رکھی۔ مہاراج نے کہا کہ  
نہ اکی شان کریں دیکھو کہ مجھے ہنگلی کی پہٹی پرانی ٹوپی اور ہے ہوئے دیکھ کر نئی  
ٹوپی عنایت کی۔ لیکن اس نئی ٹوپی سے یہ پرانی ٹوپی میرے لئے اچھی ہے۔  
کیونکہ نئی ٹوپی کے نقش و نگار سٹ جائینگے اور یہ پرانی اور سیلی ٹوپی ایک عرصے  
تک بغیر کسی تغیر کے کام دیگی۔ پوجا کے بعد کالیداس نے اپنی بیوی کے تمام  
زیورات مہاراج کو پہنائے۔ اور اپنی بیوی کو الگ کپڑا کر دیا۔ اور خود  
بالکل برہنہ ہو کر مہاراج کے گرد چار پانچ چکر لگائے اور پہر ساشانک  
(منہ کے بل لیٹ کر ڈنڈوت کرنا) نمکار کر کے مہاراج کے سامنے سر جھکا کر

بیٹھ گیا۔ حاضرین خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ دو ایک منٹ کے بعد جہاراج اٹھ کھنٹی بائی سے کہا کہ اسکو چادر اڑا دے۔ پہر تمام زیورات جہاراج نے کالیداس کو واپس دے کر کالیداس نے کہا جہاراج میں نے تو یہ زیور۔ دکان اور بیوی سب آپ کو واپس کر دئے ہیں اور اب بالکل آزاد ہو گیا ہوں۔ جہاراج نے فرمایا دیوانہ ہوا ہے۔ کیا میں اب تیری دکان اور جو روپے سنبھالتا بیٹھوں۔ اگر تو اپنے کہنے کے موافق میرا ہو گیا ہے تو میرے کہنے پر عمل کر۔ رات تمام چیز و نگو سنبھال اگر انسان راہ راست اختیار کرے تو وہ سنا ہی میں خدا کو پاسکتا ہی یہ کہنہ پورا واپس کئے اور کالیداس رخصت ہوا۔ اور جہاراج نے معتقدین سے مندرجہ ذیل قصہ بیان فرمایا

### سنسار میں خدا

ایک بھولے بھالے آدمی نے خوش فہمی سے نہایت ہی سگڑ اور سلیقہ مند بیوی پائی تھی۔ ایک مرتبہ اسکو باہر جانیکا اتفاق ہوا۔ پہرتے پہرتے وہاں کے کہتیوں میں پہنچا۔ جہاں وہاں کے جگہ جگہ انبار لگے ہوئے تھے اور ہر طرف بیوپاری اسکی خرید کر رہے تھے۔ چونکہ اسکے شہر میں چاول کی پیداوار نہ تھی اور نہ ہی اسکی کہی چاول دیکھے تھے تعجب سے دیکھا اور یہ سوچ کر کہ یہ کوئی نہایت ہی کارآمد اور مفید چیز ہے خود ہی خرید لئے اور گھر آیا۔ بیوی نے یہی یہ چیز کہی نہیں دیکھی تھی اسلئے بہت خوش ہوئی۔ خاوند نے کہا کہ یہ بڑی قیمتی چیز ہے اسکو صندوق میں بند کر کے رکھو۔ بیوی ہنسی اور غفلت سے

ایسی مفید اور کار آمد شے کو صندوق میں بند کر کے رکھنا اچھا نہیں ہے۔ ممکن ہے  
اسکا جلنے والا مل جائے اور بھوکو اس سے حسب خواہش فائدہ پہنچے۔ اس لئے  
مناسب ہوگا اگر کہلی جو رکھا جائے چنانچہ باہم مشورے سے قرار پایا کہ مکان  
کے برآمدہ میں اس کا ڈھیر لگا دیا جائے تاکہ ہر آنے جانے والی کی اس پر نظر  
پڑتی رہے اور پہچاننے والا اسکو پہچان لے۔ اتفاق سے چنڈر وزیر بعد ایک  
شخص اس شہر میں آنکلا اسکی خوراک چاول ہی شہر میں تلاش کیا تو کسی نے اسکا  
نام بھی نہ پہچانا۔ پھرتے پھرتے ادھر ہی آنکلا۔ چاولوں کا ڈھیر دیکھ کر بہت  
خوش ہوا۔ اور خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ عورت نے کہا ہم دینگے مگر اس  
شرط پر کہ تم بھوکو اس کا نام اور اس کا طریق استعمال پہلے بتاؤ۔ مسافر نے کہا اسکو  
چاول کہتے ہیں لیکن اسوقت اس کا نام دھان ہے۔ پہلے انکو چکی میں دو  
اور اوپر کا چھلکا الگ کر دو۔ پھر اوکھلی میں ڈال کر کوٹو اور بھوسا الگ کر واپس  
بھوسے میں سے سفید سفید دانے نکالینگے ان کا نام چاول ہے اور وہ پکا کر کھائے  
جاتے ہیں۔ بھوے بہاے مالک نے کہا کہ اس طرح دینے اور کوٹنے سے تو یہ بالکل  
الٹا بن جائینگے۔ مسافر نے کہا نہیں تم میری ہدایت کے موافق عمل کرو۔ چنانچہ دونوں  
سیان بیوی نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور چاول نکل آئے۔ پھر اس نے پکانکی  
ترکیب بتائی اور کہا کہ اب دھان کے چھلکے۔ بھوسی اور چاول تینوں چیزوں کو  
کہاؤ۔ چنانچہ دونوں نے پہلے چھلکے کھائے تو بد مزہ پا کر تھوک دئے۔ پھر بھوسی

کہائی تو یہ ہی بد مزہ ہتی اسکو بھی تھوک دیا۔ پہر چاول کھاٹے یہ نہایت لذیذ تھے پیٹ بہر کے کھائے اور بہت خوش ہوئے۔ اور کچھ چاول حسب وعدہ مسافر کے ہاتھ فروخت کئے۔“

قصہ سن کر جہاراج نے فرمایا کہ جس طرح چاول اپنے ظاہری خول میں چھپا ہوا ہے اسی طرح خدا سنار کے خول میں چھپا ہوا ہے۔ اور جس طرح چاول کی نشوونما کے لئے خول لازمی ہے اسی طرح سنار اور خدا لازم و ملزوم ہیں۔ وہاں کو صرف خول سمجھ کر پھینک دینا گویا چاول کو پھینک دینا ہے اور سنار کو چھوڑنا گویا خدا کو چھوڑنا ہے جو اسکو اندر پوشیدہ ہے۔ یا جس طرح وہاں کو جس میں چاول پوشیدہ ہے اپنے پاس رکھنا اور اسی سے خوش ہونا چاول سے محروم رکھنا ہے اسی طرح سنار ہی میں چھپے رہنا اور اسی سے خوش ہونا خدا سے جو سنار میں چھپا بیٹھا ہے محروم رکھنا ہے۔ لہذا جس طرح ہم وہاں کو محض خول سمجھ کر پھینک دیتے ہیں بلکہ اسکو دل کر اور کوٹ کر چاول حاصل کرتے ہیں اسی طرح ہکو سنار چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ خول کی طرح اسکو جدا کر کے اس میں سے خدا کو حاصل کرنا چاہئے۔“

یہ سبق آموز قصہ سن کر جہاراج نے کایداس کی نذر کی ہوئی نئی ٹوپی اپنے سر سے اتار کر بھنگی کے ایک ارکے کے سر پر رکھ دی۔ کایداس کی اُس دن سے حالت بدل گئی۔ اور شہر میں کہی دھوتی باندھے اور کہی برہنہ بٹھکنے لگا اور لڑکوں کے لئے ایک تاش بنگیا۔ پولیس نے دیوانہ سمجھ کر گرفتار کیا اور سول سرجن کے

پاس بیٹھے۔ معائنہ کے بعد صحیح الدماغ ثابت ہونے پر رہا کر دیا گیا۔ لیکن اسکی  
 بمالت دن بدن ترقی کرتی گئی اور شہر میں رہنے پر نا بند نہ ہوا۔ ہذا رعایا  
 کی حفاظت کے خیال سے پولیس نے اسکو پہر کڑا اور ہتکڑی ڈالکر حوالات میں بند  
 کر دیا۔ لیکن صبح کو دیکھا تو حوالات سے غائب ہو گیا اور پھر شہر میں پہرنے لگا  
 جس سے اسکی تمام شہر میں شہرت ہو گئی یہاں تک کہ یوروپین حکام کو بھی اس  
 واقعہ کی خبر ہو گئی۔

مہاراج اپنے معتقدین کی ہر ظاہری و باطنی حالت کے نگران رہتے تھے  
 گرچہ اس کا اظہار آپ نے کبھی نہیں کیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ شب کے اانبجے  
 راجستھانیک راؤ کے گہر پہنچے۔ اور اندر داخل ہو کر گہر کا گونا گونا چہان مارا۔ اور  
 پھر چوپاٹ کے کمرے میں گئے جہاں ہندو دیوتاؤں اور شیونکی تصویریں  
 ہی ہوئی تھیں۔ آپ نے سری رام کرشن پرم ہنس کی تصویر اٹھانی اور پھر  
 اسی جگہ رکھ دی۔ گہروالوں نے تازہ میوہ پیش کیا۔ آپ نے کچھ چکھا اور  
 واپس تشریف لے آئے۔

ایک مرتبہ سیتا بائی نے مہاراج سے کہا کہ کل میرا خاوند دو تین روزہ  
 کیسے باہر جانے والا ہے۔ اور مجھے اکیلے ڈر معلوم ہو گا کیا کروں ! مہاراج نے  
 فرمایا کہ کسی بہسیہ عورت کو بلا لے۔ سیتا بائی نے اسکو پسند نہ کیا۔ تو مہاراج  
 نے فرمایا کہ اچھا تو خوف نہ کر میں تیرے پاس رہونگا تو صرف مجھے یاد کرتی رہو۔

چنانچہ دوسرے دن اس کا خاوند گیا۔ اور یہ دس بجے رات تک ڈر کے مارے  
سوئی نہیں اور جہاز کو یاد کرتی رہی۔ ناگہان جہاز گہرین داخل ہوئے  
اور سیتا بانی نے اُٹھ کر کُرسی پیش کی۔ آپ نے فرمایا کہ تو جانتی ہے کہ میں کی  
پرکھی نہیں بیٹھتا۔ اسلئے اس نے چٹائی بچھائی اور جہاز بیٹھ گئے۔ سیتا بانی  
نے کچھ میوہ پیش کیا آپ نے فرمایا یہ وقت نہیں اب تو سو جائیں تمام رات  
یہاں پہرہ دوں گا۔ چنانچہ وہ سو گئی۔ صبح اُٹھی تو دیکھا کہ جہاز بیٹھے ہیں۔  
آپ نے فرمایا دن نکل آیا اب مجھ جلدی جانا چاہئے تاکہ لوگ یہاں سے چلے  
مجھے دیکھ نہ لیں۔ سیتا بانی نے دروازہ کھولا اور آپ دروازہ سے باہر چلے  
ہی غائب ہو گئے۔ یہ خیال کرنے لگی کہ راز پوشیدہ رکھنے کیلئے آپ اس طرح غائب  
ہوئے ہیں۔ چنانچہ ضروریات سے فزع ہونے کے بعد خدمت میں حاضر ہوئی اور  
شکر یہ بجالائی کہ رات کو آپ تشریف لائے تو میں سوئی۔ آپ نے فرمایا میں تو رات  
کو یہاں ہی تھا کہیں گیا ہی نہیں یہ بہنگی گواہ ہیں۔ بہنگیوں نے کہا کہ بیک آپ  
ہمارے ساتھ دو بجے رات تک باتیں کر رہے تھے۔ سیتا بانی کو یہ سکر تعجب  
ہوا۔ تو جہاز نے فرمایا کہ میں نے کہا تھا کہ تو مجھے یاد کرتی رہی تو میں رات  
بہر تیری حفاظت کروں گا وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ زیادہ فکر کی ضرورت نہیں۔  
بزرگوں کا ہر ایک فعل عام سمجھ سے باہر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ  
آپ کی انگلی سو جھ گئی اور آٹھ روز تک اُسکو آرام نہ ہوا۔ اور درود بڑھتا ہی

گیا۔ ایک روز شب کو چنا سوامی کے گہر گئے اور اسکو جگا کر گرم پانی منگایا اور  
 ایک گھنٹے تک انگلی کو سینکے رہے۔ مگر اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر یہ  
 دروہین ماہ تک رہا اور سینکڑوں علاج ہوئے مگر آرام نہ ہوا بلکہ زیادہ زیادہ  
 سو جتی گئی۔ آپ ابتر فرمایا کرتے کہ ازل سے جو قسمت کیا گیا ہے وہ ٹل نہیں سکتا  
 لہذا مجھے یہ درد صبر سے برداشت کرنا چاہئے۔ اور اسی لئے آپ نے باوجود  
 درد اور تکلیف کے آٹھاپینا اور پتھر اٹھانا وغیرہ کم نہیں کیا۔

بچ کا خوگر ہو کر ان تو مٹ جاتا ہے بچ  
 شکنین اتنی پڑیں مجھ پر کہ آسان ہو گئیں

تین ماہ بعد ایک روز کھانے کے ساتھ لیمو کا اچار آیا آپ نے اسکو اٹھا انگلی  
 سے بانڈہ دیا۔ چند روز بعد انگلی ایسی صاف ہوئی کہ زخم وغیرہ کا نشان تک  
 باقی نہ رہا۔ اسکو متعلق آپ نے ایک قصہ بیان فرمایا۔

کسی بادشاہ کے دربار میں ایک قیافہ شناس اور عامل آیا بادشاہ نے  
 ازراہ قدر دانی اپنے محل میں ٹھرایا۔ ایک روز یہ عامل بادشاہ کے پاس بیٹھا  
 ہوا تھا کہ ایک کنیز جسکو سات ماہ کا حمل تھا سامنے آئی۔ عامل نے اسکو اپنے قریب  
 بلایا اور کہا کہ تیرے یہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تمام عالم پر حکومت کریگا۔ کنیز بیکر  
 چلی گئی۔ عامل ہی بادشاہ سے رخصت ہو کسی دوسرے ملک میں چلا گیا۔ بادشاہ  
 کہ چونکہ عامل کے کہنے کا پورا یقین تھا تو دوپیدا ہوا کہ اگر میری کنیز کا لڑکا بادشاہ



تو میرا موجودہ ولیعہد کیا کرے گا؟ اسی فکر میں تھا کہ ایک روز دائی کو بلا کر حکم دیا کہ اس کینز کے لڑکے کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالنا اگر اتنا موقع نہ ملے تو آٹھ روزہ خفیہ طور پر بچے کو اٹھانا اور جنگل میں لیجا کر اس کا خاتمہ کر دینا۔ چنانچہ لڑکا پیدا ہوا اور موقع نہ ملنے سے زندہ رہ گیا۔ شاہی کینز سیکڑون وائیان خدمت میں تھیں۔ آٹھویں دن اس دائی نے موقع پا لڑکے کو مان کی گود سے اٹھا ایک ٹنڈی کو دیا کہ راتوں رات جنگل میں لیجا کر اس کو مار ڈال ورنہ بادشاہ تیری جان لے گا۔ چنانچہ ٹنڈی بچے کو جنگل میں پہنچی۔ چاہا کہ گلا گھوٹ کر مار ڈالے کہ رحم سے فرشتے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ کسی مصوم کا خون اپنی گردن پر کیوں پستی ہے چنانچہ بچے کو زمین پر رکھ دیا اور سوچنے لگی۔ خدا کی شان ایک ہرنی قریب ہی ہے جن رہی تھی اس نے کینز کے بچے کو بھی اسکے بچے رکھ دیا۔ اور سمجھی کہ ہرنی اس کو مار ڈالیگی۔ چنانچہ ہرنی نے فراغت پا کر اپنے بچوں کو دودھ پلانا شروع کیا جس میں اس بچے کو بھی دودھ پلایا۔ ٹنڈی کبھی تماشہ دیکھتی رہی۔ آخر اس نے بچے کو ایک چھوٹے سے درخت میں الٹا لٹکا دیا اور چلی آئی۔

صبح ہوئی اور کینز نے بچہ اپنی بنل میں نہ دیکھا تو گہرائی اور پوچھا کہ میرا بچہ کہاں ہے تمام دائیوں سے پوچھا کہیں پتہ نہ چلا آخر یہ قرار پایا کہ آگ گہر میں جن ہے وہی بچے کو لیگیا۔ کینز رودہو کر خاموش ہو گئی اور معاملہ گزشت ہو گیا۔ اور بادشاہ کو اطمینان ہو گیا کہ لڑکا مارا گیا۔

اب ہر فی حسب معمول اس جگہ آتی اور بچے کو دو وہ پلا کر چلی جاتی یہاں تک کہ بچہ بڑا ہو گیا۔ چونکہ بچہ مان کے رحم میں ہی اٹھا (سر نیچے پاؤں اوپر ہی رہتا ہے اور یہ پیدائش کے بعد ہی اٹھا لٹکا دیا گیا تھا اسلئے اسکو اپنی خلقت ہی ہی معلوم ہوئی۔ بڑا ہونے پر ہر فی نے گہاس لالا کر کہلانا شروع کیا اور یہ مڑے سے گہاس کہا تا اور درخت سے لٹکا رہتا۔ اسی حالت میں اسکی چشم باطن کھلی اور اسرار حقیقت کا معائنہ کرنے لگا۔ اسی عالم میں اسے چند سال اور گزرے جس میں اسکو اپنے وجود اور دوسری چیزوں کا مطلق خیال نہ تھا۔ یہاں تک کہ یہ ولی کامل بن گیا۔

ایک دن ایک شکاری اپنی لڑکی کو ساتھ لے کر یہاں آ نکلا۔ اور اپنی قلاب کو درخت سے اٹھا لٹکا ہوا دیکھ کر بہت سمجھا اور تیر چلا یا۔ مگر اتفاق سے تیر اسکے بدن کو چاٹتا ہوا نکلا۔ اور یہ بیدار ہو گیا۔ دوسرا تیر چوڑنا چاہتا ہی تھا کہ لڑکی نے باپ کا ہاتھ روک لیا اور کہا خبردار تیر نہ چلانا ممکن ہے کوئی خدا کا بندہ اپنی ریاضت میں ہوا اور ہم اس کا خون کر ڈالیں۔ آپ یہاں ہئیرین میں دیکھ کر آتی ہوں۔ اس عرصے میں لڑکے نے دیکھا کہ کوئی بلا آرہی ہے اپنی باطنی قوت سے ایک روحانی حلقہ باندھنا شروع کیا تاکہ کوئی چیز اس میں داخل نہ ہو سکے۔ لیکن لڑکی حلقہ قائم ہونے سے پہلے اس میں داخل ہو گئی۔ قریب جا کر دیکھا کہ ایک نہایت ہی حسین لڑکا ہے اور سر پر نورانی حلقہ دیکھ کر سمجھی کہ بزرگ کامل

ہی ہے۔ باپ کو آواز دی۔ باپ آیا مگر طعنے میں نہ آسکا۔ آخر دور ہی دور سے لڑکی نے کہا کہ یہ رشتی ہے اور میں اب اسی کے چرنون میں زندگی بسر کروں گی آپ تشریف لیجائے۔ چنانچہ باپ چلا گیا اور لڑکی نے جنگلی پہلون پر گزرا کر کے اس سے روحانی فیض پانا شروع کیا۔ اس عرصے میں لڑکا حقیقت و معرفت کی اعلیٰ منزل پر پہنچ گیا۔ اور اب لڑکی نے اسکو درخت سے اتار کر چلنا پھرنا کہا نا پنا اور باتیں کرنا سکھایا۔ اور دونوں (لڑکا برہاروپ گیسائی۔ لڑکی سادھوی سستی کی صورت میں) جنگل میں رہنے لگے۔

اتفاق سے وہی عامل بادشاہ کے پاس پہر حاضر ہوا۔ اسوقت کینز کو دوسرا لڑکا ہوا تھا۔ گودین لیکر آئی۔ عامل نے کہا وہ لڑکا کہاں ہے جسکی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی۔ کینز نے کہا کہ وہ تو پیدا ہوتے ہی غائب ہو گیا اور آج تک لا پتہ ہے۔ عامل نے کہا خیر وہ کیجگہ ہی ہو مگر وہ تین جہان کا مالک بن چکا ہے اس جہان کا مالک تیرا یہ لڑکا ہوگا۔ بادشاہ ہی بیٹھاسن رہا تھا عامل سے کہا کہ اسوقت میں بادشاہ ہوں اور میرے بعد میری بیگم کے بطن سے جو لڑکا ہے وہ وارث تخت ہوگا۔ کینز زادہ کس طرح مالک تخت ہو سکتا ہے؟ عامل نے کہا یہ بات میرے تہارے اختیار کی نہیں ہے خدا اپنی مخلوق پر جسکو چاہتا ہے بادشاہ کرتا ہے اسکی جہان بیگم اور کینز میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بادشاہ اور ولیعہد کو اس بات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دونوں بیمار پڑ گئے۔ جن میں سے

شہزادہ لقمہ اجل ہو گیا اور بادشاہ کو مجبوراً اپنی سلطنت اپنے کنبہ زادوں  
کو جو درحقیقت اس کا بیٹا اور برابر کا حق دار تھا دینی پڑی۔  
چاک کو تقدیر کے ٹکڑے نہیں کرنا رہے  
سوزن تدبیر گرچہ عمر بھر سیتی رہے

ایک مرتبہ رات کے گیارہ بجے آپ چنا سوامی کے مکان پر پہنچے اور  
دروازہ کھلو کر اندر گئے۔ چنا سوامی کی بیوی نے کہا نا پیش کیا۔ آپ نے تہوڑا  
سا کہا یا اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ باجی راؤ اور ایکنا تہہ راؤ کو بھی خبر ہو گئی اور  
دشمن کو حاضر ہوئے۔ یہاں سے مہاراج ایکنا تہہ راؤ کے گھر گئے۔ اسکی بیوی  
نے آئیں کریم پیش کی آپ نے خوشی سے کہا ٹی۔ پہر ایکنا تہہ راؤ نے اپنے گھر کا تام  
سامان دکھایا اور پہر صندوقچہ کھو لکر نقدی اور زیورات دکھائے۔ پہر مہاراج  
نے خود چپے چپے گھر کا دیکھا اور پیچھے کے دروازے سے نکل کر سیتا رام کے گھر  
میں داخل ہوئے اور چند منٹ ٹہر کر باہر نکلے پترا بابو کے مکان میں پچھلے  
دروازے سے داخل ہوئے۔ اس نے بھی اپنا سا گھر دکھایا اور اخیر میں پوجا  
پاٹ کی کوٹھری میں لیگیا۔ یہاں ایک کونے میں سری کرشن پریم ہنس کا فوٹو  
رکھا ہوا تھا مہاراج نے اسکو بڑی محبت سے اٹھایا اور پہر اپنی جگہ رکھ دیا  
پترا بابو کی بیوی نے آپ کی آرتی پوچھا کی اور مصری کی ڈلی نذر کی۔ آپ نے

ڈلی فی اور رخصت ہوئے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ میرا بائی بھی تھی اس نے کہا کہ میرا باپ بھی آپ کا ممتنی ہے آپ نے فرمایا پہر کبھی دیکھا جائیگا۔ اور چٹ سوامی کے مکان میں پچھلے دروازہ سے داخل ہو کر سامنے کے دروازے سے باہر نکلے اور اپنے چھپرہ بن تشریف لے آئے۔ آپ کا اس طرح رات کو اچانک ان چار آدمیوں کے گھر جانا خالی از علت نہ تھا لیکن ظاہر میں اس کو مطلب سے بیخبر ہیں۔

بابوراؤ اور کہاڈیکر دو دوست جہاراج کے معتقد نہ تھے حالانکہ انکی بیویان جہاراج کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہا کرتیں۔ اور بار بار کہا کرتیں کہ سکر خاوند بھی آپ کی سیوا کرنے لگیں تو اچھا ہے۔ جہاراج ٹال دیا کرتے کہ دیکھا جائیگا ایک دن یہ دونوں خود ہی جہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دروازے پر لگ کر کھڑے ہو گئے۔ اور ہنسی سے پوچھا کہ جہاراج اندر ہیں؟ ہنسی نے جا کر طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ ”اُن سے کہہ“ کہ اندر جہاراج کے پاس جانیکی ضرورت نہیں ہے تم مجھ ہی کو سلام کر لو؛ کیونکہ یہ دونوں تجھ ہی کو سلام کرنے کے قابل نہیں دروازے سے لگو تو کھڑے ہی تھے یہ سکر بہت شرمائے اور ہنسی کے آنے سے پہلے ہی بہاگ گئے۔ اسکے بعد سے انہوں نے بلاناغہ آنا شروع کیا۔ اور ایک دن علیحدہ علیحدہ پوجا کر نیکاراوہ ظاہر کیا۔ جہاراج نے فرمایا کہ جب تک مجھے تمہاری صداقت کا یقین نہ ہوئے گا اس وقت تک اجازت نہیں دے سکتا۔

ایک دن انہوں نے خود ہی جہاراج کے اور بیٹی اور جہار رٹا کیوں کے  
 نہلانے کی رسم میں شرکت کی۔ اور دو چار روز بعد بابو راؤ نے پوجا کا سامان  
 لاکر بڑے زور شور سے جہاراج کی پوجا کی۔ پوجا سے پیشتر جہاراج نے بابو راؤ  
 سے کہا کہ دیکھو آج کی پوجا سنی کھیل نہیں ہے۔ اور اسکی ڈمہ واکھم دو نو پیر عا  
 ہوگی۔ پتھر پر جب تک پہول اور سیندور تین چڑھاتے اور اسکی پوجا دیو  
 کی حیثیت میں نہیں کرتے پاخانے کی کھڈی میں لگایا جاسکتا ہے۔ لیکن جب  
 یہی پتھر بچنے لگتا ہے تو پہرہ یا نہیں کیا جاتا۔ ہذا اگر بد اعتقاد ی سے میری  
 پوجا کی تو تجھے اس کا سخت خمیازہ اٹھانا پڑے گا۔ بابو راؤ نے کہا جہاراج مجھو  
 ب آپ پر کامل اعتقاد ہے۔ اسکے بعد یہ دونوں دوست واقعی سے معتقد نظر

ایک مرتبہ کھاڈ لکر شب کو ذرا دیر سے جہاراج کی خدمت میں حاضر ہوا  
 جہاراج کہانا کہا رہے تھے۔ جہاراج اس پر غصے ہوئے اور کہانی کی تہائی اٹھا کر  
 ماری جو اسکی گود میں گری۔ جہاراج کو غصے دیکھ کر اس نے تہائی اٹھا کر ایک  
 طرف رکھ دی اور گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ لوگوں نے کہا کج بخت وہ تو تبرک تھا تو نے  
 چھوڑ کیوں دیا۔

ایک مرتبہ بارش بڑے زور کی ہو رہی تھی۔ آپ نے حاضرین سے  
 فرمایا کہ ایک وقت یہاں ہر قوم کے لوگوں کی بارش ہوگی۔

ہمارا ج ہمیشہ نیم کے پتوں کی بھجیا کہا یا کرتے تھے ایک دن عورتیں  
 چال میں لگے ہوئے درختوں سے پہول توڑ رہی تھیں۔ ہمارا ج نے مذاق  
 بان سے کہا کہ تم لوگ مجھے خدا کا اوتار سمجھتے ہو اور پہر ہی مجھے نیم کے کڑوے  
 پتے کھلاتی ہو۔ ذرا خیال تو کرو کہ ان کڑوے پتوں کے بدلے میں خدا تمہیں  
 کیا دے گا؟ عورتیں پسینہ پہول توڑتے توڑتے رگ گئیں اور گہیرا کر کہا ہم تو آپ  
 کے لئے طرح طرح کے لذیذ کھانے لاتے ہیں مگر آپ خود ہی نہیں کھاتے اور نیم  
 کی بھجیا ہی کھاتے ہیں۔ آپ فرمائیں تو آئندہ سے یہ کڑوی بھجیا نہ لایا کریں۔  
 آپ نے فرمایا نہیں بندہ کرنا میرے لئے کڑوی اور پیٹی چیز ایک ہی ہے

ایک مرتبہ بہت سی عورتیں جمع تھیں آپ نے فرمایا کہ کیا تم سب  
 مجھے سچی محبت رکھتی ہو؟ سب نے کہا جی ہاں۔ آپ نے کہا تو میں جو حکم دوں  
 اسکی تعمیل تم کو کرنا پڑے گی۔ سب نے کہا بسر و چشم۔ ہمارا ج نے اسپر کہا کہ اچھا  
 کالک تیل میں ملا کر لاؤ اور میرے تمام بدن پر مل دو۔ عورتوں نے کہا ہمارا  
 ایسی جرات ہم سے کیونکر ہوگی؟ ہمارا ج نے فرمایا تو تم کو ابھی پوری محبت نہیں ہے  
 دو ایک روز بعد راؤ صاحب و نایک راؤ کی بیٹی سونا بائی اور دوسری چند عورتیں تیل  
 میں کالک ملا کر لائیں اور پیش کیا۔ مگر تمام عورتوں نے انکو لعنت ملاست  
 کرنا شروع کی کہ ہمارا ج کے چہرے پر کالک لگاتی ہو۔ تمہارا کیا حال ہوگا؟

یہ شکر جو تین بیچھے ہٹ گئیں مگر ایک عورت ان میں سے آگے بڑھی اور کہیں  
 علم فرض ہے۔ ہمارا چہرہ خواہ کیسا ہی کیون نہ ہو جائے۔ اس پر سب نے د  
 شروع کر دی۔ ہماراج نے فرمایا اچھا خیر تم لوگوں کی مرضی نہیں ہے تو وہی  
 مگر یہ لائی ہے تو ایک ٹیکا لگا لینے دو۔ چنانچہ اُس نے ایک ٹیکا لگا دیا۔

حقیقت ہماراج کا تصرف اب استقدر بڑھ گیا تھا کہ ہر ایک آدمی جو آپ کی  
 خدمت میں حاضر ہوتا دنیا و مافیہا کو بہو لکر آپ کی محبت میں بیخود ہو جاتا۔  
 چنانچہ ایک دن پترا بابو نے جوش محبت میں اپنے پیٹ میں نشتر مارا اور اسکو  
 خون سے آپ کی پوجا کی۔ اس جان نشتری کو دیکھ کر ہماراج کا دل بہر آیا اور  
 آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہی حال اسکی ۶۰ سالہ بڑھیا خالہ کا تھا کہ  
 ہماراج کا نام سننے ہی رو پڑتی تھی۔

جس زمین پر کھڑگپور بسا ہوا ہے اسکے منبرک ہونے کے متعلق آپ  
 نے ایک دن فرمایا کہ شاستر کی رو سے یہ خطہ زمین نہایت مقدس ہے کیونکہ  
 لنگامائی اسکے قریب سے گذرتی ہے۔ یہ مقام پہلے ایک زبردست جنگل تھا  
 اور بہان جہا یوگی جب تپ کیلئے آیا کرتے تھے۔ ہماروادی اور بہنگی چال  
 ور یہی مقدس جگہ ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ بہان جمع ہوتے ہیں اور ٹہہ

کڑگپور  
 بہنگی  
 چال



جہاراج کا اور سائین بابا کا تعلق ہوگا۔ چنانچہ اسی تحقیق کے لئے اس نے چند روز کی چھٹی لی اور جہاراج سے اجازت لیکر شیرڈی آیا۔ سائین بابا رحمتہ اللہ علیہ کی قد مبوسی کے بعد اس نے شیرڈی کے لوگوں سے جہاراج کے حالات معلوم کئے اور کھڑگپور کے تمام واقعات سنائے اور شیرڈی والوں کو جہاراج کا پتہ ملا۔ منگو لکرنے کھڑگپور آکر شیرڈی اور سائین بابا کے حالات اور جہاراج اور سائین بابا کے تعلقات کا ذکر کیا جس سے شیرڈی اور بکری کا معاملہ حل ہوا۔ چونکہ جہاراج کا قیام اب کھڑگپور میں کم رہ گیا تھا اسلئے قدرتی طور پر لوگوں کے دل میں آپ کے فوٹو لینے کا خیال پیدا ہوا اور سب نے ملکر عرض کیا مگر جہاراج نے انکار کیا اور فرمایا کہ میری اس خاک آلودہ۔ نحیف وزار۔ برہنہ اور جنونی ہیئت کو اپنے لوح دل پر نقش کر لو یہ ہی میرا سچا اور اصلی فوٹو ہوگا جو ہمیشہ تمہارے پاس رہ سکتا ہے۔ لیکن کسی نے نہ مانا اور اصرار کرتے رہے۔ آخر بابو راؤ کے بہنڈارے کے دن۔ بابوراؤ۔ ایکنا تھ راؤ۔ چناسوامی اور ماما گارڈو وغیرہ نے ضد کر کے آپ کو رضا مند کر ہی لیا اور بہنڈارا تقسیم ہونے سے پہلے شام کے پانچ بجے آپ کا فوٹو لیا گیا۔ جو اس صفحہ کے مقابل چسپان کیا گیا ہے۔

جہاراج کے کھڑگپور چھوڑنے سے پیشتر بابوراؤ نے پہر بہنڈارا دینا چاہا۔ لیکن جہاراج نے اجازت نہ دی۔ جب بہت ہی ضد کی تو فرمایا خیر تمہاری



شری سگر واپاسنی مہاراج (سکوری)



مرضی۔ چنانچہ ہنڈارے سے ایک روز پیشتر تمام سامان خرید لیا گیا۔ لیکن ہنڈارے کے دن آٹھ بجے صبح تک بارش ہوتی رہی اور چاروں طرف پانی ہی پانی ہو گیا۔ بابوراؤ اور اسکی بیوی دوڑے ہوئے جہاز کے پاس آئے اور عرض کیا کہ آج تو ہمارے ہنڈارے کا دن ہے اور بارش اتنی ہے کہ تمام ہنگی چل میں ٹخنوں ٹخنوں پانی سے۔ جہاز نے فرمایا کہ بابوراؤ کی نیت صاف نہیں ہے اس لئے خدا نے بارش بھیج دی۔ اس حالت میں ہنڈارے دینا نا ممکن ہے۔ بابوراؤ کی بیوی نے کہا جہاز یہ سب آپ کا کیا ہوا ہے آپ مختار ہیں جو چاہیں کریں۔ جہاز نے فرمایا کہ گھر پر ہی کہنا پکاؤ اور تقسیم کر دو یہاں لائیکلی کیا ضرورت ہے لیکن انہوں نے یہ منظور کیا اور کہا کہ ہم تو آپ کے ہی قدموں میں ہنڈارے کرینگے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اگر یہ ہی خیال ہے تو سامان اٹھا لاؤ اللہ مالک ہے۔ چنانچہ سامان آیا مگر بارش بدستور رہی۔ جہاز نے فرمایا کہ ضرور تمہاری نیت میں فرق ہے۔ لیکن خیر تم آگ سلگاؤ اور پکانا شروع کرو۔ چنانچہ فوراً آگ سلگائی گئی۔ اور آگ کا سلگنا دُہر بارش کا بند ہونا ایک ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں پانی ہی بند ہو گیا۔ اسوقت قریباً۔ ا بجے تھے۔ کہنا پکنے لگا اور جہاز مکان کی سیڑھیوں پر بیٹھے تاشہ دیکھ رہے تھے کہ دو تین انگریز آپ کو غور سے دیکھتے ہوئے چل گئے شام کے چار بجے معمول کے خلاف نیگڑوں آدھو نکا ہجوم ہو گیا جس میں ہندو مسلمان اور انگریز سب ہی قسم کے لوگ تھے اور مخالفت پارٹی

کے ممبر ہی موجود تھے۔ اتنے میں جہاراج حسب عادت باہر سے واپس آئے اور چھپرے کے پاس اس قدر بچوم دیکھا کہ کونڈھی کے پاس ٹھہر گئے۔ اور سب کو منہ ملاحظہ کرنے لگے۔ اتنے میں دو تین انگریز گھوڑے پر سوار جہاراج کی طرف بڑھے جن میں ایک پولیس سپرنٹنڈنٹ تھا۔ اس نے لوگوں سے جہاراج کے متعلق چند باتیں دریافت کیں جن کا جواب ایکناتہہ راؤ نے دیا۔ پہر اس کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ فیروز علی روحانی قوت یحذہر دست ہوتی ہے۔ اور ہم اُن کے کسی کام میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ ہم ہی صرف تماشہ دیکھتے یہاں چلے آئے ہیں۔ پہر اس نے دریافت کیا کہ ایسا بڑا کہا نا کہ اور کون پکاتا ہے۔ ایکناتہہ نے کہا کہ ہر روز ایسا کہا نا پکاتا ہے اور جس کا جی چاہتا وہ جہاراج سے اجازت لیکر پکاتا ہے۔ مخالف پارٹی میں سے ایک نے کہا کہ جہاراج نام کے جہاراج ہیں مگر وحقیقت یہاں مکاری کا جال پھیلایا ہوا ہے جس میں بہنیں کر لوگ بیدین بنے جا رہے ہیں۔ ایکناتہہ نے کہا کہ یہ لوگ ہمارے مخالف ہیں جو جی چاہتا ہے کہتے ہیں۔ انگریز نے کہا میں سمجھتا ہوں بزرگوں کے بوک مخالف ہی ہوتے ہیں لیکن میں یہاں کے اس انتظام سے بہت خوش ہوں کہ ہر کام سہولیت سے ہوتا ہے۔ پہر اس نے جہاراج سے پوچھا کہ آپ کیا باز سے آئے ہیں۔ جہاراج نے کہا ناگپور سے۔ پوچھا کہ الید اس آپ کے پاس ہر روز آتا ہے۔ فرمایا میرے پاس روزانہ سینکڑوں آدمی آتے ہیں میں کسی سے خصوصیت

کے ساتھ نہیں ملتا میری نظروں میں سب برابر ہیں۔ زمین کیسا خیال رکھ سکتا ہو  
 پوچھا کہ آپ نے کبھی اسکو کچھ دیا ہے۔ فرمایا نہ میں کسی سے کچھ لیتا ہوں اور نہ  
 اسکو کچھ دیتا ہوں۔ یہ جوابات شکر افراسیہ نے سلام کیا اور خضعت ہوا  
 مڑ کے دیکھا کہ کتا نڈارو ہے حالانکہ کتا جہاراج کے پاس کھڑا تھا اور سب لوگ  
 دیکھ رہے تھے۔ یہ اوہراؤہر دیکھنے لگا اور گھوڑا دوڑا کر بھگی چال میں گیا  
 وہاں ہی اسے کتا دیکھائی دیا۔ واپس آکر جہاراج سے کہا کہ میرا کتا غائب  
 ہو گیا۔ جہاراج نے فرمایا کہ تیرے گھر میں ہے۔ افراسیہ نے کہا نہیں وہ میرے  
 ساتھ تھا اور وہ ایسا ہلا ہوا ہے کہ مجھے چھوڑ کر ایک قدم ہی کہیں نہیں جاتا  
 آپ نے فرمایا گھر جا کتا وہیں لیگا۔ چنانچہ کتا گھر پر موجود تھا۔

بہنڈا اتقسیم ہونے کے بعد جہاراج نے فرمایا کہ اب میرا کام پورا ہو گیا  
 اور میں بہت جلد یہاں سے جانیوالا ہوں۔ چنا سوامی سے ہی آپ نے کیا  
 دن فرمایا کہ میں آج کل میں جانیوالا ہوں۔ اُس نے کہا کہ میں ہمراہ چلوں گا آپ نے  
 فرمایا نہیں ہر ای کی ضرورت نہیں ہے۔

## کھڑکیوں سے روانگی

جب سے آپ نے یہ فرمایا کہ میرا کام اب ہو گیا اور میں آج کل میں جانے  
 والا ہوں معتقدین میں نہایت بچینی اور اضطراب پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً اس

مجمع نے جس میں ہر مذہب و ملت کے لوگ جمع ہو گئے تھے یقین دلا رہا تھا اور تمام لوگوں میں ایک قسم کا ہراس پیدا ہو گیا تھا اور ہر وقت آپ کے پاس ہجوم رہتا۔ لگا۔ سب کو یہ یقین تھا کہ آپ جائیں گے تو سب کے کہہ کر جائیں گے یہ خیال ہی نہ تھا کہ بے کہنے آپ تشریف لے جائیں گے۔ چنانچہ ایک روز لکشمی بائی اور دوسری عورتیں جب کہاں لیکر آئیں تو آپ نے فرمایا کہ تھوڑا سا کھانا اس میں سے لیکر کپڑے میں پیٹ کر چھپر میں رکھ دو۔ اندھنوں رات کو مجھ بھوک معلوم ہو کر کرتی ہے۔ لکشمی بائی نے تھوڑا سا کھانا رکھ دیا اور ۱۰ بجے کے بعد سب لوگ رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن صبح لوگوں نے چھپر خالی پایا مانتا تو ہنسا لیکن یہ بی خیال ہوا کہ شاید کہیں باہر گئے ہوں گے۔ تمام دن لوگ آپ کو چاروں طرف تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ آٹھ بجے میں چنا سوامی کو ڈاکٹر پلے کا تار بلا کہ مہاراج محل میں کو ۱۱ بجے کے قریب بخیریت ناگپور آ پہنچے۔ اور ان کے فرمان کے موافق یہ تار کیا جا رہا ہے۔ تار پڑھ کر سب کو تعجب ہوا کہ ۱۰ بجے رات تک تو کھڑگپور میں تھے اور ۱۱ بجے رات ہی کو ناگپور کیسے پہنچے۔ نہ اس وقت کھڑگپور سے کوئی ریل جاتی ہے نہ آپ کے پاس ریل کا کرایہ نہ دوسری ایسی کوئی سواری کہ ۱۰۰ میل ایک گھنٹے میں لے جا سب کو یقین ہو گیا کہ مہاراج اپنی روحانی قوت سے ناگپور جا پہنچے۔ جس سے معتقدین کے دل میں تازہ وقعت پیدا ہو گئی۔ اور انکو اطمینان ہو گیا کہ مہاراج بخیریت ہیں۔ لیکن دوسرے ہی روز مہاراج مسٹر فاکس کے گھر جاتے ہوئے دکھائی

دئے جہان آپ اکثر وہ وہ پیئے جایا کرتے تھے اور چند روز تک لگاتار ایسا ہوا  
 سٹر فاکس نے ہی کہا کہ بیشک وہ روز میرے یہاں آتے ہیں۔ بہنگی کے لڑکوں  
 نے کہا کہ ہمارا ج تو ہمارے ساتھ گولیاں کہلا کرتے ہیں۔ قلیون نے کہا کہ ہمارے  
 ساتھ روز کہدانی کا کام کرتے ہیں کسی نے بازار میں آپ کو پہرتے دیکھا بعض  
 اوقات خود معتقین میں سے کوئی اپنے گھر دیکھتا۔ غرض ان تعجب خیز اور حیرت  
 انگیز واقعات نے معتقین کو تذبذب میں ڈال دیا اور انکو شک ہو گیا کہ ہمارا ج  
 یہاں ہی کسی جگہ چھپے ہوئے اور ناگپور روحانی طور پر گئے ہونگے اس خیال سے  
 دہر اوہر تلاش میں رہتے یہاں تک کہ ۱۰ روز گزر گئے اور یہ واقعات  
 بالکل بند ہو گئے۔ اور سب کو آپ کے روحانی تصرف کا یقین ہو گیا۔  
 اگرچہ ہمارا ج کھڑگپور چھوڑ کر چلے گئے لیکن آپ کے وقت کی جارہی  
 رسومات کماری پوجا اور بہنڈا سے کے سوا بدھتور جا ہی ہیں۔ معتقین حسب دستور  
 قیام گاہ پر آتے اور سلام کر کے چلے جاتے۔ نوید ہی اس طرح روز آتا اور  
 بہنگیوں میں تقسیم ہو جاتا۔ عورتیں کچرے کی کونڈی کے پاس بیٹھ کر آپ کا ذکر  
 کرتی ہیں اور آپ کی تعریف میں گانے گایا کرتی ہیں۔ اس طرح مرد و نسا دستوراً  
 کچھ دنوں بعد ہمارا ج کی بیٹھک کی جگہ ایک پتھر بطور یادگار نصب کیا گیا اور  
 ایک چہرہ عارضی طور پر ڈال کر ہمارا ج کی آرتی پوجا کرنے لگے۔ اس کے بعد یہ  
 پھر پکی عمارت بن گیا۔ اور ہمارا ج اور دیگر بزرگوں کی تھویریں رکھی گئیں اور بڑے پیلے پر



آرتی پو جا اور بچن ہونے لگے۔

اب کچھ دنوں سے مہاراج کی سالگرہ کی رسم بھی منائی جانے لگی ہے  
اور دوسرے نہوار دن کی طرح یہ بھی ایک خاص تہوار ہو گیا ہے۔



# حصہ ہمارا

## مختلف مقامات کا دورہ

### اور بعد کے حالات

جیسا کہ ہم حصہ سوم میں بیان کر چکے ہیں ہمارا ج ۱۰ بجے شب کے قریب کٹر گیور سے روانہ ہو کر اپنی روحانی طاقت سے ... میل کا فاصلہ طے کر کے گیارہ بجے شب کو ناگپور تشریف لائے جہاں سے آپ کٹر گیور تشریف لیگے تھے۔ اور اسی ڈاکٹر پٹیل کے مکان پر پہنچے جکے یہاں پہلے مقیم تھے اور جکی وجہ سے آپ کٹر گیور گئے تھے۔

چونکہ رات تھی اور سب لوگ سو رہے تھے اسلئے آپ نے کسی کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور مکان کے چبوترے ہی پر لیٹ گئے۔ صبح کو ڈاکٹر پٹیل اور ایک گہروالو کو خبر ہوئی اور آ کر قد مبوس ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے۔ فرمایا اس کا جواب بدستیا پہلے کٹر گیور چنا سوامی کے نام

تار کر دو کہ میں بخیریت یہاں پہنچ گیا ہوں ورنہ وہاں لوگ پریشان ہونگے۔ پہر  
آپ اپنے اُسی پہلے کمرے میں جس کا بیان پیشتر ہو چکا ہے جا ٹھہریے اور ڈاکٹر پے  
سے کہا کہ مراٹھے۔ ویدھیہ اور انکی بیویوں کے سوا کسی کو میرے یہاں آئینکی خبر نہ  
کرنا۔ چنانچہ ویدھیہ کی بیوی آپ کے لئے کہا نا لائی اور ہماراج نے تناول فرمایا  
اور بہتور ایک وقت شام کو ہی کہا نا کہاتے۔ یہاں آپ کا پرانا مرض بواسیر بہر  
حد دہرایا۔ مے پھول گئے اور خون جاری ہو گیا جس سے ہماراج چند روز تک  
کمرے سے باہر نہ نکلے۔ ہماراج کی اجازت سے ڈاکٹر پے نے ڈاکٹر گنپت راؤ  
کو بھی شندی سے بلوایا۔ دو چار روز بعد میرا بانی اور اسکی خالہ کھرگپور سے  
آئیں اور میرا بانی کو ہماراج کی خدمت میں ڈاکٹر پے کے مکان پر چھوڑ کر اسکی  
خالہ کا مٹی گئی۔ ۱۰ روز بعد واپس آئی تو ہماراج نے فرمایا کہ میرا قیام کسی جگہ  
یقینی نہیں ہے اسلئے میرا بانی کو اپنے ہمراہ لیجاؤ چنانچہ میرا بانی کا مٹی چلی  
گئی۔ بعض اوقات ناگپور کے شہرچی بوئی صاحب کے فرزند کیشور وڈھیہ ہماراج  
کی خدمت میں اجازت لیکر حاضر ہوتے اور آپ کے اپدیش سے فیض اُٹھاتے  
راہی کے ساتھ ایک روز امراؤتی کے نامی وکیل آنریبل دادا صاحب کہا پڑھے  
ہماراج کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت ہی تعظیم سے پیش آئے اور اپنی  
عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔ دو تین روز سیلرح آتے رہے آخری دن رخصت  
کے وقت ہماراج نے فرمایا کہ دادا صاحب میں آپ کی وجہ سے اس مرتبہ

پر پہنچا ہوں۔ آپ کا تہ مجھے بند ہے اسلئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ مجھے سلام کریں۔ دادا صاحب نے کہا: "چونکہ نسبت خاک را با عالم پاک" آپ کی اور میری گذشتہ اور موجودہ حالتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ آپ ہر طرح قابل تعظیم ہیں۔ یہ کہہ کر وہ رخصت ہوئے اور امر آؤنی واپس گئے۔

جہاز کو ناگپور میں قیام کئے ہوئے تین ہفتے گزرے ہونگے کہ ڈاکٹر گنپت راؤ اپنی بیوی کو لیکر ناگپور آیا اور جہاز کو اپنے ہمراہ شندی لگیا۔ یہ بہاؤن کا مہینہ تھا اور پہلے ہی جہاز اسی مہینے میں یہاں تشریف لائے تھے۔

### شندی میں دوبارہ ورود

شندی پہنچ کر جہاز پہلے روز ڈاکٹر گنپت راؤ کے گھر ٹہرے لیکن دوسرے روز دو خانے کے احاطے کے ایک کمرے میں آپ نے قیام فرمایا۔ بوا سیر کی شکایت اب زیادہ ہونے لگی اور مٹے پھول کر لیمو کے برابر ہو گئے اور خون بہنے لگا۔ ایک دن رفع حاجت کے وقت آپ کو ہیچ تکلیف ہو رہی تھی کہ گنپت راؤ آنکلا اور سگریٹ سگا کر دیا کہ یہ پیچھے اس سے پاخانہ نسا ہو گا۔ آپ نے انکار کیا مگر ڈاکٹر کے اصرار پر آپ نے سگریٹ پیا جس سے پاخانہ آیا اور تکلیف میں کس قدر کمی ہوئی۔ چنانچہ ڈاکٹر ہر روز اعلیٰ قسم کے سگریٹ بیچتا رہا۔ جب جہاز کو یہ معلوم ہوا کہ یہ سگریٹ ایک آنے کا

ایک آتما ہے تو آپ نے بند کر دیا اور سٹراپ تبا کو منگا کر اپنے ہاتھ سے  
 بیڑی بنا کر پینا شروع کیا اور فرمایا اتنی قیمتی چیز فقیر و کجوزیب نہیں دیتا۔  
 مگر اسکے استعمال سے مئے کم نہیں ہوئے۔ اور ڈاکٹر گنپت رائے نے آپریشن  
 کی تجویز پیش کی۔ مہاراج نے بھی پسند کیا اور ایک پارسی ڈاکٹر صدر مقام  
 سے بلایا گیا۔ آپریشن کے وقت ڈاکٹر نے کلوروفارم سگھانا چاہا تو آپ نے  
 انکار کر دیا۔ ڈاکٹر کو عجیب لیکن مہاراج کی حالت جو ہر دم نئی مصیبت کے متلاشی تھو اس شعر کے مطابق تھی۔

مین سرا پا دروہون ایذا طلب ہر دل مرا

آسمان پر ہے نظر تازہ ستم کے واسطے (خاک)

اور کہا کہ بغیر کلوروفارم ہی آپریشن کرو۔ ڈاکٹر نے ہر چند سمجھایا کہ مرض بہت ترقی کر گیا ہے  
 حالت نازک ہے بغیر کلوروفارم سونگھے آپریشن سے آپ کو تکلیف ہوگی۔ آپ  
 نے فرمایا کہ میں خود گرتکلیف ہوں تم اسکا خیال نہ کرو۔ چونکہ حالت بہت ہی نازک  
 تھی اسکی جرات نہ ہوئی۔ آخر گنپت رائے نے کہا کہ یہ مہاتما ہیں انکو ظاہر ہی تکلیف  
 کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ جیسا مہاراج فرمائیں ویسا کرو۔ چنانچہ آپریشن  
 شروع ہوا اور قریباً پون گھنٹے میں ختم ہوا۔ جس عرصے میں مہاراج ٹیبل پر  
 بالکل ساکت اور خاموش پڑے رہے بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اس  
 لطف حاصل ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر یہ حالت دیکھ کر دنگ رہ گیا اور کہا کہ بیشک  
 یہ ہرگز گونا گوا ہی جگر ہے کہ اتنی دیر نہ شرچلے اور اسکی جسم کو تکلیف محسوس نہ ہو۔

پریشین کے بعد کئی روز تک مرہم پٹی ہوتی رہی لیکن تکلیف مین کمی نہ ہوئی۔  
 یہ روز آپ نے فرمایا بس اب تم لوگ اپنی دوا اپنے پاس رکھو مین اپنا سچ  
 آپ کو نونگا۔ چنانچہ بھلا نوا۔ پیاز اور ہلدی منگائی اور کہا کہ ان تینوں کو پیر  
 گئی مین ملاؤ۔ گنپت راؤ نے کہا مہاراج گچی زخم کیلئے سخت مضر ہے :-  
 نہ ننگائے۔ آپ نے فرمایا اپنی ڈاکٹر ہی رہنے دو اور جیسا مین کہوں ویسا  
 کرو۔ چنانچہ حسب الارشاد پٹس تیار کئی گئی۔ اور زخموں کو اس سے سینا گیا۔  
 بس سے دروین افاقہ ہو گیا۔ اور دو تین دن ہی عمل کر عیسے بالکل جاتا رہا لیکن  
 عمل جراحی مین کسر رہ جانے سے کچھ دنوں بعد سستے پہرا بہر آئے اور صرف رفع  
 حاجت کے وقت تکلیف معلوم ہونے لگی۔ ڈاکٹر نے چاہا کہ دوبارہ اپریشین  
 کرایا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ بس اب مجھے تکلیف ہی اٹھانا اچھا معلوم  
 ہوتا ہے۔ سول سرجن نے رائی دی کہ دن مین تین مرتبہ کھانا کھانے سے یہ  
 تکلیف خود بخود کم ہو جائیگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مہاراج شہر مین پہرے  
 گنپت راؤ نے کٹر گپور والوں کو اطلاع کر دی تھی کہ مہاراج یہاں  
 مقیم ہیں۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ درگا پوجا کے تہوار پر ہم مہاراج کے  
 درشن کو آئیے۔ چنانچہ درگا پوجا سے چار روز پیشتر کٹر گپور کے معتقدین کا ایک  
 گروہ جن مین برہمن۔ منگی۔ مدراسی اور بنگالی عورت و مرد تھے آن پہنچا۔ اور  
 سب کی ڈاکٹر گنپت راؤ نے اپنا مہمان کیا۔ مہاراج بھی ان کو دیکھا بہت خوش

ہوئے اور فرمایا کہ پہلے سب لوگ نہاد ہو کر کہا نا کہا لو پہرین تم سے بہت دیر تک باتیں کرونگا۔

یہ لوگ قریباً سات روز تک شندی میں رہے اور مہاراج کے نام سے ایک بھنڈارا کیا جس میں شندی کے برہمن اور غریب سکین بلائے گئے اور مہاراج کے آنیکی خبر عام ہو گئی۔ یہاں تک کہ ناگپور بھی خبر پہنچی اور وہاں سے بھی بہت سے لوگ درشن کو آئے اور ایک میلا سا لگ گیا اور پانچ چھ بھنڈارا دئے گئے اور کھڑگپور والوں کو کھڑگپور کا سین دکھائی دینے لگا۔

کھڑگپور والوں نے رخصت ہونے سے پیشتر ایک روز موقع پا کر آپ سے دریافت کیا کہ آپ کھڑگپور سے ناگپور اس قدر جلد کیونکر تشریف لے آئے آپ نے میرا بائی کی طرف اشارہ کر کے کہا جو اس وقت حاضرین میں موجود تھی کہ یہ مجھے اتنی جلد ہی ناگپور لائی اور لکشمی بائی نے کہا نا سفر کیلئے تیار کیا تھا۔ یہ سب کو تعجب ہوا کہ میرا بائی تو کھڑگپور ہی میں تھی یہ کیونکر لائی۔ سب کو تعجب دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ سنو میں تہین پوری حقیقت سناؤں۔

”میری روانگی کی شب لکشمی بائی نے میرے سفر کی تیاریاں کیں اور سفر کے لئے توشہ تیار کیا۔ صبح ہوتے ہی میرا بائی نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ میں نے توشہ نفل میں دبایا اور ہمراہ ہو لیا۔ یہ مجھے جنگلون جنگلون لئے پہری۔ دو پہر کو میں تھک کر چور ہو گیا تو اس سے دریافت کیا کہ تو

مجھے کہاں لائی ہے اور کہاں بچا لگی۔ اب تو مجھے ہوک لگ رہی ہے اور آگے بڑھنے کی تاب نہیں ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ اس وقت ہم جنگل میں ہیں اور جانا کہاں ہے اس پر بعد میں غور کریں گے۔ اب کہانا کہا کر ذرا آرام کر لیں۔ پہر ہم نے ایک درخت کے نیچے کہانا کہا یا۔ مجھو پیاس معلوم ہوئی تو میں نے میرا پانی سے پانی مانگا۔ اور یہ بقیہ ووق بیابان میں پانی کی تلاش میں نکلی۔ اور اس جنگل میں اسکو ایک باغ دکھائی دیا یہ چلائی کہ یہاں پانی ضرور ہوگا۔ باغ میں ایک جھونپڑی دکھائی دی۔ جب ہم دونوں باغ کے اندر گئے تو ایک کنواں نظر آیا اس کنوئیں کے منہ پر پتھر کا کٹھرا لگا ہوا تھا اور اس میں کوا بٹائے ہوئے تھے جس میں قفل پڑا ہوا تھا۔ اور اس طرح کنواں بالکل بند تھا۔ میرا پانی نے کہا کہ یہ کنواں ہے اور پانی ہی معلوم ہوتا ہے لیکن بند ہے۔ میں نے کہا نہیں کنواں نہیں ہے ورنہ جنگل میں اسکو بند کیوں رکھتے۔ پہر میرا پانی جھونپڑی کے قریب پہنچی جس میں ایک مسلمان بوڑھا بیٹھا تھا۔ اس نے میرا پانی سے پوچھا کہ یہاں کیوں آئی ہے۔ اس نے کہا کہ ہکوشہ ت کی پیاس لگی ہے جنگل میں کیسے پانی نہ ملا تو ہم یہاں چلے آئے۔ اب ہکو آپ پانی پلائے۔ بوڑھے نے کہا جاؤ یہ پانی دوسروں کے کام کا نہیں ہے اسلئے بند کر رکھا ہے۔ اسکو بعد اس بوڑھے نے میری طرف دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے۔ میرا پانی نے جواب دیا کہ یہ میرا باپ ہے۔ پہر میرا پانی نے عاجزی سے پانی مانگا۔ اس پر اس نے



کنجی دی اور کہا کہ پانی پی کر بدستور بند کروینا اور کنجی واپس کرنا۔ میرا بانی  
 نے دروازہ کھولا تو کنوین میں پانی نظر آیا۔ پہرین بوڑھے کے پاس گیا اور  
 ڈول اور رسی لایا۔ اسوقت اس نے تاکید کی کہ خروار پانی زیادہ خراب نہ  
 کرنا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اس جگہ میں تمہارے سوا جب اور  
 کوئی نہیں ہے تو پھر اس کنوین کو بند کیوں کر رکھا ہے۔ جواب دیا کہ یہ پانی  
 کچھ اور ہی قسم کا ہے۔ میں نے پوچھا کہ کہیں ہکو نقصان تو نہیں دیگا۔ اس نے  
 کہا نہیں تم کو نقصان ہوگا۔ پہرین کنوین پر آیا اور پانی کھینچا تو دیکھا  
 کہ وہ گدلا اور بالکل زرد رنگ کا ہے۔ ہم دونوں کو تعجب ہوا۔ مجھے  
 پیسے میں تامل ہوا۔ لیکن میرا بانی نے کہا کہ اسکو پی جاؤ تا کہ پیاس تو بجھے۔  
 غرض میں نے پیا تو نہایت لذیذ پایا۔ پہرین نے میرا بانی سے کہا کہ اس سے  
 غسل کرنا اچھا ہوگا۔ گو میرا بانی بوڑھے سے ڈرتی تھی لیکن میرے اصرار پر  
 راضی ہو گئی اور ہم دونوں نے اس پانی سے غسل کیا۔ اتنے میں وہ بوڑھا  
 آیا اور ہمیں خوب گایان دین اور دہمکایا۔ اسپر میرا بانی نے کہا کہ تم میرے  
 باپ کو نہیں جانتے ہو۔ اس کا مرتبہ آج ایسا ہے کہ وہ اعلیٰ ترین برہمن  
 کہلانے کا مستحق ہے۔ اُس نے کہا کہ میں اسکو جانتا ہوں۔ ہم دونوں ساتھ  
 کھیل کرتے تھے لیکن وہ مجھے ہول گیا ہے۔ ہم پہرینہان سے آگے بڑھے  
 اور راستے میں میں نے میرا بانی کو بتلایا کہ وہ کون تھا۔ وہ اعلیٰ مرتبہ کا

فقیہ معلوم ہوتا تھا۔ مین نے پہر میرا بائی سے پوچھا کہ اب آگے کہاں جانا ہے  
 اس نے کہا کہ مین ہی نہیں جانتی کہ کدھر جانا چاہیے۔ مین نے پہر اس سے کہا  
 کہ چل نہرے گھر چلین۔ اس نے کہا میری سسرال ناگپور میں ہے چلو مین نہیں  
 وہاں سے چوں۔ یہ کہہ کر اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھی شام کے چھ بجے  
 کے قریب ہم کاشی کے جنگل میں پہنچے اور وہاں سے اس نے اپنے گھر کا نشان بتایا  
 مین نے اس سے کہا کہ تھوڑی دیر جنگل میں تھیر جائیں کیونکہ یہ جنگلوں ناگپور میں  
 جانا نہیں چاہتی تھی۔ چنانچہ ہم رات کے اندھیرے میں ناگپور پہنچے۔ یہاں پہنچ کر  
 مجھے یاد آیا کہ مین نے پہلے یہاں ڈاکٹر پلے کے گھر قیام کیا تھا چنانچہ مین نے میرا  
 بائی سے کہا کہ مجھے ڈاکٹر پلے کے مکان تک پہنچا دے۔ غرض ہم قریب گیارہ بجے  
 رات کو ڈاکٹر پلے کے گھر پہنچے۔ چونکہ سب لوگ سو گئے تھے اور دروازہ بند تھا  
 اسلئے میرا بائی مجھے سائبان کے نیچے سلا کر چلی گئی۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ تھاری  
 میرا بائی نے مجھے استقدر قلیل عرصے میں کھر گپور سے ناگپور پہنچا یا۔

یہ شکر میرا بائی نے کہا کہ مجھے یہ خیالی واقعہ بالکل یاد نہیں ہے۔ مہاراج  
 نے فرمایا کہ اپنے طور پر یہ سب کام انجام دیکر الٹا مجھی کو جھٹلا رہی ہے۔ غرض  
 یہ قصہ شکر کھر گپور والے رخصت ہوئے۔ رخصت کے وقت انکو بڑا صدمہ ہوا  
 اور انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مہاراج بھی اس سے متاثر ہو کر  
 بدیدہ ہو گئے۔

شیندی کی برہمن منڈلی میں سے جو ہنڈارے میں مدعو کئے گئے تھے  
 اکثر حاضر ہوئے لیکن ان میں سے ایک برہمن گنتی کا بہکت تھا جبکو آنے میں  
 کوئی عذر نہ تھا مگر وہ دوسرے کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانے سے پرہیز کرتا تھا  
 کیونکہ گنتی کے بہکت کو دوسرے کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا جائز نہیں ہے  
 یہ برہمن آٹھ برس کی عمر سے گنتی کی پوجا دل و جان سے کیا کرتا تھا اور اسکو کئی بار  
 گنتی کا دشمن ہوا تھا۔ ڈاکٹر گنتی راؤ نے خصوصاً اسکو بلوایا۔ چنانچہ وہ آیا  
 اور ہماراج کے قریب بیٹھ گیا۔ ہماراج کے پاس ہنڈارے کا کھانا بطور نوید  
 رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے انہوں نے ایک بیسی لڈو اٹھا کر اسکو عنایت کیا اور  
 کہا کہاؤ۔ برہمن نے بلا عذر کہا لیا۔ کیونکہ ہماراج اسوقت اسکی آنکھوں میں گنتی  
 نظر آ رہے تھے اور اسل لڈو گنتی کا تبرک سمجھا۔ اور اس قدر خوش ہوا کہ آنکھوں  
 سے آنسو نکل پڑے۔ پہر وہ ہماراج کے قدم بوس ہوا۔ اور بولا کہ آج مجھے گنتی  
 کی سیوا کا پہل ملا۔ لہذا میں اب سے گنتی کی سیوا ترک کرتا ہوں کیونکہ جیانی  
 گنتی کے بدلے جتنا جاگتا گنتی میرے ہاتھ آیا۔ اس موقع پر آپ کا فوٹو بھی لیا گیا۔  
 ہماراج وقتاً فوقتاً ڈاکٹر گنتی راؤ اور اسکی بیوی کو خوب پٹیا کرتے۔  
 ایک مرتبہ آپ نے ڈاکٹر صاحب کو ناگہانی سے مارا لیکن جو شس عقیدت کو  
 اسکو بالکل احساس نہ ہوا۔ بعض اوقات آپ خفا ہو کر شہرے باہر ایک  
 مسامحات میں جا بیٹھا کرتے۔ یہاں ایک کتیا نے بچے وئے تھے اور کیکو

وہاں آنے نہ دیتی تھی لیکن جہاراج کے آنے پر وہ خاموشی مٹھی رہی۔ ڈاکٹر صاحب کہا نائیکر اس جگہ حاضر ہوا کرتے۔

اپنی پیام میں شکر رانا اور اسکی بیوی پاربتی بائی ناگپور سے حاضر ہوئے اور التجا کی کہ ناگپور تشریف لے چلین آپ نے پہلے تو انکار فرمایا لیکن اسکی منہ پر اپنے وعدہ کر لیا اور ناگپور تشریف لیگئے دو تین روز اسکو جہان رکھر شامراؤ کے یہاں دھان ہوئے یہ اور اسکی بیوی شالو بانجی ہی اکثر شندی جا کر ناگپور چلنے کی جہاراج سے التجا کیا کرتے تھے۔

رخصت کے دن ناگپور سیونسیڈی کے داروغہ ٹھاکر شالو جوناہایت نے اپرست اور فقیر دوست بزرگ میں جہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گھر دھان رکھنے کی خواہش ظہر کی آپ نے فرمایا کہ میں دھوئیں اڑانے نہیں آیا ہوں اور نہ اس قابل کہ ہر ایک شخص میری تعظیم کرے۔ داروغہ صاحب انکار شکر آبدیدہ ہو گئے۔ جہاراج نے انکو روتا دیکھ کر فرمایا کہ اچھا بابا روٹو نہیں چلونا۔ چنانچہ دوسرے دن آپ انکے جہان ہوئے۔ داروغہ صاحب نے اپنے مکان کو اعلیٰ پیمانے پر سجایا اور خوب روشنی کی تھی۔ آپ نے جو یہ کہو فر دیکھا تو کمرے میں داخل ہو نیکی بجائے صحن کے درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ داروغہ صاحب نے بہتیرا چاہا کہ اندر چلین مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آخر داروغہ صاحب نے اسوقت ایک عار منی سا بھان اس جگہ ڈالوا دیا تا کہ سردی سے آپ کو تکلیف نہ

بیٹھے بیٹھے رات زیادہ ہو گئی تو آپ نے وارونہ صاحب کو کہا کہ جاؤ سو جاؤ  
 وارونہ صاحب کو نیند کہاں! ساری رات بچن کرتے رہے۔ دوسرے دن  
 صبح کو بڑے پیمانے پر ہنڈا رکھا اور دوپہر کو وارونہ صاحب اور انکی بیٹی  
 نے نہایت کی تمسی پوہاکی۔ اس رسم کی ادائیگی میں چوتھے والے اس آدمی  
 جسکی پوہاکی جاتی ہے منتر پڑھ پڑھ کر تمسی کے پتے پہنچاتے ہیں اور اتنے کی اسکا  
 جسم پتوں سے ڈھک جاتا ہے۔ (شام کے وقت آپ وارونہ صاحب کہہ رہے  
 تھے کہ اب مجھے اجازت دو کہ میرا بائی کا خاوند کشن راؤ اور وین رشتہ دار ہیں  
 اور عرض کی کہ ہمارے یہاں بھی قدم رنج فرمایا جائے۔ آپ نے انکار فرمایا کشن  
 نے کہا کہ میرا بائی آپ کی ہے اور ہم میرا بائی کے لہذا آپکو ہماری التجا قبول کر  
 ہی پڑیگی۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا مگر کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ اور اسی نے آپ  
 اندھیرے میں کشن راؤ کے گھر پہنچے۔ اور مکان کی بالائی منزل پر آپ نے  
 قیام فرمایا دوسرے دن صبح ہوتے ہی ۵۰ آدمیوں کے قریب دروازے  
 پر آ پہنچے۔ کشن راؤ نے کہا بھی کہ ہمارا راج یہاں نہیں ہیں لیکن کسی نے نہ مانا  
 اور کہا کہ ہمکو معلوم ہے ہمارا راج یہاں ہی ہیں ہم دس دس کے بغیر کبھی نہ جلیں گے  
 مجبوراً ہمارا راج اشراف لائے اور سب کو دس دس لائے۔ ناشرین کا استعدا جھوم رہا  
 کہ آپ کو کئی روز تک میرا بائی کے یہاں ٹھہرنا پڑا۔ یہاں تک کہ ماؤ کی بیوی  
 آپ کا کہنا پکانے کے لئے آپ کے ساتھ رہیں اور وارونہ صاحب کی بیوی

ہی ہر روز آپ کے لئے نوید کا کہا نا لاتی زمین۔

مہاراج جن دنوں شنکر راؤ کے گھر مہان تھے تو اسکی بیوی پاربتی بائی نے اپنی ساس کی شکایت کی تھی کہ یہ نجیہ بہت ظلم کرتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹی تیری اور تیرے گہروا لونکی بچات اسی میں ہے کہ تو اپنی ساس کی بیہنجی کو صبر و استقلال سے برداشت کر اور اسکی تعلیم اور خدمت میں کوئی فرق نہ آنے دے اگر تو ایسا کرگی تو خدا کی مہربانی کی مستحق ہوگی۔ پاربتی بائی پر اس نصیحت کا بہت بھلا اثر ہوا اور اسکی تسلی حکم کا وعدہ کر لیا۔ اسی طرح اسکی ساس کو فرمایا کہ میں جسے آیا ہوں تم ساس بہو کا جھگڑا ہی دیکھ رہا ہوں۔ غور کرو کہ تم بہو کو اپنے بیٹے کے آرام کے لئے ہزاروں روپیہ خرچہ کے لائی ہو۔ اب اگر تم اسکو تکلیف دو اور اس سے برا سلوک کرو تو بیٹے کو آرام ملیگا یا دکھ؟ ایسی حالت میں تم تینوں ہمیشہ تکلیف میں رہو گے۔ اور گہر کی خیر و برکت ہی مٹ جائیگی اور مجھے ہی ان باتوں کا صدمہ ہوگا۔ چنانچہ اسپر بھی نصیحت کا کافی سے زیادہ اثر ہوا اور اس طرح ساس بہو کا جھگڑا سٹ گیا۔

ایک دن ایک برہمن بیوہ عورت یہاں کے کسی کوئل کی مان تھی اپنی بہو کو مہاراج کی خدمت میں لائی اور قد مبوسی کے بعد کہا کہ مہاراج اسکو خوب بارو

تاکہ اس کا پہلا ہو جائے۔ جہاراج نے فرمایا کہ اس طرح مارنے سے کیا پہلا ہوگا۔  
 میں کہی کیسے جان بوجھ کر نہیں مارتا۔ یہ باتیں وقت پر ہوتی ہیں میری اختیار  
 نہیں ہیں۔ لیکن یہ نہ مانی اور ہوسے یہ کہہ کر کہ جب تک جہاراج تجھے ماریں نہیں  
 یہاں سے نہ ہٹنا چلی گئی۔ گہرین انجی عورت کا بہنوئی پیار تھا اور اپنے کمرے میں  
 رات کو دروازہ بند کئے اکیلا پڑا تھا کہ یکایک چراغ گل ہو گیا۔ اندھیرے میں  
 گھبرایا مگر اتنی طاقت نہ تھی کہ خود اٹھ کر جلاتا یا کسی کو آواز دیتا۔ اسی خیال میں تھا  
 کہ اس نے دیکھا کہ کوئی میز کے قریب جبر پلپ رکھا ہوا تھا آیا اور پلپ کو روشن کیا اور پھر  
 قریب جا کر اسکو باہنگی بستر پر سے اٹھا کر بٹھا دیا اور غائب ہو گیا۔ مریض خوفزدہ ہو کر  
 چلایا۔ بیوہ اور اُس کا لڑکا دوڑے ہوئے آئے لیکن بند ہونکی وجہ سے کمرے میں نہ جا سکے  
 آخر بڑی مشکل سے مریض نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور وہ اندر داخل ہوئے۔ اس نے  
 تمام حال کہہ سنایا۔ بیوہ نے کہا گہر او نہیں وہ جہاراج تھے جو تم کو گہر بیٹھے ہی  
 درشن دے گئے۔ چنانچہ دوسرے دن صبح مریض کو جہاراج کی خدمت میں  
 لیگئے جہاں بیوہ کی ہوموہ دیگر چند عورتوں کے آپ کی سیوا میں بیٹھی تھیں۔ چند روز  
 میں بیمار اچھا ہو گیا۔

ایک دن کوئی شخص مٹھائی لایا۔ حاضرین میں تقسیم کرنے کے بعد مٹھائی کا  
 کاغذ پھینک دیا گیا۔ جہاراج نے وہ کاغذ اٹھالیا۔ اسپرنگ کا نام باوا کا اہنگ یا

دو ہا چھپا ہوا تھا۔ آپ نے سب لوگوں سے کہا کہ اسکو بڑبکر معنی بیان کر لیکن کوئی شخص نہ سمجھا سکا۔ اسپر مہاراج نے ایک وکیل کی عورت کو جو آپ کے پاس بیٹھی ہوتی یہ کاغذ دیا اور کہا تو اس کے معنی سمجھا چنا پڑا اسکی معنی سمجھا دئے آپ نے فرمایا کہ ”اب زمانہ پلٹ رہا ہے عورتوں میں علم کی ترقی ہو رہی ہے اور مردو جہالت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔“

ایک ہندو عورت مردانہ لباس میں دغلا و نصیحت کرتی پہرتی تھی اور کوئی اسکو پہچان نہ سکتا تھا۔ ایک دن یہ اپنے چند معتقدین کے ہمراہ مہاراج کے پاس آئی اور سلام کر کے بیٹھ گئی۔ آپ نے اسکو دیکھتے ہی فرمایا کہ ”دنیا ایک تاشہ گاہ ہے جس میں مرد و زن تقانون کی طرح بہر و پ بدل بدل کر پارٹ کر رہے ہیں۔ کبھی عورتیں مردوں کی جگہ پر آتی ہیں کبھی مرد عورتوں کی جگہ پر آتے ہیں۔“ اس اشارے کو یہ عورت سمجھ گئی اور ادب کے ساتھ اٹھ کر سلام کیا اور رخصت ہو گئی۔

مہاراج کو میرا بانی کے یہاں مہمان ہوئے ایک ماہ کے قریب ہو چکا تھا کہ آپ نے جلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ کشن راؤ (میرا بانی کا خاوند) نے آپ کو رخصت کرنے سے پیشتر ایک ہنڈا رکھا۔ اسی عرصے میں بیوہ بڑھپا اور اسکی بہو ڈھونڈا بانی نے آکر درخواست کی کہ ایک دو روز کے لئے ہمارے غریب خانے پر بھی تشریف



یوچلین۔ چنانچہ ہمارا ایک دن شام کو اچانک شکر راؤ کے یہاں سے رخصت ہو  
 ڈھونڈی بائی کے گھر آئے۔ شب کو یہاں ہی قیام فرمایا۔ دوسرے روز صبح کو یہ  
 نے عرض کیا کہ ہمارا میری بہو کے لئے دو عا کیجئے کہ اسکو اولاد ہو۔ ہمارا نے فرمایا  
 کہ مرد اور عورت دونوں ابھی جوان ہیں اسلئے نا اسید ہونگی کوئی وجہ نہیں ہے  
 میرے خیال سے تو بے اولاد مرد اور عورت کو اولاد و اولون سے زیادہ حقیقی اور  
 دائمی خوشی حاصل کرنا زیادہ موقع ہے۔ اس کی مثال کے لئے میں تمہیں ایک  
 سادہ ہوکا قصہ

سناتا ہوں۔ جو پیادہ پاتیر تھ کرتا پہرتا تھا۔ ایک دن دھوپ سے بچنے کیلئے  
 کسی امرلی میں چوٹا۔ اور تمام درختوں کو غور سے دیکھ کر ایک درخت پسند کیا اور  
 اس کے سایہ میں جا بیٹھا۔ شام کو اس امرلی کا مالک آیا فقیر دیکھ کر پاس آ بیٹھا۔ اور  
 پوچھا کہان سے آتا ہوا۔ سادہ ہونے کہا کاشی سے آیا ہوں اور رامیشور جا رہا ہوں  
 گھوڑی دیر آرام لینے کیلئے اس درخت کے نیچے آ بیٹھا ہوں۔ مالک نے کہا میری  
 خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسا بزرگ میرے بلغمین آئے۔ مگر ناگوار خاطر نہ ہو تو کسی  
 اور درخت کے نیچے آرام فرمائیے میں اس درخت کو کل کاٹنے والا ہوں کیونکہ  
 تمام درختوں میں ہی ایک درخت ہے جسکو آم نہیں آتے۔ سادہ ہونے کہا بابا  
 ایسوجہ سے میں اس درخت کے نیچے بیٹھا ہوں۔ تم اس درخت کو نہ کاٹو کیونکہ  
 اسی بے ثمر درخت کی وجہ سے تمام درختوں کو پھل آرہے ہیں۔ چوٹا سا ایک

۱۔ بڑے بڑے ہزاروں پتھروں سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے اسلئے کہ اس میں خلائی  
 ۲۔ لاکھ بہ نسبت اور پتھروں کے زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی جو چیز کیاب ہوتی ہے اسکی  
 قیمت زیادہ ہوتی ہے۔ بے اولاد مرد و عورت تعداد میں اولاد والوں سے بہت  
 کم ہیں اسلئے زیادہ قیمتی یا غذا کی رحمت کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ شکر مالک نے اپنا  
 ارادہ منع کر دیا۔ یہ وہ عورت نے کہا آپ کا فرمانا بہت جاو درست ہے نہیں شستر  
 سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بے اولاد کی نچایہ نہیں ہے۔ جہاں میں نے فرمایا کہ بالکل  
 صحیح ہے لیکن اسکا معنی سمجھنے میں لوگوں نے غور سے کام نہیں لیا ہے۔ پتر کے معنی میں  
 پتر کر نیوالا۔ یعنی جو اپنے والدین کو نجات دلائے وہ پتر ہے۔ لیکن جو اولاد نکلی اور  
 بد سانس ہوتی ہے وہ پتر نہیں ہے۔ اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے اور شستر  
 میں ایسی ہی اولاد اولاد کو لا دے گا گیا ہے اور ایسے ہی اولاد نجات سے محروم  
 رہتے ہیں۔ لیکن ایسے جوڑے کے متعلق جو اولاد کے جھگڑے ہی سے پاک ہو کوئی  
 سوال ہی نہیں ہے وہ یقیناً نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ تمام گہراؤ نہیں ڈھونڈنا  
 بائی کو اللہ اولاد دے گا۔ اسی روز شام کو جہاراج پہر کرشنا کے گھر واپس آئے  
 اس عرصے میں جہاراج کی شہرت اور متقدین کا جھوم بہت زیادہ ہو گیا تھا  
 اور اکثر سو فوہر خفیہ پولیس آتی رہی اور لوگوں سے جہاراج کا حال دریافت  
 کرتی رہی مگر کسی کی اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ خود جہاراج سے پتہ نشان دریافت  
 کرتے۔ اور بازار میں برسہا پہر نہ پر کچھ اعتراض کرتے۔

کشن راؤ کے مکان پر آ کے اپنے سفر کی تیاری کی اور کہا کہ اپنا گہوارا  
 میں بہت زیادہ دن ہو گئے۔ کل میں شندی اور شندی سے پونہ جاؤنگا اور اپنے  
 خویش واقارب سے ملونگا۔ کیونکہ انکو چھوڑے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا ہے۔ چنانچہ  
 دوسرے روز آپ روانہ ہوئے اسٹیشن تک ہزاروں آدمیوں کا جھوم ساتھ تھا  
 آگے آگے آپ اور ویدھییا کیل جس معتقد کے گہر پر گزر ہوتا وہ آپکو بٹیرا کر آپ کی  
 پوجا کرتا اور سینکڑوں لوگ قدم بوس ہوتے۔ چونکہ آپ شہر میں سے برہمنہ چل رہے  
 تھے ایک پولیس فسر لائین ہاتھ میں لئے آپکو روکنے کے لئے سامنے سے آیا۔  
 جہاں ج کو جو معلوم ہوا تو اُس سے پوچھا کہ کیا تجھے میں شنگا دکھائی دے رہا ہوں؟  
 اس نے آپ کو دیکھا اور کہا کہ اس وقت تو آپ ریشمی کنار کی دھوتی باندھے ہوئے  
 ہیں اور کیشن بگوان دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ قدموں پر گر پڑا اور  
 قدم بوس ہو کر الگ کھڑا ہو گیا۔ اور یہی کئی لوگوں نے اس ہیئت کو دیکھا  
 غرض اسی شان شوکت سے آپ اسٹیشن تک آئے۔ سب لوگ رخصت ہوئے اور  
 چنا سوامی ویدھییا کیل اور سالوبائی کے ساتھ ریل میں سوار ہو کر اسی شب کو شندی  
 پہنچے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے سالوبائی کو ویدھییا کیل کے ہمراہ ناگپور واپس بھیج دیا۔ اور  
 دوسرے دن خود بھی چنا سوامی اور اسکی بیوی کو ساتھ لیکر اسٹیشن پر آئے اور  
 ریل کے انتظامین اسٹیشن کے باہر بیٹھ گئے۔ یہاں ایک عورت نے اپنا چھ ماہ کا  
 بچہ جو بیمار تھا آپ کی گود میں ڈال دیا آپ نے اُسکو اٹھا کر زین پر پہنک دیا

مان کی محبت سمجھی کہ بچہ مرگیا بلبلا کر دوڑی اور اُٹھا کر چھاتی سے لگایا۔ بچہ بھی  
 جھکی، ونون سے نان کا دودہ نہیں پیتا تھا مان سے چٹ گیا اور دودہ پینے لگا۔  
 لٹنے میں ریل آئی اور آپ پونہ جانے کے لئے سوار ہو گئے۔ دوسرے دن  
 ریل کو پرگاؤن پہنچی تو آپ یہاں اتر پڑے اور دھرم سائے میں جا بیٹھے  
 چنا سوامی آپ سے اجازت لیکر اپنی بیوی کو اپنے بہائی ڈاکٹر پٹے کے پاس  
 چھوڑ آنے کے لئے شیر ڈی گیا۔ ان کے ذریعے شیر ڈی والوں کو معلوم ہوا  
 کہ ہمارا ج اتنی مدت کے بعد کو پرگاؤن آئے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر پٹے۔ دکشت اور  
 درگابائی وغیرہ قدبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ ان سب سے ملکر آپ چنا سوامی  
 کے ہمراہ پونہ پہنچے۔ چونکہ اپنے بہائی کا پتہ آپ کو معلوم نہ تھا اس لئے ایک جگہ  
 کھڑے اور چنا سوامی نے پتہ نکال کر آپ کے بہائی بالکرشنا راؤ کو خبر کی چنانچہ وہ  
 آئے اور ہمارا ج کو اپنے ہمراہ گھری گئے۔ چنا سوامی یہاں سے کٹرگ پور واپس  
 چلا گیا اور آپ صرف چار روز پونہ ٹھر کر منجوڈروانہ ہو گئے۔ ایک مہینہ کے  
 قریب آپ نے یہاں قیام فرمایا اور پھر شیر ڈی روانہ ہو گئے۔

### شیر ڈی میں دوبارہ ورود

رات کے۔ ابجے ہونے کے آپ شیر ڈی میں تشریف لائے اور سید  
 کہنڈو باکے مندر میں جس میں آپ کا پہلے قیام تھا پہنچے۔ ابا صاحب کی جو فوت  
 یہاں بیٹھا ہوا تھا آپ نے کہا کہ دکشت کو بلا لا۔ دکشت آیا اور تھوڑی دیر

بیشکر رخصت ہوا۔ دوسرے دن تمام شیر ڈی مین خبر ہو گئی اور چونکہ کھڑ گہو  
کے واقعات سب نے سنے تھے سب لوگ نہایت تنظیم و تکریم سے پیش آئے۔ دھما  
بانی دکشت اور سکون وغیرہ اپنے قدیم مراسم ادا کرنے لگے۔ یہاں آتے ہی  
آپ کو بوا سیر کی شکایت ہو گئی۔

ان ایام میں نانا ولی نامی ایک بزرگ جہاراج کے درپے آزار ہو  
اور طرح طرح کی تکلیفیں آپ کو پہنچانی شروع کیں۔ کبھی پرانی جوتیان جمع کر کے  
جہاراج پر پھینکتے۔ کبھی گھو اور گوبر آپ پر ڈالتے۔ جہاراج بعض اوقات خفا  
ہو کر انکو گالیوں دیتے اور مارا کرتے مگر یہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آتے۔ آخر  
تنگ آکر جہاراج نے خاموشی اختیار کی اور انکی شرارتوں کو صبر سے برداشت  
کرنے لگے۔ چنانچہ ایک دن نانا ولی نے جہاراج کو اپنی دھوقی پہنائی اور ان کا  
ٹاٹ کا ٹکڑا لیکر خود باندھ لیا۔ اور پھر جہاراج کو دو گھنٹے تک اٹھ بیٹھ کراتے  
اور ناچ بچاتے رہے۔ جہاراج نے بلا تذلیل حکم کی اور سائین بابا کے بہت سے  
مرید بھی اس وقت موجود تھے وہ بھی خاموش بیٹھے رہے۔

ایک دن نانا ولی نے آپ کو ایک گڈھے میں ڈبیل دیا اور اوپر  
سے ناگ پہنی ڈال دی جس جہاراج کا تمام جسم زخمی ہو گیا۔ ایک دن ایک  
عورت دودھ لائی انہوں نے اس کے ہاتھ سے کٹورا لیکر جہاراج کے سر پر  
مارا۔ آپ نے اُٹ بھی نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے۔

چند روز کے بعد کا ذکر ہے کہ آپ پل کے درخت کے نیچے تمام دن خاموش بیٹھے رہتے درگاہائی کہا نا بیکر آئی وہ ہی آپ نے پہنکدیا۔ اتنے میں راہٹا کے خوشحال سیٹھ آپ کے درشن کو آئے اور دریافت کیا کہ آج آپ اداس کیوں ہیں آپ نے فرمایا کہ صبح سے کہا نا نہیں کہا یا۔ اُس نے کہا حکم ہو تو لاؤں آپ نے فرمایا کہ اس شرط پر کہ تم بھی میرے ساتھ کہاؤ اس نے کہا بہت اچھا او اٹھنے لگا آپ نے فرمایا ہیر و تم کیوں جاتے ہو میں ہی دو آدمیوں کا کہا سنگٹے لیتا ہوں چنانچہ آپ نے اپنے زانو کے نیچے ہاتھ رکھا اور چند گرم روٹیاں اور بسین اسکے آگے رکھ دیں اور کہا لو کہاؤ اور خود بھی اوسکو ساتھ کہانے لگے۔ اس کے بعد آپ نے خوشحال سیٹھ کے باغ میں قیام فرمایا۔ اور لوگ یہاں درشن کو آنے لگے۔

ایک روز آپ اسی باغ میں برہنہ نہا رہے تھے۔ سب کو کہہ دیا تھا کہ میری طرف کوئی نہ دیکھے۔ لیکن سگون نے جو شیر ڈی سے آیا ہوا تھا دیوار کی آڑے دیکھنا شروع کیا آپ یکایک اُسے اور سکو پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے سڑک پر لیگئے اور کہاتے اب جی بہرے دیکھ اور دوسروں کو بھی دکھا اور یہ کبکروں پر پٹا۔ اور بٹے آئے۔ اسی دن سے اسکا دمہ جاتا رہا جس کی ایک مدت سے اسکو شکایت تھی۔ یہ شخص شیر ڈی میں موجود ہے۔

باغ میں ڈہڑ مانگ ہی آپ کے درشن کو آتے اور آپ اُن سے

بے تکلف باتیں کیا کرتے۔ چنانچہ ایک روز چند مہار عورتیں آپ کے پیروں پر رہی تھیں کہ برہمن عورتیں درشن کو آئیں اور مہار عورتوں کو دور ہٹ جانے کیلئے کہا آپ نے فرمایا میرے نزدیک تم میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے انکے ساتھ بیٹھنے میں کیون شرماتی ہو! پس سکر وہ عورتیں نہایت خضیف ہوئیں اور مہار عورتوں کے ساتھ آپ کے پیروں پر رہنے لگیں۔

خوشحال سیٹھ کے پاس ایک مکرہنا بیل تھا ایک روز اس نے ایک آدمی کو مار ڈالا اور ایک کو زخمی کر دیا۔ اس نے مہاراج سے آکر کہا کہ اس بیل کو بیچ ڈالتا ہوں۔ آپ نے فرمایا خبردار ہرگز نہ بیچنا اسی بیل کی بدولت تم کو بے تہا دولت ملی اور یہ خود بخود غریب بن جائیگا لیکن اس نے آپ کے فرمانے کا خیال نہ کیا اور بیچنے کے لئے بیچ دیا۔ خدا کی شان کہ کسی نے بھی نہ خریدا اور بیل پر واپس آگیا اور اسٹن مہاراج کے فرمان پر اب بہرہ رسہ کر کے رہنے دیا اور حقیقت وہ بیل غریب بن گیا۔

کچھ دنوں بعد خوشحال سیٹھ کے بیٹے دو دو سیٹھ مہاراج کو بلوغ سے اپنے گہڑے آئے۔ ایک روز کسی نے آپ کو ایک نارنگی نذر کی آپ نے ایک ایک پہانک تمام لوگوں کو دی حالانکہ نارنگی میں آٹھ دس ہی پہانکین ہوتی ہیں۔ ایک روز دو دو سیٹھ تین دن کے لئے نگر چلے گئے۔ دوسرے دن مہاراج انکو گہڑے نکل سا کوری سے ایک میل فاصلے پر کہیت میں جا بیٹے۔ شام کو

خوشحال سیٹھ آئے آپ نے فرمایا کہ تم کیون آئے میں خود آؤنگا۔ مات کو آپ نے  
 کہیت ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن دو مسلمانوں کے ہمراہ شیر ڈی روانہ  
 ہوئے مگر آدھا راستہ طے کر کے آپ بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں پندرہ بیس آدمی  
 جمع ہو گئے اور اپشونت راؤ اور شنکر پٹیل یہی آپہنچے۔ اود ہوانا آدمی کا ہوا  
 قریب تھا آپ نے انکو متعلق تقریر شروع کر دی یہاں تک کہ دن کے دو بج  
 گئے اور سب بیٹھے رہے ۳ بجے کے قریب ابراہا آپ نے فرمایا کہ اب تو جاف  
 صبح سے ہو کے پیاسے بیٹھے ہو بارش ہی ہو نیوالی ہے۔ لیکن کوئی نہ اٹھا اور  
 تقریر سننے رہے اتنے میں بارش شروع ہوئی اور سب بیٹھنے لگے مگر آپ کی  
 تقریر ایسی دلچسپ تھی کہ وہیں سب جھے رہے اتنے میں درگابائی کہانا لائی  
 اور آپ کو منت خوشامد سے اٹھا کر ایک جھونپڑی میں لگائی اور کہانا کھلایا اور  
 سب لوگ رخصت ہو گئے۔ رات کو پٹیل کے ساتھ آپ ساکوری چلے گئے۔ دوسرے  
 روز دو لو سیٹھ آئے اور جہاراج کو راٹھا لائے۔ ایک ماہ تک آپ دو لو سیٹھ  
 کے یہاں رہے۔ اس عرصے میں درگابائی آپ کے لئے بلاناغہ کہانا لاتی رہی جہاراج  
 اور دو لو سیٹھ نے منع ہی کیا لیکن درگابائی نے نہ مانا۔ اس کا معمول تھا کہ صبح  
 ایک بجے دو پہر تک سائین بابا کی خدمت میں رہتی اور آپ کو کہانا کھلا کر جہاراج  
 کا کہانا لیکر راٹھا پیدل آتی اور چار بجے کے قریب شیر ڈی واپس جاتی۔  
 ایک روز اسی طرح کہانا بیجاتے ہوئے اسکے پیر میں ببول کا کاشا چھبھا اور



قریباً ایک اونچے پاؤں میں اتار گیا لیکن اس نے کسی سے نہ کہا اور اپنا کام انجام دیتی رہی ایک ہفتہ بعد یہ انگوٹھا جس میں کانٹا لگا ہوا سوچ گیا اور پیپ پڑ گئی مہاراج نے پوچھا تو کہا کہ کانٹا اندر ٹوٹ گیا ہے۔ نکالا گیا تو ایک انچ سے زیادہ لمبا تھا۔ درحقیقت درگاہانی سائین بابا رحمتہ اللہ علیہ کی سچی اور بے لوث خدمت گزار تھی۔ اور جس طرح اس نے سائین بابا کی خدمت کی تھی اسی طرح اب مہاراج کی خدمت کر رہی ہے۔

درگاہ جاکا تھوڑا قریب آیا تو کٹر گپور والوں نے دو کوسیٹھ کی معرفت مہاراج سے حاضر ہونے کی اجازت لی اور درگاہ چلے دو تین روز پیشتر آ پہنچے دو کوسیٹھ کے جہان ہوئے اور ایک ہفتہ تک میلہ ملا۔ ساتویں روز بہنڈارا گیا جس میں رام لٹا سا کوری اور قرب وجوار کے تمام گاؤں مدعو کئے گئے۔ بہنڈار کے دن پہلے مہاراج کی آرتی پوجا کی گئی اور پھر دو کوسیٹھ مہاراج کو نہایت شان شوکت سے بہنڈارا تیار ہونے کی جگہ پر لے گئے۔ اس وقت انا پڑنا کا ماتہ پاپ کے ماتہ میں تھا۔ مہاراج نے ہر برتن میں سے تھوڑا تھوڑا کھانا چکھا جس سے سب کو یقین ہو گیا کہ اب یہ کھانا جس قدر خرچ ہوگا اسی قدر بڑھے گا اور درحقیقت ایسا ہی ہوا۔ مہاراج یہاں سے رخصت ہو کر باغ میں آ بیٹھے اور پچھارہ بجے رات کے بارہ بجے تک کھانا تقسیم ہوتا رہا جس میں قریب ۲۰ ہزار آدمیوں نے کھایا۔ اور کھانا کافی مقدار میں بچ گیا۔ دوسرے روز پھر گاؤں والوں کو بلا لیا گیا

اور تمام دن کہا نا تقسیم ہوتا رہا شام کو پہر کہا نا پنج رہا تیسرے روز پہر تقسیم ہوا اور شام کو پہر پنج رہا۔ تین روز کی محنت سے لوگ تھک گئے تھے لہذا مجبور ہو کر لوگوں نے جہاز سے پوچھا کہ کہا نا ختم ہی نہیں ہوتا اب کیا کیا جائے آپ نے فرمایا کہ غریبوں اور مسکینوں کو کھلاؤ اور بچا کچی کتے بلی کو کھلاؤ اور اگر اسپر ہی بیچ رہے تو ندی میں ڈال دو مگر بہ تن میں ایک دانہ ہی نہ رہنے پائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس بعد کٹر پور والوں نے غریبوں کو کھانا تقسیم کیا اور رخصت ہو گئے۔ انہی دنوں میں ایک بندہ آپ کے سامنے کر تن کیا کرتا اور کاموں کے اشعار گایا کرتا تھا جس میں برہمنوں کی موجودہ روش پر خوب نکتہ پسئی کی گئی ہے برہمن اس میں شریک نہ ہوتے اور اٹھ جاتے۔ آپ نے جو یہ دیکھا تو کہا دن خود کرتے سننے کے لئے جا بیٹھے اور جس قدر برہمن موجود تھے سب کو بیٹھنے پر مجبور کیا۔

ایک روز معاملہ دار اور سب اسپیکٹر پولیس آپ کے کورشن کو آئے آپ نے پہلے انکو بھی نہ دیکھا تھا۔ بیٹھتے ہی آپ نے فرمایا کہ یہاں کے بعض افسر ہیں جو اپنا فرض اچھی طرح ادا نہیں کرتے کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ مجھ بے آزار و مینا ہیں ہزار آدمی کو ہر وقت تکلیف دیتے رہتے ہیں اور یہ دیکھ کر وہ خاموش ہوجاتے ہیں۔ سب اسپیکٹر نے کہا جہاز میں پولیس کا افسر ہون چھے آپ حکم دیں میں ہر بات کا انتظام رکھوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مان مجھے معلوم ہے یہاں انتظام

کو گے شیر ڈی کے افسر بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے۔

یہاں سے دو لوسیٹھ مہاراج کو احمد نگر لگئے۔ اور اپنے بنگلے میں جو شہر سے باہر ہے مہاراج کو ٹھہرایا۔ یہاں ہی لوگ آپ کے درشن کو آنے لگے۔ آپ نے تنگ آ کر فرمایا کہ تم لوگ مجھ کو کون ستاتے ہو میں نہ ولی نہ سنت نہ کوئی کراست میری تم نے دیکھی۔ بغیر جانے پہچانے سلام کرنا اور سر جھکانا کیا فائدہ ان لوگوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ سجدہ خدا کو ہیکن در حقیقت سجدے کو خدا ہے اسلئے کہ جب تک سجدہ نہ ہو خدا کا دیدار کیونکر ہوگا۔ آپ مسکرا کر خاموش ہوئے۔ بنگلے کے آدھے حصے میں آپ تھے اور آدھے میں دو لوسیٹھ کی بیویاں ایک شب کو آپ زور زور سے دو لوسیٹھ کو گالیاں دینے لگے۔ آواز سن کر عورتیں جاگ تو اٹھیں مگر باہر آنکی ہمت نہ ہوئی اتنے میں مہاراج گالیاں دیتے ہوئے خود آئے دروازہ بند پایا تو ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر دروازے کے کاچ پر مارا پتھر اندر جا پڑا اور دروازہ کھل گیا اور آپ اندر داخل ہوئے۔ عورتوں نے اٹھ کر پاؤں چوئے۔ تھوڑی دیر میں آپ خاموش ہو گئے اور عورتوں کو سونے کی اجازت دیکر واپس تشریف لے آئے۔ عورتیں دروازہ بند کرنے آئیں تو دیکھا کہ دروازے کا کاچ ثابت ہے اور پتھر اندر پڑا ہوا ہے۔

تین چار روز کے بعد آپ راہ ٹاوا پس آئے اور یہاں سے ساکری پہنچے۔ جہاں انکے لئے ایک مندر میں ٹہرنے کا انتظام کیا گیا۔

ابنی ایام میں راہنما اور اسکا رد گرد کے گاؤں میں پلیگ شروع ہو گیا  
 ساکوری اس وبا سے محفوظ رہی۔ لوگوں نے خیال کیا کہ یہ مہاراج کے قدم کی  
 برکت ہے۔ تاہم ارد گرد موت کا بازار گرم دیکھ کر ڈر گئے اور مہاراج سے کہا کہ  
 ہم سب لوگ گاؤں سے باہر جاتے ہیں آپ بھی ساتھ چلیں۔ آپ نے فرمایا  
 کہ جب یہ مقام و با سے محفوظ ہے تو پہر کیوں جائیں۔ جب لوگوں نے اصرار کیا  
 تو آپ نے فرمایا کہ تم جاؤ میں تو یہاں ہی رہوں گا اور یلگ سے جو میزاریں  
 بے کہلیا کروں گا۔ چنانچہ تمام گاؤں باہر نکل گیا۔ اور عرصے تک گاؤں  
 خالی پڑا رہا۔ دسویں روز مہاراج نے جھاڑو سے تمام گاؤں جھاڑنا شروع  
 کیا۔ درگاہاں بھی اکثر آپ کا ساتھ دیا کرتی۔ کمال ایک ہفتے میں آپ نے تمام  
 گاؤں کو صاف کیا۔ ۲۰ ویں روز سب لوگ واپس آئے۔ اور آپ شیر ٹوی  
 تشریف لیگئے۔ اور کہندو با کے مندر میں جا قیام کیا۔

## باپ سے بیٹا بڑھ گیا

ایک روز سائین بابا رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں ڈاکٹر پلے کا صاحب  
 اور دیگر معتدین بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر پلے نے مہاراج کا ذکر چھیڑ دیا اور کہہ گئے  
 اور شرمی کے حالات بیان کئے۔ سائین بابا نے فرمایا کہ ”واقعی باپ سے بیٹا  
 بڑھ گیا“ ایسے سنکر کا صاحب اور دیگر اصحاب نے کہا کہ مہاراج ایک مکار

آومی بہن اور سائین بابا کے نام کو داغ لگاتے پہرتے ہیں۔ سائین بابا نے فرمایا کہ سب جان اٹھ کیا کسی کی محنت و ریاضت کا یہی صلہ دیا جاتا ہے۔ ابھی تم لوگوں نے کیا دیکھا ہے۔ کسی وقت یہ دنیا پر ایک عجیب راز کا انکشاف کر لگا جس کو سنکر تمام دنیا میں تہلکہ مچ جائیگا۔ یہ سنکر سب خاموش ہو گئے۔ اپنی دنوں میں بالابہائی چاندوڑ کر شیر ڈی میں بیمار پڑا۔ نفع کی حالت میں اس نے مہاراج کو اپنے پاس دیکھا اور سب کو کہا کہ مجھے سید ہا بٹھاؤ مہاراج آئے ہیں میں سلام کروں۔ سب نے خیال کیا کہ سر سام میں بک رہا ہے۔ اور کچھ خیال نہ کیا اس پر اس نے بگڑ کر کہا کہ کیا تم لوگ اندھے ہو مہاراج کھڑے ہیں اور تم تعظیم نہیں کرتے اور پر گویا مہاراج کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ ”یہ لوگ اندھے ہیں آپ کو دیکھ نہیں سکتے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے لینے آئے ہیں۔ لیجئے میں چلتا ہوں۔“ یہ کہہ کر چپ ہو گیا اور روح پرواز کر گئی۔

## مرحہ ہسپتال

بواسیر کی شکایت اب بڑھنے لگی تو اکثر لوگوں نے جو بیٹی سے سائین بابا کے درشین کو آتے مہاراج سے کہا کہ ہمارے ساتھ بیٹی چلو وہاں اچھا علاج ہوگا مگر آپ نے سب انکار کیا۔ ایک روز خود ہی درگاہ بائی سے کہا کہ مجھ کی ہسپتال میں علاج اچھا ہوگا میرا ارادہ ہے کہ وہاں جاؤں۔ درگاہ بائی نے کہا بہت مناسب ہے اگر سائین بابا اجازت دیدین تو میں بھی آپ کے ساتھ چلی چلوں۔ چنانچہ اس نے

سائین بابا سے مہاراج کا ارادہ بیان کیا اور کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں  
 ہی انکے ساتھ جاؤں۔ سائین بابا نے فرمایا کہ مجھے کوئی عذر نہیں بلکہ تو اپنی کی خدمت  
 کیا کر اور یہ سمجھ کہ اونکی خدمت میری ہی خدمت ہے۔

اجازت لیکر درگاہ بانی مہاراج کے پاس آئی اور دونوں مل کر مرج کو  
 روانہ ہوئے۔ چلی اسٹیشن پر آپ نے دہوتی باندھی اور کمر پہنا۔ اور بندریہ  
 ریل آپ مرج پہنچے۔ اور ہسپتال میں بذات خود سول سرجن سے ملے اور اپریشن کے  
 معلق گفتگو کی۔ اور کہا کہ بغیر کلورفارم شگہائے اپریشن کیا جائے جسکے لئے ڈاکٹر  
 نے غدر پیش کیا اور آپ نے اسکی مرضی کی موافق اپریشن کی اجازت دی۔ چنانچہ  
 اپریشن کیا گیا اور تین روز تک آپ ہسپتال میں رہے لیکن آرام معلوم نہ ہوا اور  
 آپ تیسرے روز بلا اجازت ڈاکٹر اپنے کمرے سے نکل درگاہ بانی کے کمرے میں آئے  
 دوسرے دن آپ نے درگاہ بانی کو گورنمنٹ ہسپتال کے سول سرجن سٹر ہیڈ بیڈ  
 کے پاس بھیجا اور مہاراج کو گورنمنٹ ہسپتال میں بلوایا اور ایک کمرے میں  
 رکھا۔ تین روز میں درد کو افاقہ ہو گیا لیکن پاخانہ کا راستہ بند ہو گیا اور اب اسکا  
 علاج شروع ہوا۔ اور روز بروز افاقہ ہوتا چلا۔ کھڑکپور والوں کو یہ حال معلوم  
 ہوا تو کچھ روپے آپ کے علاج کے لئے بھجوائے لیکن آپ نے واپس کر دئے  
 یہاں کو لہا پور کے کچھ لوگ تھے وہ ملنے آئے آپ نے کہا کہ تم جس کی تلاش میں ہو  
 میں وہ نہیں ہوں چونکہ ان لوگوں نے پہلے کہی آپ کو دیکھا نہ تھا واپس چلے گئے

دوسرے دن آپ کے ایک واقف کو ساتھ لیکر آئے اور اب آپ کو سب ملنا پڑا  
 ان لوگوں نے کہا کہ یہاں سے آپ ہمارے ساتھ کوہا پور تشریف لے چکے ہیں آپ  
 فرمایا اچھا۔ لیکن ہر ارادہ فسخ کر دیا اور کہا کہ پہر کبھی حاضر ہوؤں گا۔

۲۰ روز تک آپ یہاں زیر علاج رہے اور چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے  
 چونکہ کوہا پور یہاں سے قریب تھا اور آپ کے وہاں جانے کا وعدہ ہی کیا تھا لہذا دور گابائی کو  
 ساتھ لے کر کوہا پور روانہ ہو گئے۔ اور یہاں مہاششی کے مندر میں درشن لے  
 اور ہندو مذہب کے مطابق پوجا پاٹ کی اور ایک کونے میں جا بیٹھے۔

(نوٹ) یہاں یہ جاننا لازمی ہے کہ جو بزرگ خدا رسیدہ اور کامل ہوتے ہیں  
 وہ (شرعیات) اصول مذہب پر اخیر دم تک قائم رہتے ہیں۔ اگرچہ انکو اسکی  
 ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ وہ منترل شریعت طے کر چکے ہیں اور معرفت و حقیقت  
 کی منترل میں ہوتے ہیں تاہم دوسروں کے لئے مثال قائم رکھتے ہیں۔ چنانچہ  
 سوامی رام داس اور تکارام مہاراج پابند شریعت تھے اور اس زمانے میں  
 نادین مہاراج ہندو شریعت کے پورے پابند ہیں۔ کرشنانے کہا ہے :-  
 نئے پارتھاستی کر تو نیم تریشو لوکے شو کچن ۛ نا نو اپتم واپت ویم ورت ایو چہ کر سنی  
 یعنی اگرچہ میں ان مذہبی رسومات کی قیود سے آزاد ہوں لیکن پہر ہی انکی پابندی  
 کرتا ہوں جس میں ایک خاص منشا رہتی ہے۔

چونکہ ہرگز نہ جاننا آپ کے چہرے سے عیان تھا جو لوگ مندر پر سنبھ

کو آتے آپ کی ہی قد مبوسی کرتے اور رفتہ رفتہ ہجوم بڑھنے لگا۔ اگرچہ آپ نے  
 بہتیرا منع کیا کہ مین کوئی بزرگ یا سادہ ہونٹ نہیں ہوں تم کیون میری تعظیم کرتے  
 ہو مگر کسی نے نہ مانا۔ آخر آپ نے ارادہ کیا کہ مندر کے تنہ خانے میں جا بیٹھوں لیکن  
 لوگوں نے اصرار کیا کہ ہمارے گھر چل کر رہیں آپ نے کہا اچھا چنانچہ ایک ہی وقت  
 میں دو آدمی گاڑیاں بیکر آئے اور ہر ایک نے اپنے اپنے گھر لیجانے کی خواہش  
 کی۔ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے کسی تیسرے ہی کے گھر ٹھہرنا چاہئے۔ چنانچہ آپ کو  
 کہہ بارگلی میں کہہ بار سوامی کی سادھی کے قریب ایک کمرے میں ٹھہرایا گیا۔ یہ کہہ بار  
 سوامی ہندوؤں کے زبردست بزرگ ہوئے ہیں۔ جو ہمیشہ برہمن اور ایک رنڈی کے  
 مکان پر رہا کرتے تھے (یہ رنڈی ابھی تک زندہ ہے) اور اسی کے گھر میں ان کا انتقال  
 ہوا۔ یہاں جو لوگ درشن کو آتے وہ آپ کے درشن ہی کرتے اور طرح ہجوم بڑھنے  
 لگا۔ ان لوگوں میں مسٹر سداشیو راؤ کالے کی بیوی جالکی بائی آپ کو بہت ماننے  
 لگی اور ہر روز آپ کے لئے کھانا لایا کرتی۔ ہماراج نے اس سے ایک مرتبہ کہا کہ  
 ضرور تجھے کسی سد پروش نے بشارت دی ہوگی جو تو اس قدر خدمت کر رہی ہے۔  
 اُس نے کہا جی ہاں جب میں چھوٹی تھی تو خدا کی عبادت اور بزرگوں کا درشن کرنا  
 مجھے بہت پسند تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں نرسو باکی واڈی میں دیو پوجا کے لئے  
 گئی تو وہاں مجھے ایک ہما تھا کا درشن ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بابا مجھے  
 خدا کی ملیگا۔ انہوں نے کہا کہ تیری شادی کے چند روز بعد مجھے خدا کا درشن ہوگا



اور وہ ایک برہنہ برہمن کی صورت میں ہو گا۔ چنانچہ میں آپ کو اسکو مطابقت پاتی ہوں اسلئے آپ کی زیارت خدا کی زیارت اور آپ کی خدمت خدا کی خدمت سمجھتی ہیں آپکو یہاں ہی بوا سیر کی شکایت ہوئی اور سخت تکلیف کیوجہ سے ڈاکٹر کو بلوایا گیا جس نے نہایت غور سے علاج کیا اور آپکو کسی حد تک افادہ ہو گیا۔

کبھار گلی میں چند روز قیام کر کے آپ سٹریس آکٹانامی کبھار سوامی کے معتقد کے گھر جا پھیرے۔ جس نے آپکی بڑی خدمت کی اور چاندی کی رکابیوں میں کہا نا کھلایا۔ ایک دن اسکی چاندی کی تمام رکابیاں کوئی چرائیگیا مگر سسٹن جہاراج کو خبر نہ کی۔ اسی عرصے میں کہو دیکو کی بہن کی نتھہ ہی یہاں سے چوری گئی۔ جب آپکو خبر ہوئی تو فرمایا فکر نہ کرو ملجائیگے۔ چنانچہ آپ کے جانے کے بعد یہ تمام چیزیں ایک بہٹ جی کے پاس سے برآمد ہوئیں۔

مسٹر کالے نے آپکے نام سے برہمنوں کو ہینڈلر دیا اور نہایت شان شوکت سے آپ کی پوجا کی اس میں کوہا پور اور گوالیار کے راجہ کا ایک رشتہ دار بھی جو سائین بابا کا معتقد اور جہاراج کو جانتا تھا شریک تھا۔ اس نے جہاراج کو لہا پور کو خبر کی تو اس نے اپنے کارکنوں کی معرفت دعوت دی مگر آپ نے انکار کر دیا۔ چلتے وقت باغ میں آپکے فوٹو کا انتظام کیا گیا۔ مگر آپ نے انکار کیا اور راضی ہوئے تو باغ میں سے نکل ایک پاخانے کے سامنے جا بیٹھے اور پاؤں کے نیچے چند اینٹیں رکھ لیں۔ اور ایسجگہ آپ کا فوٹو لیا گیا۔ جو مقابل میں چسپان کیا گیا ہے۔



شری سدگرو آپاسنی مہاراج (ساکری)



کو لہا پور سے روانہ ہو کر آپ درگاہ بانی کے ساتھ پونہ اپنے بہائی باقر فنا  
راؤ شاستری کے یہاں آئے۔ یہاں ایک روز اپنے پڑوسی کے گہرین آٹا بیس  
ہے تھے کہ کسی نے آپ کو مار پھینایا آپ نے فرمایا چونکہ میرا تمہارا کوئی تعلق نہیں  
ہے اس لئے یہ مار چکی کو پھینانا چاہئے۔ یہ کہہ مار چکی پر ڈال دیا۔ ایک نے دہوتی  
تذکر کی تو آپ نے فرمایا اسی پہنگی کو دو چنانچہ اوس نے تعمیل حکم کی۔

پونہ میں آہٹہ روز قیام فرما کر آپ پھر شیرڈی تشریف لے آئے۔ درگاہ بانی  
سائین بابا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اب تو ہمارا ج کی ہی سخت  
میں رہ اور یہ سمجھ کہ میری خدمت کر رہی ہے۔ چنانچہ درگاہ بانی اب ہر وقت  
ہمارا ج کے پاس رہنے لگی۔ یہ دیکھ کر سائین بابا کے بعض معتقدین آپ کے سخت  
مخالف ہو گئے۔ ہمارا ج نے ان کے تصور بدلے ہوئے دیکھ کر اور نیز یہ خیال کر کے کہ سائین بابا  
کی موجودگی میں شیرڈی میں قیام کرنا مناسب نہیں ہے چونکہ ایک میان میں دو تلواریں نہیں  
رہ سکتیں۔ درگاہ بانی کی غیر حاضری میں جو کسی کام کا امر آؤتی گئی ہوتی تھی ساکوری تشریف  
لے گئے۔ اور یہاں شہری کہنڈے نامی ایک زمیندار کے کہیت میں ٹہرے یہاں  
ایٹونٹ راؤ اور انکی بیوی ہمارا ج کو اپنے گھر لیگئے۔ لیکن دو تین دن بعد آپ پھر  
اسی کہیت میں آ گئے۔ ایک ماہ کے بعد درگاہ بانی آئی۔ اس عرصے میں وکشت  
ہر روز شیرڈی سے آپ کے لئے کھانا لایا کرتا۔ اور ایٹونٹ راؤ اور انکی بیوی  
اور سٹیرڈی اور ساکوری کے لوگ آپ کے درشن کو روزانہ آتے رہے۔

ایک ماہ کے بعد آپ درگابائی کو ساتھ لے اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں دہلی تشریف لیگئے۔ چند روز یہاں قیام فرمایا اور پھر دو دہلی پھاڑ پر گئے۔ اور درگابائی کو کہا کہ مجھے یہ پھاڑ بہت پسند آیا ہے اب میں یہاں ہی رہونگا۔ اب تو خواہ یہاں رویا شیر ڈمی جا۔ تجھے اختیار ہے۔ درگابائی نے ساتھ رہنا پسند کیا۔ چند روز گزرے تھے کہ آپ نے مہتاجی نامی سائین بابا کے ایک معتقد کو جو آپ کو کئی مرتبہ بمبئی کی دعوت دے چکا تھا اور مہاراج ٹالڈیا کرتے تھے ایک خط لکھا کہ میں بمبئی آنا چاہتا ہوں۔ مہتاجی کی تودلی خواہش تھی لکھا شوق سے تشریف لائے۔ چنانچہ آپ دو دہلی پھاڑ سے شری گڑھ ضلع ناسک کے پھاڑ پر گئے۔ یہاں ایک پرانا مسند رہے۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد مہتاجی کو خبر دی کہ میں فلان تاریخ بمبئی آؤں گا۔ مہتاجی نے کئی اسٹیشن آگے آکر آپ کا استقبال کیا اور سیون میں ایک بنگلے میں ٹھہرایا مہاراج نے سچے ہوئے کمرے میں رہنا پسند نہ کیا اور ایک کوٹھری میں اپنا ٹاٹ بچھا کے بیٹھ رہے۔ سبکدڑوں آدمی یہاں درشن کو آنے لگے۔ انہی میں مسٹر فورے نے آپ کے نام سے بہت بڑا ہنڈارا کیا۔ اس میں سائین بابا کے معتقد راؤ صاحب ساٹھ ہی پونے سے آکر شریک ہوئے اور انکے علاوہ پونے کے پارسی اصحاب نے بھی شرکت کی۔

دیڑہ ماہ بعد مسٹر فورے کے ساتھ اوداسی ہوا آئے اور آپ کو اپنے ساتھ تلے گاؤں بجانب کی خواہش ظاہر کی چنانچہ مہاراج نے اقرار کیا اور دوپہ

روز بعد آپ درگاہ بائی۔ سار جابائی کی لڑکی انہو بائی اور اوو اسی بوا کے ہمراہ تلے گاؤن تشریف لیگئے۔ اور اوو اسی بوا کے مٹھ میں قیام فرمایا۔ دو روز بعد آپ نے شیلا رواڑی کے غار کا معائنہ فرمایا۔ یہاں سے روانہ ہو کر آپ سیدھے ساکوری تشریف لائے آئے۔ اور ساکوری کی سرحد پر ماروتی کے مندر میں اترے لیکن ساکوری کے لوگوں کے اصرار پر آپ نے ساکوری میں رہنا منظور کر لیا نیز یہ بات ہی تھی کہ آپ نے پیر و مرشد سائین بابا کی مقرر کردہ حدود سے باہر رہنا ہی آپ کو پسند نہ ہوا۔ چنانچہ آپ کے ایما سے ساکوری کے مسان کے قریب جہان لوگ و نکو بھی خوف کہاتے تھے ایک جھونپڑی بنائی گئی۔ یہ جگہ ناگ بھنی کے بڑے بڑے درختوں سے گہری ہوئی تھی اور بڑی شکل سے لوگ آپ تک پہنچتے تھے۔ چند روز بعد راہٹا اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے چند آدمیوں کی مدد سے یہ جگہ بالکل صاف کر دی۔

ابنی دنون میں واسو وینکٹ کہا سینس پر کھر گور میں فوج گرا اور آدھا دھڑ بیکار ہو گیا اور کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا اور یہاں تک نویت پہنچی کہ زندگی امید تک جاتی رہی۔ آخر ملازمت سے استعفا دلا کر مہاراج کی خدمت میں ملے آئے۔ آپ نے فرمایا یہاں کیون لے آئے نہ ڈاکٹر نہ حکیم اب علاج کون کر لگایا خیر لائے ہو تو ایک روز وٹھو بابا کے مندر میں رکھو اور پہر کسی دوسری جگہ رکھو اشد مالک ہے۔ لکشمی بائی یعنی کہا سینس کی بیوی دھونی کی را کہہ روزانہ

بیمار کو چٹایا کرتی۔ ایک ہفتے میں اٹھنے اچھا کر دیا۔ مہاراج نے فرمایا کہ یہ  
 جاؤ اور اپنی پہلی ملازمت بدستور رکھو۔ لیکن باوجودیکہ اس کا افسر اسکو دوبارہ  
 اپنی ملازمت پر بحال کرنے پر آمادہ تھا اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ میرا  
 دوسرا جنم ہے اور اسکو میں آپ کی سیوا میں گزارنا چاہتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا  
 چند روز بعد لوگوں نے آپ کے سامنے بہن کرنیکی اجازت مانگی آپ نے  
 فرمایا کہ یہ مسان ہے مندر نہیں ہے میرے سامنے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے  
 جو کچھ کرنا ہے اپنے اختیار سے اور مجھے دور کرو۔ چنانچہ جھونپڑی سے کچھ  
 فاصلے پر بہن ہونے لگا جو آج تک جاری ہے۔ اب لوگوں نے مہاراج کے  
 نام سے جاترا کر نیکارا دہ کیا اور مہاراج سے اجازت طلب کی آپ نے فرمایا  
 تمہیں جو کچھ کرنا ہے کسی مندر کے قریب کرو میرے پاس کیا رکھا ہے شاید تم  
 لوگوں کا خیال ہو گا کہ جس طرح سائین بابا تاتیا ٹیل اور دوسرے لوگوں کو  
 روزانہ روپے دیتے ہیں میں ہی تم لوگوں کو دوں گا۔ میرے پاس کچھ نہیں ہے نہ  
 میں کسی سے لیتا ہوں نہ کیوں دیتا ہوں۔ لہذا لوگوں نے کنیش جترتی سے تین  
 دن پہلے آپ کی جھونپڑی کے سامنے ایک بڑا شامیانہ تانا اور اس میں ایک  
 چھوٹا سا مندر کھڑے کا بنایا جس میں سائین بابا اور مہاراج کا فوٹو رکھا۔ اور  
 آٹھ روز تک بڑی دھوم سے جاترا ہوئی جس میں بہی پونہ اور دیگر مقامات  
 کے لوگ بکثرت شریک ہوئے۔ آخری دن بہنڈا راویا گیا۔

اسی عرصے میں راہٹا کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے گرو پور نمائے دن بڑے  
 پیانے پر کماری پوجا کی رسم ادا کی اور برہمن مرہٹے۔ ہمار اور دھڑون کے  
 بچوں کو نہلایا اور کہانا کھلایا۔ تقریب ختم ہونے پر ہمارا ج نے شامیانہ  
 گرانے کا حکم دیا۔ لیکن لوگوں کا خیال تھا کہ یہ ہمیشہ کیلئے قائم رکھا جائے اسلئے  
 رہنے دیا۔ اس موقع کے سات روز بعد کوئی اجنبی آدمی آپ کے پاس آیا آپ نے  
 اس کو خوب مارا اور گالیوں دیتے ہوئے باہر چلے آئے اور شامیانہ میں داخل ہوئے  
 اور کپڑے کے بنے ہوئے مندر کے پُرزے پُرزے کر ڈالے شامیانہ کے پردے  
 پہاڑ ڈالے اور شامیانہ اکھیر ڈالا گیا۔

دوسرے دن جب آپ کا غصہ کم ہوا تو لوگوں نے کپڑے کا ایک ٹامبی  
 مندر بنائیں کی اجازت لے لی۔ اور دریافت کیا کہ کل اس قدر غصہ کا کیا باعث تھا  
 آپ نے فرمایا کہ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آئندہ ۱۰ تاریخ کو ٹہیک بارہ بجے  
 دن کو ایک بڑا ستارہ ٹوٹ کر زمین پر گرے گا اور اپنی آسانی ہستی کو فنا کر دے گا  
 اسلئے میرے دل میں جوش پیدا ہوا کہ ہر چیز کو آگ لگا دوں اور اُسی میں میں  
 بھی جل جاؤں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم بھی وہ ستارا دیکھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا  
 ضرور دیکھو گے۔ یہ سن کر لوگ اس دن کا انتظار کرنے لگے۔ اور آپ اکثر  
 خاموش رہا کرتے۔ جو لوگ سائین بابا کے ورشن کو آتے وہ اب ساتھ  
 ہی ہمارا ج کا ورشن بھی کرنے لگے۔



## حضرت سائین بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

دسہرے کا دن اور مہینے کی دسویں تاریخ ہتی کہ لوگ جہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ بالکل اُداس اور غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے دریافت کیا کہ جہاراج آج سے پندرہ روز پیشتر آپ نے فرمایا تھا کہ ۱۰ تاریخ کو بڑا ستارہ ٹوٹے گا۔ آج ۱۰ تاریخ ہے۔ حکم فرمائے ہکو آج کیا کرنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کا نام لو اور سچن کرو۔ پہرا سوا وقت تمہیں نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ لوگ اپنے اپنے طریق پر عبادت کرنے اور سچن کرنے لگے ۱۲ بجے تک سب کی نظر میں آسمان پر لگی رہیں ساڑھے بارہ بجے تک جب کوئی تارہ ٹوٹتا ہوا نہ دکھائی دیا تو سمجھے کہ شاید جہاراج نے مذاقاً کہا ہوگا۔ لیکن ایک بجے شیر ڈی سے خبر آئی کہ ۱۲ بجے سائین بابا نے رحلت فرمائی **إِنَّا لِلّٰہِ وَإِلَیْہِ رَاجِعُونَ** ڈیہ خبر سکر سمجھے کہ آسمانی ستارہ سائین بابا ہے۔ سائین بابا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ کے تمام معتقدین جہاراج کی خدمت میں آنے لگے۔

سائین بابا کی وفات کے پانچویں روز راہٹا کے ہیڈ ماسٹر نے پہر کما دی پوہا کی اور غریبوں کو بہنڈا را دیا اور کپڑے تقسیم کئے۔ اسی طرح دیوالی اور کارنک پُر نما پر کما دی پوہا کی۔ ان رسومات یا پوجا پاٹ کے متعلق جب کوئی آپ سے

اجازت طلب کرتا تو آپ فرماتے کہ میں کسی نیک کام میں مارج ہونا نہیں چاہتا  
 لیکن ان رسومات کے کرینکا قطعی حکم بھی نہیں دیتا۔ خدا کے ملنے کا جو سید با  
 راجت ہو وہ تلاش کرو اور اسپر چلو۔

سائین بابا کی وفات کی خبر سنا کر آپ کی معتقد انوسایا بابائی جو ویدت  
 اور شاستر کی ماہر تھیں اور الوہیت پر ہمیشہ وعظ فرمایا کرتی تھیں شیرڈی  
 آئین اور یہاں سے ہماراج کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بنگلہر ہوئیں اور  
 جوش محبت سے آبدیدہ ہو کر کہا کہ میرے سائین بابا اب اس برہمنہ قالب میں  
 ہیں۔ اور آپ نے مجھے وعدہ فرمایا تھا کہ اسرار حقیقت سے تو آگاہ ہوگی لہذا  
 مجھے اپنے قدموں میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ ہماراج نے فرمایا کہ مائی  
 میں سائین بابا نہیں ہوں میں تو ایک غریب اور عاجز بندہ ہوں۔ انوسایا  
 بابائی نے کہا میرے لئے آپ سائین بابا یا ہی ہیں یہ کہہ وشنو کے مندر میں  
 جاٹھیریں۔ دت جینتی کی تقریب پر اسیک متعلق آپ نے ایک زبردست  
 تقریر کی۔ تین ماہ تک قیام کیا اور ہماراج کے درشن اور پوجا کے وقت  
 اکثر اپنے اشعار پڑھا کرتیں۔

ہماراج کی موجودگی نے ساکوری کو مرجع عام بنا دیا اور وہ دن  
 اسکی رونق بڑھ چلی۔ چنانچہ اس سال تل شکر کے تہوار پر کماری پوجا بندھارا  
 اور گولی پور کے ہماراج کی طرف سے آئے ہوئے شال ووشالے اور کمل کی

تقسیم ہونے پر ہوئی۔

اس سال بادشہ نے ہونے سے گہاس اور چارے کی بڑی قلت  
ہی۔ اور مویشیوں کا سبب بھانا غریبوں کے لئے دشوار ہو رہا تھا۔ چنانچہ  
جہازج کے کہنے پر پونہ اور بمبئی کے پارسی اور ہندو معتقدین نے ان بہو کے  
جانوروں کے لئے گہاس کا انتظام کیا اور ۷ ماہ تک ہر روز تین چار سو جانور  
پرورش ہوتی رہی۔ ساتھ غریبوں کو کھانا بھی تقسیم ہوتا رہا۔

جہازج کے قیام کو ایک سال کے قریب ہوا تھا کہ رام نوی کا تہوار آیا  
اور معتقدین نے جن مین بمبئی اور خصوصاً پونہ کے پارسی اور ایرانی اصحاب بھی شریک تھے  
ایک رات مین کپڑے کے ماضی مندر کی بجائے اینٹوں کا پختہ مندر بنا دیا اور یہ  
تہوار ۹ دن تک بڑی شان سے منایا گیا۔ مندر کے مقابل ایک گادی بچھائی  
گئی اور اسپریشمی غلاف چڑھایا گیا۔ اور جہازج کو اسپرٹھایا گیا آپ نے اپنا پرانا  
ٹھاٹ اسپرٹھالا اور بیٹھ گئے۔ پہر آپ کی پوجا کی گئی۔ اور آپ کی تصویر پانکی  
مین رکھ کر اسکا جلوس نکالا۔ پہر ایک بہنڈا راویا گیا۔ پونہ سے ہزاروں ناریل  
اور انانج کے تھیلے آئے اور بہنڈارے کا کھانا ۵ دن تک جاری رہا۔ بمبئی  
کے مسٹر مہتا اور دیگر اصحاب ست ناریل کے جلمے کراتے رہے۔

اپنی ایام مین مسٹر نوروز جی کہنڈے والے پڑاڑ کے کو ساکورہ لگا جو ایک عرصہ  
سے بیمار تھا اور سیوج سے ملازمت بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جہازج نے فرمایا

افسہ مالک ہے مہر کرو۔ چنانچہ چند ہی روز میں بیماری بھی جاتی رہی اور وہ ملازم بھی ہو گیا۔

بیساکنبہ کے عہنے میں ہماراج کی سالگرہ منائی گئی۔ کپڑے گپور سے بہت سارے پیسے اور کپڑے آیا جو آپنے غریبائیں تقسیم کرادیا۔

جیسٹھ کے عہنے میں ہندو عورتیں بڑھ کے درخت کی پوجا کرتی ہیں۔ بچے یہ رسم آپ کے سامنے ہوئی اور آپکو بڑھ دیوتا مانا گیا۔ سکھارام پٹیل کی بیوی جب پوجا کرنے لگی تو آپ نے فرمایا میری پوجا کرنا گپ پھنی کی پوجا کر۔ جب سے مندر کی بچہ عمارت بنی اس وقت سے حضرت سائیں بابا اور ہماراج کے فوٹو اس میں رکھے گئے۔ اور سب سید پر وٹھونکے نام کی پوجا بنائی گئی۔ اور دن میں دو بار دوپہر اور شام کو سائیں بابا اور ہماراج کی آرتی ہونے لگی۔ جو آج تک برابر جاری ہے۔

اپنی ایام میں انقلاب نئے شروع ہوا اور ہندوستان میں لاکھوں آدمی اسکا شکار ہوئے۔ ساکوری میں بھی موت کا بازار گرم ہوا۔ چند ایک آدمی ایسے مرے جکا کوئی اٹھانے والا نہ ملا ہماراج کو خبر ملی تو اکیلے انکو اٹھا لائے اور جھونپڑی پر سو قدم پر دفن کیا اور فرمایا کہ مٹی میں ایڑی سے زمانے نے ایسی گردش کہاٹی ہے کہ اس کے ذریعے سے یہ وبا مرنے والوں کے لئے نجات کا باعث ہے ایسا وقت سیکڑوں برس کے بعد آیا کرتا ہے

ان ایام میں آپ اکثر مسان میں بیٹھے رہتے۔ اور جو لوگ آپ کے لئے تازہ پھل لاتے آپ اُنکے بیج مسان میں بودیتے اور اس طرح یہ مسان باغ بنگیا اور اب آم اور بیل وغیرہ کے درخت خاصے بڑے ہو گئے ہیں۔ معتقدین نے آپ کے لئے ایک جھونپڑی بھی بنا دی مگر آپ پہلی ہی جھونپڑی میں رہے۔ یہاں ہی جاں کیا گیا جس میں سب سے زیادہ حصہ مسٹر ایٹنٹ رائڈنگ نے لیا وہ آج تک ہمارا ج کی خدمت کر رہے ہیں اور معتقدین میں آپ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

## سنی دیو طوطا

ایک مرتبہ ایک لڑکی آپ کے پاس طوطا لائی آپ نے لے لیا اور اسکا نام سنی دیو رکھا اور پتھرے میں بند کر کے مندر کے محلے میں لٹکوا دیا۔ پندرہ روز تک تو یہ کہتا پتیا۔ لیکن اسکو بعد کہانا پینا کیلکنت بند کر دیا۔ اور جو کچھ پتھرے میں ڈالا جاتا چو پخ سے باہر پھینک دیتا پانی کی کٹوری تک اندر نہ رہنے دی۔ یہاں تک کہ کامل ایک سال گزر گیا اور سنی ایک دانہ تک نہ کھایا اور سو کہہ کر تنکا ہو گیا۔ آخر ایک روز اسی صاحبین مر گیا آپ نے اسکو بڑھ کے درخت کے نیچے دفن کرایا اور ایک چھوٹا سا مندر بنوا دیا۔ جس کا نام سنی دیو کا مندر رکھا گیا۔ اور اب اسکی پوجا ہوتی ہے۔

## کاشی کی سفر

سائین بابا جتہ اصف علیہ السلام کی وفات کے ایک سال بعد آپ سدا کاشی جاکے  
 راجہ و ظاہر کیا کسی نے کہا کہ آپ خود کاشی تشریف لے کر آئیے کیا وہ درست ہے  
 آپ نے فرمایا کہ مجھے سائین بابا جتہ سے ملنا ہے۔ اور یہ کہ چند دنوں میں کام آجائے  
 ۔ بچے بہن اسلئے میرا جانا ضروری ہے۔

ان غریبوں میں سفر فرمادیا اور کاشی پہنچے۔ وہاں کاشی کے  
 لکھنوی خلیفہ کے دربار میں مقیم تھے۔ ان کے دربار میں رہ کر  
 ملت اور مہاراجے کے پاس مقیم رہا۔ پھر وہاں سے کاشی کے لیے روانہ ہوئے  
 تذکرے اور وہاں صاحبزادوں نے ساتھ ساتھ سفر کیا۔ اور اپنی اور  
 پوتوں کے کئی پاسی بھی بھیج دیے۔ اور یہ سب اور بہن متعدد اور بھیجے  
 رقم پیش کی۔ اور بہت سے غریبوں کے لیے رقم پیش کی۔ آپ کے ساتھ  
 رہے۔ آپ نے وصول شدہ رقم پر ایک تیلی بیک کر کے گھر کر دیا اور ایک  
 معتمد کے حوالے کر کے ہدایت کر دیا کہ کاشی پہنچے۔ لکھنوی کے لیے ہدایت  
 کچھ عرصے بعد آپ نے روانہ ہو کر اپنے مقیم رہا اور آپ کے ساتھ  
 اور بے ہوش کاشی جاتے ہوئے تھے اور سب کے ساتھ سفر کیا۔ اور اس کے بعد  
 پندرہ روز بعد کاشی آئیں تو کون سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ تو فرمایا کہ

میں ہر جگہ ملونگا۔ تم جس جگہ چاہو مل لینا۔ ساکوری سے رابطہ قائم کرنا  
 آدمی تاشے بابے کیساتھ آپ کے ہمراہ آئے۔ رابطہ سے آپ گاڑی میں بیٹھ کر  
 اسٹیشن پر پہنچے۔ مہاراج کے پاس روپے نہ تھے اسلئے لوگوں میں سے کسی نے  
 کاشی کا ٹکٹ نکالنا چاہا تو آپ نے منع فرمادیا کہ میرے لئے ٹکٹ نہ لو زیادہ  
 پر آپ نے فرمایا کہ اچھا انکائی (جلی سے تیسرا اسٹیشن) تک ٹکٹ نکال دو۔ گاڑی  
 جلی سے روانہ ہو کر انکائی پہنچی تو آپ ریل سے اتر پڑے۔ اور انکائی کے پہاڑ  
 پر جا کر اگاش رُشی کے درشن لئے اور ایک دن یہاں قیام کیا۔ یہاں سے  
 آپ انکریشور (اجین علاقہ میں) پر پہنچے (یہ معلوم نہیں ہوا کہ آیا پیدل گئے یا ریل  
 سے گئے) اور دو روز قیام کیا۔ پہلے نرہدھانی میں اشنان کیا اور پھر انکریشور  
 کا درشن کر کے انکریشور کی مالکہ سے اوس کے محل میں جا کر ملاقات کی اُس نے  
 آپ کی بڑی عزت کی۔ یہاں آپ نے اس کے متبنی لڑکے اور چند اور لوگوں کے  
 روبرو فرمایا کہ آپ لوگوں پر جو یہاں کے رہنے والے ہیں اگلے زمانے کے بزرگ کی  
 نظر ہے۔ اور سیوج سے یہاں کا روحانی اثر قائم ہے۔ اس عورت نے اس بزرگ  
 اور مقام کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ مقام شکر کے بارہنبرک  
 مقامات میں سے ایک مقام ہے۔ گذشتہ زمانے میں یہ مقام ویران جنگل تھا  
 اور اس میں مردم خوار جانور رہتے تھے۔ اور نرہداندی ایک چھوٹی سی پہاڑی  
 کے تہے اور اس جنگل کے گرد بہتی تھی۔ لیکن چونکہ یہ جگہ جب تپ کیلئے بہت

موزوں تھی اسلئے مارٹنڈ رتھی اور دوسرے کی ریشمیوں نے یہاں بھٹکا پنا  
تپ پورا کیا۔ ران میں کاستی چھ رتھی و بزرگ سے کہا میں بیان کرتا ہوں  
یہ بزرگ صد سالہ تپ ختم کر کے اسے بزرگ سے ختم ہو گیا اور بچکے تادم زلیت  
رہا۔ اس مقام سے چھ مہینے کے فاصلے پر بزرگ کی راست کی تہ شروع  
ہوتی ہے۔ اس راست میں بہت سے بزرگ و کمبر رہا کرتے تھے جو بہیل اور پندان  
کے ہاتھوں بہت تھک جاتے۔ لوگ بہت مال ایک جگہ جمع کیا کرتے اور اس  
بزرگ کو گویا اپنا خدا مانتے تھے۔ بزرگ نے سب سے پہلے بیٹھ کر اس کے پاس  
جستے اور اجازت طلب کرتے اور اس کے بعد سب کے راجے لگتے۔

بہان یہ بہت ضروری ہے کہ جو لوگ اس بزرگ کی منزل پر پہنچ جاتے  
میں وہ رتھی اور بری سند بری ہو جاتی ہیں اور اس کے بعد سب کے  
ہوتے ہیں اور انکی سیوا کرنے والے ہوتے ہیں اپنی سیوا میں سب سے پہلے پاتے  
میں یعنی جس ارادے سے جگہ پر جاتی ہے وہ ارادہ اسکا پورا ہو جاتا ہے۔

نکاحی بگیتی کر کے پادوستہ شنگے دام

نکاحی بگیتی کر کے پادوستہ شنگے دام

غرض یہ لوگ اپنے پیر کی مدد سے دنیاوی سکسہ بڑے ڈانکے مارتے رہے نہ کوئی  
کبھی پکڑا گیا نہ کسی درندہ سے کوئی گزند پہنچی  
ایک دن بزرگ نے اسے بزرگوں کو بلایا کہ میری زندگی کے



دن اب بہت کم رہ گئے اگر تم مجھے سچی محبت رکھتے ہو تو میں تم سے ایک بات  
 کہنا چاہتا ہوں سب نے کہا ہم کو آپ سے سچی محبت ہے آپ فرمائیے۔ اس بزرگ نے  
 کہا کہ میں فلان تاریخ کو مرنیوانا ہوں تم لوگ اس دن سے لوٹ ماریہا پیشہ ہو  
 دینا اور میری لاش فلان فلان دریا سے دفن کرنا۔ میں تمہارے لئے یہ  
 سرحد مقرر کرتا ہوں اس کے اندر ریکرہانی اولاد سے اسکو بسانا اور اسکو اپنا  
 مرکز بنانا دنیا کی کوئی حکومت اس خطے پر اپنا حق نہ ہتھیلیگی۔ تم شکر کے اس  
 مقدس مقام کی پوجا کرتے رہنا یہ گویا میری ہی سیوا ہوگی۔ روز بروز اس مقام  
 کی شہرت دور دور تک ہوگی اور لاکھوں آدمی اسکو دیکھنے کو آیا کریں گے یہ منکر  
 سب سے تعیل حکم کا اقرار کیا۔ اور اس بزرگ کی وفات کے بعد سب نے اسکی ہدایت  
 پر عمل کیا۔ چنانچہ اس مقام کے رہنے والے پنڈارونکی نسل سے ہیں اور اس بزرگ  
 کا انہر سیاہ ہے۔ اور اسیکو روحانی اثر سے یہ خطہ اسقدر سربلند و شاد ہے۔ اس کے  
 بعد عورتیں مہاراج کو دودھ پلایا اور آپ رخصت ہو کر اجین پہنچے۔ یہاں شہر اندی  
 میں اشنان کر کے آفتاب خوب ہونے پر مہاکالیشور کے مندر میں گئے۔ اور روشن نے  
 پہر اسی مندر کے کونے میں بیٹھ رہے اور صبح و رات سے چلے و آئے آباد پہنچے۔ یہاں  
 جمنائے کنارے آپ نے تین آدھونکو آپس میں بحث کرتے دیکھا۔ ان میں ایک  
 حجام۔ دوسرا اثر اور تیسرا برہمن تھا۔ ان کا تماشہ دیکھنے کو بہت سے لوگ جمع  
 ہو گئے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ برہمن نے زائش سے زیادہ شہر

کرنے کے لئے حجام کے درے یہ جھگڑا کیا تھا۔ استہین دوسرے زائرین نے  
 برہمن کو بلایا اور وہ حجام سے کہہ گیا کہ جب تک میں نہ آؤں اس کا سر نہ مونڈنا۔  
 یہ دیکھ کر ہماراج نے زائر اور حجام کو اپنے پاس بلالیا اور حجام سے کہتا ہوں خود  
 زائر کا سر مونڈنے لگے اور کہا کہ میرے ہاتھ سے تیرا سر منڈنے سے تجھ کو اور تیرے  
 خاندان کو بچات حاصل ہوگی۔ چنانچہ آواہر آپ نے مونڈا اور آواہر حجام نے پھر  
 اپنے اس سے حجام نو رو روپے دووا سنا۔ بتھوئی کو دستور سے آٹھ گنا زیادہ تھا  
 ہماراج نے پھر اور زائرین کو بلوایا اور تھوڑا تھوڑا سب کا سر مونڈا اور باقی ماندہ  
 حجام نے۔ اور ہر زائر سے حجام کو دو دو روپے دلوائے اور رہنے آپ کو بزرگ  
 سمجھ کر آپ کی قیسم کی۔ ۱۔ طرح حجام کے پاس ۲۰ روپے ہو گئے۔ استہین وہ برہمن  
 آیا اور ہماراج سے کہا تم کون ہو؟ ہماراج نے کچھ جواب نہ دیا اور پہلے زائر کو کہا  
 کہ ایک روپیہ اسکو دیدے۔ چنانچہ اس نے روپیہ دیا اور برہمن خوش ہو کر چلا گیا  
 یہاں سے اٹھ کر ہماراج ندی کے کنارے دور تک چلے گئے اور ایک جگہ  
 اشنان کر کے تھوڑی دیر گین وہاں میں مصروف رہے۔ پھر اٹھ کر شہر میں  
 پہنچے۔ یہاں ایک مسلمان نے آپ کو سلام کیا اور کہا ہماراج میرے غریب خانے  
 پر تشریف لیجئے۔ ہماراج نے فرمایا کہ مجھے تمہاری کوئی ملاقات نہیں پہر کیون مجھے  
 گھر لیجاتے ہو۔ اوس نے کہا کہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ آپ بزرگ ہیں اور میں بزرگوں کی  
 خدمت موجب سعادت سمجھتا ہوں۔ ہماراج نے فرمایا اچھا چلو۔ چنانچہ وہ آپ کو

گاڑی میں بیٹھا کر سب گھر لے گیا۔ اور نہایت زنت و احترام سے پیش آیا۔ اور اپنے  
دوستوں کو خبر کی جو آپ کی کیا حالت ہے۔ بیٹھ کر بیٹھ کر ہوئے۔ دہاراج نے صرف دودھ  
پیا اور شب کو یہاں ہوا آرام فرمایا۔ دوسرے دن آپ نے اس سے کہا کہ میں  
تھوڑی دیر شہر میں پہر کر آتا ہوں۔ اس نے ساتھ چلنے کیلئے اصرار کیا مگر آپ نے  
فرمایا کہ میں اکیلا ہی پہر کرنا چاہتا ہوں تم یہاں ہی رہو چنانچہ آپ تہی کے  
کنارے کنارے انجن شید میں بیٹھ کر انجنوں اور مشینوں کا معائنہ کرنے لگو  
اور پہر مزدوروں کے ساتھ کرنام نکال کر کام کرتے رہے۔ مسلمان میزبان سارا  
دن انتظار کرتے کرتے تھک گیا اور تلاش میں نکلا۔ دو دو ہونڈے ڈھونڈتے  
یہاں آپہنچا۔ اور اپنے ساتھ نہر لیا۔ اور ایک برہمن سے مٹھائی بنا کر آپ کے  
میش کی آپ نے تھوڑی سی کھائی۔ دوسرے دن صبح یہ شخص آپ کو جھناکے کنارے  
لے گیا اور کشتی میں بیٹھا کر کشتی دھنکے دریا کی سرزانی۔ اور ۲ بجے کے قریب بس  
لوٹے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آیا اور اس کو ایک پار روپے کی ایک تیلی دے گیا۔  
یہ شخص چار روپے دیا۔ اور کہا کہ ایک ہزار روپے دے دے تھے گرینے والا لکر گیا تھا  
اور عدالت میں ہی کوئی سزا دینی ہوگی۔ اور یہ کہ وہ اپنے ساتھ دھنکے دھنکے  
تھا۔ یہ ایک ہوسہ روپے پریم مانجی۔ جس سے اس کا اتفاق۔ اور وہی ہزار روپے دیا اور  
اب ہندو مسلمان کثیر تعداد میں آپ کا زيارت کو آنے لگے۔ جہاں نے فرمایا کہ  
اب مجھے کاشی جانا ہے ہندو بن ختم چاہتا ہوں۔ اس نے بہتر چاہا کہ چند

روز اور قیام کریں مگر آپ نے انکار ہی کیا۔ اسپر اسٹل چاہا کہ کاشی کا ٹکٹ لادے  
 لیکن آپ نے یہ بھی قبول نہ کیا اور ایک دن شب کو جب سب لوگ سو گئے تو آپ  
 وہاں سے چلے اور کاشی میں درود کیا۔ یہاں پہنچ کر آپ صبح کے وقت گنگا کے  
 کنارے کنارے ہوتے ہوئے گنگا کے پل کے نیچے پہنچے اور تھلیہ کے لئے اچھی جگہ  
 دیکھ کر یہاں بیٹھ گئے۔ اور چار روز تک یہاں ہی بیٹھے رہے صرف ہر صبح اٹنا  
 کے لئے اُٹھتے۔ ان چار روز میں آپ کو جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا یعنی سائین بابا  
 اور دوسرے سنگروں اور مہاتماؤں کے متعلق جو روحانی چارج کے سلسلے میں  
 جو کام کرنا تھا وہ انجام دیا۔ پانچویں دن کام ختم ہو گیا تو آپ نے غسل کیا اور  
 وہیں بیٹھ رہے۔ تیسرے پہر تین بجے کے قریب تین بہکاری لڑکیاں اور ایک  
 آدمی پل کے نیچے سے گزرا اور آپ کو کونے میں بٹھا ہوا دیکھ کر یہ لوگ ڈر گئے۔  
 وہ دیکھ کر آپ اُٹے اور گھاٹ سے اتر کر شہر میں داخل ہوئے۔ پہرتے پہرتے  
 ایک پاٹ شالہ کے احاطے میں داخل ہوئے۔ اس احاطے کی ایک سمت میں پاٹ  
 شالہ۔ دوسری سمت میں یاور چیمناہ اور تیسری سمت میں لڑکوں کے کہانے کا والا  
 تھا اور صحن کے عین وسط میں پانی کا چھوٹا سا حوض اور حوض میں فوارہ لگا ہوا  
 تھا۔ آپ اس حوض پر بیٹھ گئے۔ پاٹ شالہ کے محاذ نے دیکھا تو پوچھا سا دوجی  
 آپ یہاں کیسے آئے۔ آپ نے فرمایا پیاس لگ رہی ہے پانی پینے آ بیٹھا ہوں  
 اس نے کہا اچھا کیا آرام سے بیٹھ کے پانی پیجئے یہ لکھر چلا گیا۔ یہ بائیں شکر

باور چنانے سے پہلے والی عورت نے جہانگاہا جانتے دیکھا تو فرمایا کہ مائی  
 مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم میری سیدھی کی بہ عورتوں میں سے ایک کو باور چنانے  
 میں دیا اور کہا کہ بعد ان کے چہرے نے فرمایا کہ یہاں میں نہیں کہا سکتا۔ عورت نے  
 کام ختم کر کے کہہ دیا کہ میں نے تم کو سیدھی کی سیدھی اور کہا نا پڑا رہش لیا اور کہا  
 کہ آج میرا پاس نہ آؤ۔ جب کہ یہاں نہ کہہ سکتے تھے اس لیے کہ میں نہیں کہو نے کی جہانگاہا  
 نے تھوڑا سا ٹھکانا دیا اور تھوڑے وقت میں وہاں سے رات کو سو رہا یہ وہاں اس عورت  
 کے کمر میں اس کا لباس اور وہاں سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے پاس دوسرے  
 کمر میں آج کو ٹھیکرایا۔ جہاں اس کے اس حرم سے رات گزرتی تھی کہ پونہ میں تھا  
 کوئی رشتہ دار میں عورت سے نہ کہا۔ نہ اس نے فرمایا کہ اسے ساتھ ساتھ رہا کہ  
 رشتہ دار میں نہ تھا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا  
 میں یہ کچھ لیوٹا رہا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا  
 فرمایا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا  
 واد ایسا کا نام دیا۔ یا اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا  
 بیٹھنے کے لئے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا  
 کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا کہ میں نے اس کے پاس نہ کہا۔ نہ اس نے کہا

جہاز کے فرمان کے مطابق آپ کے سچے بندہ روز بد کا شی  
روانہ ہوئے۔ جس روز یہ لوگ کاشی پہنچے مگر کاشی کے چند ہستون سردارین  
ملاقات ہو گئی اور یہ انکھالات معلوم کر کے انکو جہاز کے پاس لے آئے۔ جہاز  
کی روانگی پر آپ کے کاشی جانے کی خبر ہر طرف پہنچ گئی تھی۔ جس سے انہی پونہ  
ناگپور۔ کٹر گپور اور کوہا پور وغیرہ مقامات سے ہی بہت سے لوگ کاشی پہنچے  
اور مسٹر بالکرشنا راؤ نے سبک دھیر نے کا بندہ لیت لیا۔ راؤ صاحب دناپور  
ساتھ صاحب۔ باپو صاحب۔ مسٹر اکینا تھ راؤ۔ نوروزی سیٹھ۔ فروغی سیٹھ وغیرہ  
بھی حاضر ہوئے۔ پاری اصحاب کے لئے شرمیت بہتیا صاحب نے اپنا بنگلہ  
دیا تھا۔

ایک روز آپ دت کے مندر کے پچھلے دروازے سے نکلے۔ یہاں  
لوگ رفع حاجت کو بیٹھا کرتے تھے اور ایک چوٹی سی کٹی بہان بند ہی ہوئی  
تھی آپ اُس میں جائیں گے مگر کاشی اور مذکورہ دونوں بہنوں نے ہتیرا  
سمجھایا لگ آپ نہ مانے اور اسی جگہ رہ گئے۔ لوگوں نے مجبوراً اسی جگہ کو صاف  
کیا اور ایک شامیانہ تان دیا۔ اس جگہ کاشی کے عام لوگوں کے علاوہ بڑے  
بڑے پنڈت اور خدا پرست اصحاب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور  
آپ ان لوگوں کے سامنے سر جھکاتے عجیب عجیب راوی بیان فرماتے لگے۔  
جن رسومات کی ادائیگی کے لئے جہاز کاشی اشرف لائے تھے اسکا

باطنی حصہ تو وہ خود کاشی کے پل کے نیچے پانچ روز بیٹھ کر کر چکے تھے جو سائین بابا اور گذشتہ تمام بزرگان ہر مذہب و ملت کے متعلق تھا۔ اب ظاہری حصہ کو پورا کرنا تھا۔ لہذا مسٹر بابو صاحب جوگ۔ مسٹر رام کرشنا اور مسٹر دگشت اور دیگر معتقدین نے ملکر اس حصے کو انجام دیا۔ چنانچہ چنیت شہہ پرا تپدا سے رام نوی تک تیس چالیس برہمن پنڈت سائین بابا اور دیگر بزرگوں کی تصویر و نگو سامنے رکھ کر ہر روز پوجا پاٹ، گائتری جپ اور نستھان وغیرہ کی رسومات ادا کرتے رہے۔ اور اس عرصے میں برہمنوں اور دیگر غریبوں کو روزانہ کھانا کھلایا گیا۔ جو ہر روز نئی قسم کا تیار کیا جاتا تھا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی جھونپڑی کے سامنے گائے اور گائے کے بچے لاکر باندھے جو رسومات کی ادائیگی کے بعد برہمنوں میں مہاراج کے نام سے خیرات کر دی گئیں۔

جو لوگ آپ کے درشن کو آتے آپ اکثر ان سے کہا کرتے کہ تم لوگ کاشی کو چھوڑ کر مجھے کیون سلام کرتے ہو میں تو خود کاشی کے سلام کو حاضر ہوا ہوں کاشی ایک زبردست نیرتھ اور مقدس جگہ ہے۔ چنانچہ ایک روز جبکہ شہر کے سینکڑوں لوگ اور ذمی علم اور ویدانت کے ماہر اصحاب جمع تھے آپ نے کاشی کے متعلق ایک تقریر کی جسکو سکر ہر ایک آدمی دنگ رہ گیا۔

ناظرین کی معلومات کے لئے آپ کی تقریر کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

## کاشی جی

اس وقت جبکہ آپ نے کاشی کی حقیقت بیان فرمائی آپ کے ۵۰۰ کے  
تاریخ ہماہیون کے علاوہ شہر کاشی کے سینکڑوں برہمن اور ہنڈت جمع تھے  
آپ نے فرمایا کہ :-

”خوشی دو قسم کی ہوتی ہے ایک اصلی اور دوسری نقلی۔ رات دو نوٹے  
محول کے لئے خدا نے فرمائے رکھے ہیں۔ لیکن انسان وجود میں آکر ہمیشہ نقلی  
خوشی بلیٹو راغب پایا جاتا ہے اور اصلی خوشی کا خیال ہی نہیں کرتا۔ لیکن حق  
کامیاب دینے اور شاسترو پر عمل کر نیسے اس پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ جس  
خوشی کو وہ اصلی سمجھ رہا ہے اصلی نہیں ہے بلکہ نقلی ہے۔ اس وقت اصلی خوشی کی  
تلاش کرتا ہے۔ اور اسی ضمن میں نقلی خوشی ہی اسکو حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ  
اصلی خوشی اور اسکو سبب نقلی خوشی کے محول کے لئے بہت سے ذرائع ہیں۔  
مثلاً جب اکریا کریم اہلگتی مارگ تپشچریہ اور تیرتھ وغیرہ میں جن میں سے نہر  
ذریعہ یعنی تیرتھ خاص مقدس مقامات سے تعلق رکھتا ہے اور ابھی مقدس  
مقامات کی فہرست میں کاشی بھی ہے۔ جو ہندوستان میں سب سے ممتاز درجہ  
رہتی ہے۔ اور جی تھنڈیس و حرمت اس پاک زمین پر قدم رکھنے والے گناہ  
بلا امتیاز مذہب و ملت جلا دیتی ہے اور اسکو نجات کاسحق بناتی ہے۔  
اس کاشیوت یہ ہے کہ مقدس سنگامات مختلف اور دور دراز مقامات پر بھی



بہتی ہوئی جیب کاشمی کی سرحد میں پہنچتی ہے تو اس کا پانی بالست اور مقامات کے  
 زیادہ پاک اور ستبرک ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بات بہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ  
 کونسی بات ہے نہ کہی وجہ سے کاشمی کو ہندوستان سے تعلق ہے اس کے نزدیک  
 بین میں زمانہ گذشتہ کے ایک بچے واقع کو روستی میں لاتا ہوں جس کو موجود  
 زمانے کے لوگ بالکل بے خبر ہیں۔ اگلے زمانہ میں کسی رشتی کی لڑکی ایک عرصہ  
 تک بیٹھی رہی اور کسی نے اس کے ساتھ نہ دی نہ کی۔ رشتی جب اپنی کوشش  
 سے تھک گیا تو ایک دن لڑکی کو بدو مار دیا کہ جاتیرے سینکڑوں تھک  
 ہو جائینگے۔ پھر لڑکی اور اسکی ماں بہت کھرائی۔ جب رشتی کا غم نہ اچھا تو  
 لڑکی نے اس بدو کا کیطرف توجہ دلائی۔ اس پر رشتی نے کہا کہ میرے بچہ پر وہ کونسا  
 پہلے تو ایک شوہر تو تلاش کرے پہرے کچھ بری بدو مانے مسلمان بہت سے خائف  
 ملینگے۔ لیکن تو ان سبھوں کے لئے باعث نجات ہوگی۔ تو دنیا بہری مالکہ  
 ہوگی اور وہ تمام لوگ جو تیری صحبت میں رہینگے نجات حاصل کریں گے۔ پہرے  
 نے لڑکی کو ایک منتر سکھایا اور یہ اشلوک سنایا۔

گنگا جل سمانستی نینا شچیت پر و اری کا

جلد و صا رنی سادھوی سندھو او دھوا پوا

یعنی وہ جسے دل کا بہاؤ گنگا کی طرح پاک ہو وہ سادھو ہے خواہ وہ کنواری  
 ہو یا بیاہی ہوئی۔ دنیا کو نجات دلائی والی ہے۔ اور جو عورت پہرے کے کامل

خواص خود میں پیدا کرے وہ گنت مائے ہے۔ چنانچہ اس لڑکی نے اپنے باپ کے ارادہ کو مانا، منتر یاد کر لیا اور اُسوں کے معنی بخوبی ذہن نشین کر کے جٹل میں جا بیٹھی یعنی رشتی کی یہ خواہش تھی کہ لڑکی خود میں گنگا مائے کے خواص پیدا کرے اور اپنے لئے ایک شوہر ڈیوٹڈے جس کے بعد وہ اپنے آئندہ ہونیوالے شوہر و نکو بخت والا سکے۔ لہذا وہ گنگا کے کنارے جا بیٹھی اور ایک پتھر کو اپنا شوہر سمجھ کر اپنے سامنے رکھ لیا اور منتر کا جب شروع کروا تا کہ گنگا مائے اور پتھر (یعنی خیالی شوہر) کے خواص اس میں پیدا ہو جائیں۔ چنانچہ کئی سال کی ریاضت کے بعد اُس نے گنگا مائے اور پتھر ہر دو کے خواص اپنے ذہن میں پیدا کر لئے اور اسکو معلوم ہو گیا کہ دونوں کے خواص یکساں ہیں۔

اب ہم گنگا اور پتھر کے خواص کا موازنہ کر کے انکی یگانگت کا ثبوت دیتے ہیں: جب ہم گنگا مائے پر خود کی نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ منظوم اور صابر ہے۔ کیونکہ نہ تو وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے پر فریاد کرتی ہے نہ یہ بول ڈالنے پر خوشی کا اظہار کرتی ہے۔ دونوں حالتوں میں وہ ایک ہی روش سے ہوتی ہے خواہ اسکو تیرتھ کی طرست استعمال کرو خواہ گندگی و بو و وہ شاکہ نہیں اچھے نہیں۔ پاک ناپاک۔ تندرست یا کوڑھی۔ امیر اور غریب سب ہی قسم کے لوگ اس میں اشتیاق کرتے ہیں یہ سب کو یکساں سمجھتی ہے۔ اس کی طرح پتھر کو جب دیکھتے ہیں تو اسکو بھی گنگا مائے کی طرح منظوم پاتے ہیں۔ بہت سمجھکر اسپر پہول چڑھا کر

یا اوسکو کھڈی مین لگائے۔ پوچھئے یا ٹھکرائے وہ کسی حالت سے متاثر نہیں ہوتا۔  
 سب چیزیں اسکی نظر میں ہی یکساں ہیں اور خواص کے لحاظ سے دونوں میں  
 کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن ان یکساں خواص کے حصول کے لئے دو مختلف ذریعے  
 ہیں۔ ایک ذریعہ روان ہے اور دوسرا مقیم۔ لیکن اس رائی نے اب ہر دو کے خواص میں  
 میں پیدا کر کے خود خواص کے حصول کا تیسرا ذریعہ ثابت کیا اور یہ ذریعہ انسانی ہوا ہے۔  
 وہ لڑکی پتھر (مرد) ہی تھی اور گنگا ماتا (عورت) ہی۔ یعنی اسکے قالب میں مرد اور  
 عورت دونوں کے خواص موجود تھے۔ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ مین ایک ہی وقت  
 میں مذکر ہی ہوں اور مؤنث بھی اور کبھی ایک ہی وقت میں اس کے خلاف اب  
 یہ حالت پیدا کر کے مذکورہ بالا اشلوک کے مطابق وہ جلت مائیں بنی اور حصول نطفہ  
 کے لحاظ سے وہ دنیا کی بیوی ہی تھی اور مان ہی۔ (اس طرح رشی لی بدھ کے مطابق  
 اسکے سینکڑوں شوہر ہو گئے اور سب کو ذریعہ نجات ہی ہو گیا) چنانچہ مجموعی حیثیت  
 میں وہ ایک عورت۔ سب عورتوں میں۔ اور ایک مرد سب مردوں میں تھی یا دونوں  
 میں سے ایک ہی نہ تھی۔ وہ ایک ذہنییت انسانی پیکر میں اس وقت تک موجود  
 ہے (کیونکہ وہ پتھر ہی ہے اور گنگا ہی) یہ پتھر گنگا کے قریب ہے اور وہ گنگا اور  
 پتھر دونوں میں بسی ہوئی ہے اور دونوں سے الگ ہی۔ یہی پتھر کا پتھر ہے  
 کہلاتا ہے۔ روہیڈاس چمار کے حالات سے جو ایک مشہور بزرگ ہو گئے۔  
 مین پتہ چلتا ہے کہ بزرگوں اور ولیوں کو وہ اسکی سکھائی ہوئی بات آتی ہے

اور یوں غائبانہ طور پر وہ ہر وقت یہاں حاضر ہے۔

اب چونکہ وہ ویشیشور اور گنگا دونوں میں موجود ہے لہذا مقام کاشی کی جہاں وہ پتہ اور گنگا کے قریب بیٹھی تھی روحانی قدر و منزلت بڑھ گئی۔ علاوہ ازیں اس نام میں بھی بڑی خوبی ہے۔ یعنی "کاشی" کا اور آشی سے مرکب ہے کا بمعنی برہما اور آشی بمعنی کہانے والی یا پیٹ میں رکھنے والی ہے۔ لہذا کاشی کے معنی ہوئے "وہ جو برہما نہ کوٹھل بیٹھی ہو۔ اور یہ لڑکی چونکہ معرفت کے اعلیٰ مقام کوٹے کر چکی تھی یا بلفظ دیگر برہما نہ اس کے دل میں کامل طور سے سایا ہوا تھا اسلئے اس کا نام کاشی رکھا گیا۔ اور اس کا ہر وقت گنگا اور ویشیشور کے قریب قیام ہونے کی وجہ سے اس مقام کا نام کاشی ویشیشور اور گنگا کا نام کاشی گنگا پڑ گیا۔ کاشی کے دوسرے معنی برہما روپ میں جہاں شی کے معنی اس عورت کے ہیں جو اعلیٰ ترین مقام معرفت کوٹے کر چکی ہو اور برہما سے ملکر اس میں آدمی مایا سکتی آگئی ہو۔ کا بمعنی "وہ کہان ہے" چنانچہ اہل نظر سوال کیا کرتے ہیں کہ کاشی کہان ہے یعنی وہ عورت جس نے مقام الوہیت پایا ہے وہ کہان ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا قیام کاشی ویشیشور میں ہے اور وہ کاشی کہلاتی ہے اب گنگا میں جو لوگ نہاتے ہیں وہ سب اس لڑکی کے شوہر ہیں لیکن اگرچہ بہت سے رشی (شوہر) کاشی سے واصل ہو کر ایک ہو گئے تاہم وہ کنیا (ناکھنڈا) ہی ہے کیونکہ وہ اپنے میں پتہ کے خواص رکھنے کی وجہ سے خود شوہر ہی ہے۔

اور کنیا میں "ن" بمعنی برہما اور "نی" بمعنی بے جا بیواہی ہے لہذا کنیا کے معنی ہوئے  
 "وہ جو نہ دبر بہا سے ملی ہو اور جو دوسروں کو برہما تک پہنچائے۔ اور چونکہ رشی کی کاشی نامک  
 کنیا کا ہجک متقل قیام ہے لہذا اس مقام کو کاشیان مرناں کہتے ہیں" (یعنی جو کاشی  
 میں رہتا ہے اسکو نجات حاصل ہو جاتی ہے) ابھی کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں کاشی کو اسٹا  
 پڑھنے تو ششی کا یعنی پڑ ہو ہوتے ہیں۔ اور اس روحانی سبق کے پڑھنے کی طرف اشارہ ہے  
 جسکو اس کنیا نے پڑھ کر اسرارِ حقیقت کو جانا اور سچیت لگنا اور پتہ کے خواص کو پکڑ کر طبع سے  
 جانتا ہے جو کاشی نے انہی دونوں کے قریب رہ کر حاصل کیے تھے۔

اس لایک سے بعد بہت سے دشمنوں نے اس مقام پر پیش قدمیاں کیں۔ کاشی سے وہاں پہنچے  
 اور چونکہ کاشی لگنا اور پتہ کے خواص حاصل کرنے سے کوئی خاص خواہش نہ ہو گئی لہذا  
 لگنا اور پتہ میں ہی اسکی روحانیت کا اثر آگیا۔ لیکن یہ اثر صرف اسی جگہ تک محدود ہے  
 یہاں یہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سد پرشوس میں تمام تہہ تہہ اور روحانی اثرات  
 اور گنا موجود ہیں اور وہ جہاں اٹھتا بیٹھتا ہے اس جگہ میں ہی لوگوں کو گنا ہونے سے پاک  
 کر کے نجات دینے کا اثر آجاتا ہے۔ اور جب لگنا اٹھنا کر نیو اوتے گنا ہونے کی بارکی  
 متعلق نہیں ہوتی تو سد پرشوس کو اپنے قدموں سے چھو کر تمام بارگناہ سے سبکدوش  
 کر دیتا ہے۔ سد پرشوس کی طاقت لگنا اور تہہ تہہ سے بدرجہا بڑھ ہی ہوئی ہے اور لگنا کو سبک  
 دہاتا کی آمد کا سخت انتظار رہتا ہے تاکہ وہ اسکو بارگناہ سے آزاد کرے چنانچہ وقتاً فوقتاً  
 ایسے سد گر و پیدا ہوتے ہیں اور لگنا کو اس کے ایسے بارگناہ سے سبکدوش کرتے ہیں۔

گویا گنگا اور ونکے گناہ صلب کرتی ہے اور سد پرورش گنگا کو پاک کرتا ہے۔

گنگا پانچ ششٹی تاپنم وینتم کلپ ترستھا  
پانچ تاپنم جدین یوچ سہ لیس سا دھوٹا گھٹا

یعنی گنگا گناہوں کو نکالتی ہے چاند چھت کو اور کلپ وخت دکہ کو صلب کرتا ہے لیکن ان تمام چیزوں کو سد پرورش کیا صلب کرتا ہے۔ اس تقریر سے سامعین پر ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مقام کاشی سچی اور اصلی خوشی کے حصول کا ذریعہ اور اسی سر نقلی خوشی ہی حاصل ہوتی ہے۔

گنگا ماتا

شاستروں کے مطابق مہندوؤں میں خصوصاً برہمنوں میں بیوہ عورت کو گنگا بہا گیتی کہتے ہیں اور ان بیواؤں کے کاشی (رشی کنیا) کی طرح مقام معرفت پر پہنچنے اور گنگا کی حیثیت حاصل کرنے کے لئے اصول قائم کئے ہیں۔ ان اصول کے مطابق لڑکی کی شادی آٹھ برس کی عمر میں ہو جانا چاہئے قبل اس کے کہ ہم بیواؤں کے منہ میں پر بخت کریں یہ ضروری ہے کہ اس سوال کو کہ شادی کس کو کہتے ہیں اور اس کا مقصد کیا ہے اور یہ کہ آٹھ ہی برس کی عمر میں کیوں ہونا چاہئے حل کریں۔

سنئے۔۔۔ بریشور نروپ اور نراکار ہے لیکن اپنے دیکھنے کیلئے اس نے روپ یا اور روپ لینے سے پہلے نراکار حالت میں لوٹ آئی تھی چند ترکیبیں سوچ لیں۔ اپنی ترکیبوں میں سے ایک ترکیب شادی کی ہے۔ خدائی دو جاتیں ہیں ایک نراکار (بغیر شکل) دوسری ساکار یعنی شکل والی اور اس طرح دوئی کا اظہار ہوا۔ چنانچہ دنیا اور اس کے لواحقات میں ہر طرف دوئی نظر آتی ہے اسی بنا پر خلقت عالم ہی دوئی سے خالی نہیں یعنی مرد کی ضرورت بنائی گئی ہے۔

اب مرد میں بھی خدا کا ظہور ہے اور عورت میں بھی یعنی ہر دو میں ایک ہی خدا ہے۔  
لیکن سمایا ہوا ہے اب اس روپ یا آکار سے الگ ہو کر اپنی اصلی نراکار حالت  
میں آنے کے لئے ان دو الگ روپوں کا باہمی اختلاط لازمی ہے۔

آٹھ برس کی عمر میں عورت کنیا ہوتی ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا  
ہے کہ کنیا برہما روپ ہے جس میں خدا کی تمام قوتیں مضمر ہوتی ہیں اور اس عمر میں وہ سست  
اوستھامین ہونیکی وجہ سے جب مرد اس سے (اوسکی لاسلی میں) شادی کا رشتہ قائم کرتا ہے  
تو اوکو تعلق سے وہ برہما اوستھا حاصل کرتا ہے۔ اور س طرح دونوں میں برہما اوستھا کا ظہور  
ہوتا ہے۔ چنانچہ عورت (رشی کنیا) کا شی اور مرد (وشیشیور) بن جاتا ہے بشرطیکہ وہ اس عمر میں  
شادی کے بعد مقررہ مہول پر عمل پیرا ہوں۔ اب خدا نے اپنی گیان اوستھامین واپس لے  
کے لئے پہلے ہی سے ان دونوں گیان ساکار سبتیوں (۸ سالہ مرد و عورت) میں سے  
ایک میں یعنی عورت میں اپنی گیان اوستھا کو مستور رکھا ہے یعنی ۸ برس کی عمر میں عورت  
میں جبکہ وہ گیان اوستھا میں ہوتی ہے خدا کی گیان اوستھا پیدا ہوتی ہے لیکن اگر  
اس وقت دوسری ساکار سبتی (مرد) اسی عمر میں اس کنیا سے رشتہ جوڑے تو دونوں میں  
اوستھا پیدا ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ دونوں مقررہ مہول پر عمل درآمد کریں۔ ایسی حالت میں  
خدا اپنی اصلی حالت میں پٹ جاتا ہے لیکن اگر مقررہ مہول پر کار بند نہ ہوں تو دوتی کا  
رنگ قائم رہتا ہے اور عورت کی گیان اوستھا مرد میں سرایت نہیں کرتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے  
کہ اسی گیان اوستھامین دونوں کے تعلقات بے مہول قائم رہنے سے سنسکار کے

تناسب کوئی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ موت حیات کے جال میں بہنس جاتے ہیں اور اصلی گیان  
 اوستھا کا انہار نہ ہونکی وجہ سے خدا اپنی اصلی حالت اختیار نہیں کرتا اس سے معلوم ہو گیا ہوگا  
 کہ برس کی عمر میں لڑکی گیان اوستھا حاصل کرتی ہے یعنی گنگایا کاشی کی حالت میں ہوتی ہے  
 اور ہوت وہ کہنیا ہوتی ہے۔ اب جو وقت صول کے مطابق وہ مرد کو بیاہی جاتی ہے اس وقت  
 وہ لکشمی یعنی کاشی یا گنگا کہلاتی ہے اور مرد جو اس نعلت سے اس کی گیان اوستھا کو حاصل کر لیا  
 ہوتا ہے ناراین۔ یعنی کاشی گنگا و شیشور وغیرہ کہلاتا ہے چنانچہ شادی کے بعد انکو لکشمی ناراین  
 کہہ کر سلام کرتے ہیں۔ اور اس سلام کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اب تم صول مقررہ پر چلو تاکہ خدائی حالت  
 نصیب ہو۔ اور وہ صول یہ ہیں کہ عورت مرد کو ناراین یعنی و شیشور تصور کرے اور خدا کی مانند فرمانبردار  
 کرے اور مرد و شیشور یعنی پتھر کی روش اختیار کرے اور ان صول پر چلنے سے وہ دونوں اصلی  
 خدائی حالت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اگر اس اوستھا میں عورت سر جاکو لکشمی ہو لیکو جو برس میں اوستھا  
 میں رہتی ہے اور مرد بھی ناراین ہونکی وجہ سے پرین اوستھا میں رہتا ہے۔ اور اگر دونوں زندہ ہوں  
 تو عورت کہنڈ سو بہا گیاوتی اور مرد سر جاکو ہی پڑن اوستھا میں ہوتی ہے۔ اور مرد ناراین و شیشور  
 یا پتھر ہونکی وجہ سے لکشمی مر تا وہ اسکو پتھر کی صورت میں پاتی ہے چونکہ اسکی انسانی شکل میں  
 پتھر کی صورت میں ایک ہی خواص ہوتے ہیں لہذا اسکا معاملہ رشی کنیا کی طرح ہونی چاہیے وہ کاشی  
 ہو جاتی ہے اور پتھر اسکا خاوند یعنی و شیشور ہوتا ہے اب اگرچہ وہ بیوہ ہوتی ہے لیکن کاشی  
 ہونکی وجہ سے گنگا اور کنیا ہے۔ اور اس طرح وہ گویا کنیا ہی ہے۔ سو بہا گیاوتی ہی ہے اور بیوہ  
 بھی۔ لہذا خدا کی دو شکون (مرد و عورت) میں عورت کی شکل زیادہ محبت رکھتی ہے۔



کیونکہ اس صورت میں گیان اوستھا ظہور کر کے مرد کو عورت اپنے تعلق کی اصلی خدائی حالت بخشی ہے بشرطیکہ اصول کی پابندی کی جائے۔ یعنی کنیا مرتبہ الوہیت پر پہنچ کر اپنے خاوند اور ۴۲ پیڑیوں کو اسی مقام تک پہنچاتی ہے۔

اشٹہ ورشا بہوئیت کنیا نور شاچ روہنی : دوش ورشا بہوئیت گوری تدور و ہونچا رخص و  
عورت آٹھ سال کی عمر میں کنیا (برہمہ روپ) ۹ سال کی عمر میں روہنی اور دس سال میں گوری کی اوستھا لیتی ہے اور پھر سن بلوغت کو پہنچتی ہے اور ہر وقت حیض کی ناپاکی میں آلودہ ہو جائیگی وجہ خدائی حالت اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ اور اگر ہر وقت تک وہ بیابھی نہ گئی۔ یا بیابھی گئی ہو یا بیود ہو اور اصول کی پابندی کر کے اس اوستھا کے حامل کرنا کہ وہ کہہ سکتی ہے نہ آیا ہو تو اس کی نجات ایک ہی طریقہ سے ہو سکتی ہے یعنی وہ یا اس کا خاوند خود کو سد گر و کے حوالے کر دے جو برہم روپ ہوتا ہے۔ اور اس میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ جس طبقہ اور شیت کے آدمی کو چاہے نجات دلائے خواہ وہ دنیا میں سب سے بڑا گناہگار ہی کیوں نہ ہو۔

ست گروین شوشکتی ہرت دکھا کوسا : پاؤ پلک میں پارا ناترے دشن و داتار  
چاندانی شوچھی پانی تنگی گئی کا تنھا : پتی تاپنی مہاسا دہوی ست سنگا پاؤ نشوی  
سب سے کم حیثیت اور سب سے بڑی گناہگار عورت سد گر و کی صحبت میں رہ کر کاشی بن جاتی ہے یعنی تنگا ہو جاتی ہے اور گنگا ہر وقت سد گر و کے قدموں میں رہتی ہے۔ اس شلوک میں گو عورت کو خلیا کیا گیا ہے لیکن درپردہ مردوں کی طرف ہی اشارہ ہے۔ چنانچہ بہاگوت گیتا میں لکھا ہے  
”دہستری یو ویشیا استھیا شندرا استے پینانتی پیرا گتین۔“

۴۲  
پیڑی  
دہوی

یعنی پنج ذات اور کم حیثیت عورتیں (مثلاً دھڑا لنگ چار وغیرہ) یہی منزل حقیقت تک پہنچ سکتی ہیں۔ یعنی عورت اور مرد بلائی نام مرتبہ مقام الوہیت حاصل کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ سد گرد کے حوالے ہو جائیں۔ لیکن اسکو سننے یہ ضروری ہے کہ عورت کا کنیا پن قائم ہے کیونکہ کنیا عورت ہی کا شای دوپٹے سکتی ہے۔ جو عورت کنوار پن کی حد سے آگے بڑھ گئی ہو وہ سد گرد کی مدد سے کنیا پن حاصل کر سکتی ہے۔ اور اسکا ثبوت کے ٹومندرج ذیل مثالیں موجود ہیں۔

ابلیا بانی گوتم رشی کی بیوی جس نے پربشکس کا لنگ بھی کیا۔ اور رام کے قدم چھو کر کنیا ہو گئی۔  
 درویدی جسکے پانچ شوہر تھے اور کنیا نہ رہی تھی۔ سری کرشن کی خدمت کو کنیا ہو گئی۔  
 سیتا۔ رام کی بیوی جسکو راو نے چھو لیا تھا بلکہ پنے گہرے بہا لگاتا۔ رام کے چھو لینے سے پہر کنیا ہو گئی۔ تارا۔ راجہ ہری چندر کی بیوی ایک برہمن کے ہاتھ بیچ دی گئی تھی جسکے گہر وہ جا کر رہی۔ وشواستری دعا اور وشنو بھگوان کی کرپاسے جو روہیت کی وفات کے وقت حاضر تھے کنیا بنی۔ مندووری نے رام کے ذریعے کنیا پن حاصل کیا۔ انے علاوہ اور بہت سی عورتیں ہیں مثلاً میرا بانی۔ جنابائی۔ مکتا بانی۔ سکوبائی جو کنیا نہ تھیں جنکو سد گرد کے حوالے کر کے کنیا بن گئیں۔ یہ ایسی بزرگ عورتیں تھیں کہ جبکی ایک نظر کسی کے نجات دلائیکو کافی تھی۔ تو کیا ایسی کنیا اپنے خاوند اور اسکی اور اپنی ۴۲ بیڑی کو نجات نہیں دلا سکتی ضرور دلا سکتی ہے۔ اسی ہی خدارسیدہ عورت کو کنیا۔ کمار۔ یوگنی۔ ساو جیا سستی کہتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم ان ناموں پر بحث کریں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک کنیا اگر کسیکو اپنے ہاتھ سے کہا ناوے تو اسکو یہ سمجھتے ہیں کہ اسکو اسکا خاوند

سے  
پہنچا

جلاوٹے اور سکو بجات دیدی۔ اسی لئے شاسترون مین تاکید کی گئی ہے کہ کہانا پکانا اور  
اپنے خاوند کو کہلانا عورت کا فرض ہے۔ چنانچہ پانڈو نے گہرین کہانا پکانا دوسرے نوکر و مرتبہ  
لیکن کہانا پر وسنا دروپدی کنیا کے سپرد تھا جس کے ذریعے پانڈو نے گناہ دہل جاتے  
ہند اہر سنساری عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے مرد کو کہانا پکانا کہلا  
تا کہ مرد کی بجات ہو۔ اب ہم یوگنی۔ ساد ہو اور سستی عورت کے مسنون پر بحث کرتے ہیں  
یوگنی۔ وہ عورت جو اپنے یوگ کسی یوگی کے زیر سایہ ایٹھ اور اوستھا حاصل کرے اور  
دوسرے نوکر بھی فیض پہنچا سکے۔ ساد ہو۔ وہ عورت جس کا ظرف ست اوستھا کے قبول کرنے  
کے قابل ہو اور ساد ہو مرد کے صفات رکھتی ہو۔ سستی۔ وہ عورت جس کے ظرف مین حق کی  
سمائی ہو کر اور جو ست پرشوس کی اوستھا رکھتی ہو۔ اب مین ایک قصہ سناتا ہوں جس سے  
پتی ورتا عورت کے صفات معلوم ہونگے۔

ایک دنیا دار سنسائے کے بکھڑوں سے تنگ آکر کسی سدگر وکے پاس گیا تاکہ  
خود کو اسکو حوالے کر کے تسکین قلب حاصل کرے۔ سدگر وکے نے کہا کہ تیری عورت پتی ورتا  
نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ تیرے دل کو راحت نہیں ہے۔ اگر وہ پتی ورتا ہو جائے تو تجھے  
خوشی اور آرام نصیب ہوگا۔ پہر یہ اشلوک سنایا۔

ناری بن عمرس نہین بھنت من مانورے ۔ ناری بن ناری مرن پٹ گن رن نہین ہو مانورے  
یعنی (ناری) عورت کے بغیر مرد کے دل کو قرا نہیں آتا۔ اور ناری (سد پرشوس) کے بغیر  
ناری (مایا) فنا نہیں ہوتی اور جب تک مایا فنا نہیں ہوتی اس وقت تک دل پٹا

نہیں کہتا۔ ناری۔ نا۔ اور۔ آری سے مرکب ہونا کے معنی نہیں اور آری کے معنی دشمن  
یعنی جس کا کوئی دشمن نہیں۔ یا وہ جو سب کو ایک آنکھ سے دیکھے یعنی سد گرد۔

پُر و شاپہی جانتی پُر و شہینہ پد ام بخم  
الٹی کیو پرا بٹا پرا بٹا یا پرا بٹا سٹے

یعنی وہ جو خود کو مرد سمجھتا ہے پرا بٹا کے قدموں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مرد عورت ہی اہل قدر  
ناتو رہے جو مایا کو دبا دے۔ یہاں ابلا کے معنی پتی ورتا یعنی دہرم کی مطابعت کرنا  
عورت کے ہیں۔ لہذا مایا (ناری) کو ناپید کرنا عورت ہی کے ہاتھ میں ہے جو پتی ورتا دہرم  
اختیار کر کے ایسا کر سکتی ہے اور ہر وقت بخوراحت اور آرام حاصل ہو سکتا ہے اور سد گرد  
بہتر ہی مدد کر سکتا ہے۔ اسلئے تو اپنی بیوی کو لایا میں اسکو پتی ورتا دہرم کی تعلیم کر دینا  
پناچہ وہ شخص اپنی عورت کو لایا اور سد گرد نے اسکو تعلیم دی کہ "عورت کو راجانیت حاصل  
کرنے کے کئی ذریعے ہیں جن میں سب سے افضل پتی کا ذریعہ ہے اور جو اس ذریعے کو اختیار کرے  
پتی ورتا ہے۔ اب پتی ورتا کے معنی مختصراً سمجھو۔ ماں باپ کیلئے دان کے کئی طریقے ہیں جس سے  
وہ سعادت دارین حاصل کر سکتے ہیں۔ اس میں کنیا دان سب سے اعلیٰ ہے۔ لہذا جب والدین  
اپنی کنیا کو دان کریں اور کنیا ہی دان ہونا بخوشی قبول کرے تو ماں باپ کو اسکا اجر دونوں  
جہان کی راحت کی صورت میں ملتا ہے لیکن اگر یہ دان مجبوراً ہو تو سچا دان نہیں ہوتا۔ اب  
اپنے والدین کو اپنے دان کا پتہ پہچانا تیسرے ہاتھ میں ہے۔ اور اس دان کا پتہ پہچانا ہی  
یہ رہتا ہے۔ اور اگر اس حالت میں تو پتی ورتا دہرم اختیار نہ کرے تو تیسرے والدین

کا نجلو دان کرنا گویا مٹی کی کنیا کا دان کرنا ہو گا۔ اور وہ اس گستاخی کے لئے دوزخ کے حوالے ہونگے اور تو اور تیرا خاوند ہی دوزخی ہونگے۔ تو درحقیقت خاوند کو دان کی گئی ہے، قرض یا عاریتہ نہیں دی گئی کہ پہر اس سے واپس لے لیجائے اور تیرے والدین نے دان قبول کر نیوالے کو پوتر سمجھ کر تجھے دان دیا ہے لہذا تجھے ہی اس کو پوتر سمجھنا چاہئے۔ اور اسکو کسی قسم کا دکھ نہ دینا چاہئے بلکہ اسکی خوشی اور آرام کی کوشش کرنا چاہئے۔ اس حالت میں تو والدین کی بھی فرمانبرداری ثابت ہوگی اور بتی ورتا بھی کہلائیگی۔

شوہر جو اس دان کا قبول کر نیوالا ہے قابل پرستش ہے۔ خواہ وہ اندھا ہو لنگڑا ہو۔ شرابی ہو۔ جواڑی ہو یا زانی ہو۔ تیرا فرض ہے کہ تو ایسی روش اختیار کرے کہ جس سے وہ سعادت دارین حاصل کر کے خدا سے وصل ہو جائے اور ایسا حالت میں تو بتی ورتا کہلائیگی مستحق ہے۔

اور کسی کا اپنے پیٹ سے نکلی ہوئی زندہ مورتی یعنی دختر کو دان کرنا صرف ایشور کے لئے ہو سکتا ہے جو اس دان کو قبول کرنے کے قابل ہے اور چونکہ تیرے لئے تیرا خاوند ایشور ہے لہذا تجھے اسکے واقعی ایشور ہونے تک (یعنی پرہم) حاصل کرنے تک بتی ورتا دھرم پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہئے۔ اب ہم کنیا دان کی علت غائی بیان کرتے ہیں: دان کے معنی دینے کے ہیں لیکن ایسا دینا جو شخص خدا کے لئے یا اسکو نام پر ہو۔ اور یہ دینا اسلئے ہوتا ہے کہ اسکی وجہ سے تمام

گناہ و بل جانین اور سنگار کے گورکھ ہند سے انسان نکل جائے اور موت  
 و حیات کے جھیلے سے آزاد ہو جائے۔ اور اسرار حقیقت سے آگاہ ہو کر نجات  
 کا ستھن ہو۔ چونکہ دان دینے والے کا دان پر کوئی حق نہیں رہتا اس لئے یہ  
 دان خدا یا خدا رسیدہ بزرگ یا سد پرکش کو یا کسی ایسی جگہ کو جو خدائی اثر  
 اپنے میں رکھتی ہو دینا چاہئے۔ اور دان کے حقیقی معنی ہی یہ ہیں کہ وہ قابل پرستش  
 ہستی یعنی خدا کو سچی محبت سے اور مقدس جگہ کے چل کر نیکی غرض سے دیا جائے  
 دان کی کئی قسمیں ہیں۔ آن دان - وستروان - درو یا دان - راجہ دان - گاند  
 بہومی دان - کنیا دان وغیرہ ان سب میں کنیا دان سب سے افضل ہے۔

مان باپ اپنی لڑکی کو کسی شخص کو قابل پرستش سمجھ کر دان دیتے ہیں  
 اور وہ اسلئے دان دیتے ہیں کہ انکے سنگار کے پاپ دور ہوں اور نجات ملے  
 لہذا کنیا کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے خاوند کو خدائی جگہ سمجھے اور اس سے محبت کرے  
 اور یہ جانے کہ جب تک وہ اپنے خاوند کے لئے نجات حاصل نہ کرے اپنے فرض  
 سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ مان خاوند کے ایشور روپ پانے پر وہ نجات  
 پاتی ہے اور سو بہاگیاوتی کہلاتی ہے اور اس کا خاوند ایشور روپ پانے پر  
 حیات ابدی پاتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے اس فرض سے موجودہ زندگی میں ادا  
 نہ ہوئی تو پھر اسکو اس وقت تک جب تک وہ اپنے خاوند کے لئے نجات  
 حاصل نہ کرے پیدائش اور موت کے جھگڑے میں بہنسا رہنا پڑتا ہے۔ لیکن

شاستر میں ایسی ترکیب بتائی گئی ہے جو اسکو موجودہ زندگی ہی میں اس فرض سے  
 سبکدوش کر سکتی ہے۔ اس کے ثبوت میں ایک قصہ سناتا ہوں:-

ایک میان بیوی میں باہم بڑی محبت تھی۔ ایک دن بیوی نے اپنے  
 خاوند سے کہا کہ کیسا اچھا ہو جو دوسرے جنم میں بھی آپ ہی میرے شوہر ہوں۔  
 خاوند نے کہا کہ اگرچہ ہمارے کوئی اولاد نہیں ہے تاہم میری محبت بھی چاہتی  
 ہے کہ دوسرے جنم میں تم ہی میری بیوی بنو۔ اس گفتگو کے چند روز بعد عورت نے  
 اپنے خاندانی گرو سے جو ایک خدا رسیدہ بزرگ تھا کہا کہ گرجی اگرچہ ہم کو کوئی اولاد  
 نہیں ہے تاہم میان بیوی کی خواہش ہے کہ یا تو ہم دونوں کو ایک ہی ساتھ  
 نجات دلجائے یا اگر پہرہ جنم لینا پڑے تو دونوں میں پہرہ یہی رشتہ قائم ہو۔  
 گرجی نے فرمایا کہ شاسترون میں چند طریقے بتائے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہوئیے  
 تمہاری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ شاسترون کے مطابق کئی قسم کے دان  
 ہیں۔ مثلاً نور دان۔ سوزن دان۔ بلی دان۔ سوہاگیا دان اور آتما دان  
 یعنی اپنے تپ کو کسی سد گرو کے حوالے کرنا وغیرہ۔ تمہیں سستیہا ماکا حال  
 معلوم ہو گا جس نے کرشنا کو دوسرے جنم میں اپنا خاوند بنانے کے لئے ناروینی  
 (سد گرو) سے ایک متعلق دریافت کیا۔ ناروینی نے کہا ہو سکتا ہے بشرطیکہ یا تو تو اپنے  
 خاوند کو بطور دان کسی برہمن (ناروینی کی طرح) سد گرو کو دے یا اپنے خاوند کے  
 ہموزن سونا اسکو دان کر جو نور دان کے برابر ہے۔ یا اپنے خاوند کو ہمراہ لیکر

پر ایانگ (الہ آباد) جا اور مجوزہ کریا کریم بوجہ حسن انجام دے جس سے تیرے خاوند  
 کا ایشور کو دان کرنا مقصود ہے۔ پہر تجھے اپنے خاوند پر کوئی اختیار نہ ہوگا۔ تجھے کسی  
 صرف پرستش کرنی ہوگی۔ غرض ان دو تین طریقوں سے جتنے اسے ایشور روپ  
 دلانے کا ثواب ملیگا اور تیرا سہاگ قائم رہیگا اور اس وقت تو اپنے فرض سے سبکدوش  
 ہو جائیگی۔ عورت نے جواب دیا کہ یہ تیسرا طریق مجھے پسند لیکن میرا خاوند اس کو  
 قبول نہ کرے گا۔ گرجی نے کہا پہر تو اپنے سہاگ (زیورات پہنا گلستر کنگھی وغیرہ)  
 کو ایک صندوق میں بند کر اور ویدی کے بعد جو میں تیرے ہاتھ کرناؤنگا کسی برہمن  
 کو دان کر دینا۔ دوسرے دن عورت نے گرو کے حضور میں تمام رسومات ادا کئے  
 اور اپنے سہاگ کا صندوق کسی غریب برہمن کے حوالے کر دیا۔ لیکن اس صندوق  
 میں الماری کی کنجی ہونے سے رہ گئی۔ لہذا اوس شخص گرو سے اس کو واپس لینے کے  
 متعلق دریافت کیا۔ گرجی نے کہا کہ دان دی ہوئی چیز واپس نہیں لیجا سکتی  
 اب تم اہلینان رکھو کہ تمہارے خاوند کو ایشور روپ حاصل ہو گیا ہے اور تم اپنے  
 فرض سے اب بری ہو۔ اور اس کا انجام دونوں کی نجات ہے۔ اگر تم کو اس میں  
 شک بھی آیا تو ہی تمہاری نجات تھینی ہے۔ لیکن آج کل عورت شوہر کے متعلق  
 جو کام فرض جانتی ہے وہ صرف کہنا پکانا کہلانا اور اس کے ہاتھ پیر دبانے  
 تک ہی محدود ہے۔ لیکن اس طرح وہ اپنے فرض سے سبکدوش نہیں ہوتی۔ اس کو  
 ساتھ ہی ساتھ اس کو وہ طریق بھی اختیار کرنا چاہئے جس سے خاوند کو دائمی اور



لا محدود سکھ (بد لوکی اور پریم لوکی سکھ) حاصل ہو۔ اس لئے اگر وہ اس فرض کو اپنے  
 خاوند کو دائمی سکھ ملنے تک انجام دیتی رہے تو وہ اس سکھ و شہر کو پتی ورتا  
 بستے کی معیت ہو سکتی ہے۔ اور اب چونکہ تم نے یہ فرض ادا کیا تو گویا اپنے والدین  
 کو کنیا دان کے ثواب کا مستحق بنا کر اپنے خاوند کے ساتھ انہیں ہی (پریم سکھ)  
 لازوال خوشی کا مستحق بنا دیا۔ اور ان دونوں فریق کو سکھ دینے سے خود بھی اس  
 سکھ کو حاصل کر لیا یہ کہ اگر مہاراج نے فرمایا کہ شاستر کے بنائے ہوئے ان طریق  
 پر عمل کرنے سے ہر عورت پتی ورتا بن سکتی ہے لیکن خود کو سدگر و کے حوالے  
 کرنا لازمی ہے اور جب ہی وہ ساد ہو۔ یوگی یا سستی ہو سکتی ہے یہ

اس پر معنی اور جامع تقریر کرنے حافزین کے دل پر بہت ابھرا اثر کیا اور  
 اسی اثر نے سارے شہر کو آپ کا گرویدہ بنا دیا۔ غریبوں کے علاوہ طبقات امرا  
 بھی الٹ پڑا اور ہر وقت آپ کے پاس ایک بھیڑ لگی رہتی۔ شہر کے مغز و جوتا  
 رکن مسٹر جی لال ویدھیوا اور مسٹر شیورام بیہا صاحب اور دیگر اصحاب ہر روز  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے۔ اسی اثناء میں مسٹر جیرام بیہا نے اپنے بہائی  
 مسٹر شیورام بیہا کی معرفت قد مبسوس ہو نیکی آرزو ظاہر کی۔ مہاراج نے اجازت  
 دی چونکہ مسٹر جیرام ایک مدت سے مفلوج اور چلنے پہرنے سے سہ دور بستے چار  
 آدمیوں کے سہارے سے گاڑی سے اترے اور مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے  
 اور عرض کیا کہ میرے لئے دعا فرمائیے تاکہ میں اچھا ہو کر ہر روز آپ کی خدمت

میں حاضر ہو کر ون آپ نے فرمایا اچھا کل سے اپنے آدمیوں کی مدد سے پیدل آیا کرو۔ انہوں نے کہا میرے اعضاء میں اتنا سکت کہاں ہے جو پیدل چل سکو نہ پاؤں زمین پر ٹک سکتا ہوں نہ ماتہ سے کوئی چیز پکڑی جاسکتی ہے۔ آپ نے فرمایا اگر آنا ہے تو پیدل آؤ۔ چنانچہ مسٹر جیرام نے تعمیل حکم کی اور پہلے روز بصد مشکل تین پار آدمیوں کی مدد سے پیدل آئے دوسرے روز سے مرض میںفاقہ شروع ہو گیا اور پانچ سات روز میں اکیلے لکڑی کے سہارے آنے لگے اور جہاز کے قیام کا شئی تک بالکل تندرست ہو گئے۔

رام نومی پر جہاز کا شئی ہی میں تھے معتقدین نے بڑی دھوم سے جلسہ کیا اور پرسمنون اور مساکین کو کھانا کپڑا دیا گیا۔ ہوم کی رسومات جو تین روز جاری نہیں پرسمنون کے ذریعے اسی دن ادا کی گئی۔ تقسیم طعام و پارچہ پر نمائک جاری رہی۔ اس خیرات سے ہزاروں سادہو، سنیا سی اور ہیراگیوں نے فائدہ اٹھایا۔ اسی شب کو گانا ہوا جس میں سینکڑوں آدمی شریک ہوئے۔

انہی ایام میں ویدانت کا ایک شہور عالم مسٹر یدنیثور شاستری دکت نامی ہر شب کو جھونپڑی میں جہاز کی خدمت میں حاضر ہو کر گرتے پڑتا کرتا اور آپ کی معلومات سے استفادہ حاصل کرتا۔

یہ تقریبات پر نمائک جاری رہیں اور ادائیگی رسومات مذہبی میں باپو صاحب جوگ نے نمایان حصہ لیا۔ اور ایٹونٹ راؤ اور شنکر پٹیل نے بھی جو تمام

معتقدین کے میڈر تھے قابل قدر خدمت کی۔ سمو قہر سائین بابا کے معتقدین  
 ہی حاضر تھے۔

ان رسومات کی ادائیگی کے بعد اکثر لوگ مہاراج کے حکم سے اپنے  
 گہروں کو رخصت ہو گئے۔ مہاراج سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں اکیلا آیا ہوں  
 اور اکیلا ہی جاؤں گا۔ آپ کے پاس جو لوگ باقی رہ گئے تھے ان میں کھڑ گپور کا  
 کہاسینس ہی تھا جو باوجود مہاراج کے سمجھانے کے آپ کو چھوڑ کر جانے پر رضامند  
 نہ ہوا۔ اس پر مہاراج نے فرمایا کہ اگر یہی بات ہے تو رہو اور اپنی قسمت کا لکھا پاؤ  
 چنانچہ دو دن بعد وہ سخت بیمار ہوا۔ اس کا دل مہاراج کے روحانی تصرف سے  
 اس قدر پاک ہو گیا تھا کہ اس کو اپنی موت کے آثار معلوم ہو چکے تھے اور یہی وجہ  
 تھی کہ وہ اپنے گرد کے قدموں کو چھوڑ کر نہ گیا۔ اور یہ خواہش ہی تھی کہ کاشی  
 میں مہاراج کے قدموں میں دم نکلے۔ باپو صاحب جوگ سے یہ پہلے ہی ظاہر  
 کر چکا تھا کہ میری وجہ سوا پکوٹری تکلیف ہوئی ہے۔ مرنے سے کاشی سے چلے جائیگا  
 لیکن آپ ہی اس آفت کا مقابلہ کر نیکو رہیں گے۔ لیکن یہ بات اس وقت باپو صاحب  
 کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ اس وقت سب لوگ کاشی سے روانہ ہو چکے تھے صرف  
 باپو صاحب جوگ۔ لکشمی بائی۔ سو بہدر بائی۔ ترمبک راؤ۔ درگا بائی اور  
 کہاسینس باقی رہ گئے تھے۔ غرض کہاسینس ۹ دن بیمار رہا جس میں وہ ہر وقت  
 بٹاش نظر آتا تھا۔ لیکن کہانا پینا چھوڑ دیا تھا اور خاموشی اختیار کر لی تھی۔

لیکن جب ہمارا مزاج پرسی کو تشریف لاتے تو وہ اٹھ بیٹھتا اور دل کہوں کے  
 باقی کرتا۔ آخر نوین دن اسکا انتقال ہو گیا اور لاش گنگا کے کنارے جتا کے  
 سپرد کی گئی۔ مرنے سے ایک دن پہلے اس نے اپنی بیوی کشمی بائی سے کہہ دیا تھا  
 کہ کل تم مجھے یہاں نہ دیکھو گی۔ اور یہ کہ تم ہمیشہ ہمارا ج کی خدمت کیا کرنا کیونکہ  
 ہمارا ج ایشور اتار میں۔ اس کے مرنے کے بعد باپو صاحب جوگ نے ۵ روز  
 میں تمام مذہبی رسومات کاشی کے برہمنوں کے ذریعے ادا کیں۔ اور ہمارا ج کے  
 حکم کے موافق ترمبک راؤ اور سو بہد را بائی کے ہمراہ ساکوری روانہ ہوئے۔  
 اسکے بعد ہمارا ج اور درگا بائی نے ایک مہینہ کاشی میں قیام کیا اور پھر  
 یہاں سے بذریعہ ریل (چونکہ درگا بائی ساتھ تھیں) گیا تشریف لیگئے۔ روانگی کے  
 وقت مسٹر چننی ویدھیا اور مسٹر شیو رام بھائی آپ کا فوٹو لیا۔ گیا میں شیو  
 پاڈا کی تیرتھ کی اور پھر واپس کاشی لوٹ آئے۔ تین دن بھر اچھو دھیا گئے اور رام  
 کاوشن کر کے پھر کبیر سٹھ اور دیگر وچپ مقامات کا معائنہ کیا۔ یہاں اس مقام  
 پر یہی گئے جہاں رام کا مندر اور مسجد ایک ہی احاطے میں واقع ہیں۔ دیکھ کر آپ نے  
 فرمایا مندر اور مسجد دونوں میرے ہیں۔ یہاں تین روز قیام فرما کر الہ آباد گئے  
 اور گنگا جمن کے سنگم پر شنان کیا۔ ایک دو روز کے بعد آپ دولت آباد علاقہ  
 جیدر آباد تشریف لیگئے یہاں سے ورول گئے اور ایک روز بھر بذریعہ ریل  
 چنلی اور چنلی سے بذریعہ گاڑی ساکوری واپس تشریف لے آئے۔

مہاراج کی آمد کی خبر سکر چارو نظروں سے لوگ درشن کو آنے لگو  
ایک دن بہت سے لوگ مندر کے مقابل ٹاٹ کے شامیانہ میں بیٹھے تھے کہ  
آنہ ہی آئی اور شامیانہ گر پڑا۔ اسپر سٹر فردون جی اور سٹر ایٹونٹ راؤ نے  
اسی جگہ ٹین کا چھپر ڈالنے کی اجازت مہاراج سے لی۔ اسی کام شروع ہی نہیں  
ہوا تھا کہ ایٹونٹ راؤ۔ ساکوری کے پٹیل اور دیگر صحاب نے پختہ عمارت بنانیکا  
خیال ظاہر کیا۔ مہاراج نے فرمایا کہ تمہیں اس میں بھین آرتی پوجا اور کرتن وغیرہ  
ہر روز کرنا پڑے گا اگر ایسا کر سکو تو مجھے کوئی عذر نہیں۔ چنانچہ مئی ۱۹۱۹ء میں  
عمارت کی بنیاد رکھ دی گئی۔ مندر کے ارد گرد ہندو کمرے زائٹین کے قیام کے  
لئے بنائے گئے اور مندر کے احاطہ میں ایک بارہ دری نہایت شان دار آجل  
بن رہی ہے

مہاراج کی تشریف آوری کے ایک ماہ بعد باپو صاحب جو گئے آرتی پوجا  
کی اور غریبوں کو کپڑے تقسیم کئے۔ چند روز بعد گوکل اشٹی کے دن سٹر ایٹونٹ  
راؤ بوراؤ کے اور راہٹاکے ہیڈ ماسٹر صاحب نے ملکر کرشن جنم کی تقریب اسی  
مقام پر بڑے دھوم سے منائی اور شیش چترتی ہی اچھے پیمانے پر منائی گئی۔  
باپو صاحب جوگ سائین بابا رحمۃ اللہ علیہ کے خاص معتقد تھے اور ہر وقت  
آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ اور سائین بابا کے وصال کے بعد بھی مزار مبارک پر  
حاضر رہتے تھے۔ انہوں نے مہاراج سے درخواست کی کہ مجھے اپنی خدمت میں



آپ نے ۲۰ روز بھئی میں قیام فرمایا۔ اس عرصے میں آپ نے معتدین کے سامنے نہایت ہی دلچسپ اور دلکش مضامین پر بحث کی میٹرو وار کا داس آپ کو اپنے گہر لیگئے اور نذرانے میں ایک بڑی رقم پیش کی آپ نے فرمایا ٹاٹ پوش فقیر کیلئے سونا چاندی مٹی کے برابر ہے مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے اسی طرح جن جن لوگوں نے نذرانے پیش کئے آپ نے انکار کیا۔ غرض دیوالی سے دو روز پیشتر آپ یٹی سے ساکوری روانہ ہوئے۔

دیوالی پر ساکوری میں معتدین نے قریباً ایک ہزار روپے کے کپڑے غربا میں تقسیم کئے اور بہنڈا دیا گیا۔ کماری پوجا بہن اور کرتن وغیرہ بڑے پیمانے پر کئے گئے۔ جہاراج کے نام سے ہالکی نکالی گئی جس میں ہزار ہا آدمیوں نے حصہ لیا اسکے چند روز بعد دت بھینتی کی تقریب میں ہی اسی شان کا انہار کیا گیا اور سنکرات ہی بڑی دھوم سے منائی گئی جس میں مہورا بائی نے کئی تیلے چاول جہاراج کے نام سے غربا میں تقسیم کئے۔ جہاشیور اتری پر سٹرایشنٹ راؤ نے عام طور پر گئے کارس تقسیم کیا۔ لیکن اس عرصے میں خدا جانے کیا واقعہ ہوا کہ جہاراج نے اپنے پاس آئیواونکو اور خود کو گالیان دینی شروع کیں اور اپنی پرانی جھونپڑی جو مندر سے لگی ہوئی ہے پھوڑ مسان والی جھونپڑی میں جانیٹھے اوس دن سے آج تک آپ وہیں قیام فرماہیں۔ آنے کے بعد تین دن تک آپ کچھ نہ کہا یا جوتے روز سے ایک ماد تک صرف وودہ پر گزارا کیا۔ اس عرصے



شری سگر واپاسنی مہاراج (ساگوری)





ن ہولی کا تہوار آیا۔ مندر کی عمارت کی کھڑیوں میں سے ایک مولاسا کندہ چند  
کون کی مدد سے آپ مسان میں اٹھایا گئے اور اسکو جلا کر ہولی منائی۔

اب بامِ نومی کا تہوار آیا۔ معتقدین نے ۹ دن پہلے ہی سے کرتن بھجن  
وغیرہ شروع کر دیے۔ اس تہوار پر ہزار سا آدمی باہر سے آئے۔ آتش بازی  
چھوڑی گئی اور پہلو انوں کے نکلے ہوئے۔ تمام شہر میں پانگی پھرائی گئی اور  
غربا کو کھانا کپڑا دیا گیا۔ غرض کہ ۹ دن تک بڑی بہاری جات کا طعف رہا۔ اس  
تقریب میں مہاراج کے ممتاز معتقد مسٹر ایشونت راؤ نے اخراجات کا بڑا حصہ اپنے  
دے لیا اور ہر ایک کام نہایت حسن و خوبی سے انجام دیا۔

اسی طرح مہاراج کے جنم دن پر بھی مسٹر ایشونت راؤ نے نہایت فراخ  
سے روپیہ خرچ کیا اور رام نومی کی طرح آتش بازی وغیرہ چھوڑی گئی۔

انہی ایام میں خان صاحب کنیسروا برانی رئیس احمد نگر جو مہاراج کے نہایت  
ہی سچے معتقد اور دلدادہ بین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چاہا کہ اپنے  
نئے بنگلے کی افتتاح آپ کے دست مبارک سے کرائیں لیکن مہاراج نے فرمایا  
کہ میری کیا ضرورت ہے تم خود اسکی افتتاح کر سکتے ہو۔ خان صاحب موصوف  
نہایت باادب اور کم سخن بزرگ ہیں زیادہ اصرار کی ہمت نہ کر سکے اور پندرہ  
ساروز کے بعد اپنی اہلیہ گلہائی کے ہمراہ پہر حاضر خدمت ہوئے اور دونوں  
لے ملکر عرض کیا کہ آپ کو اب ہم بچائے بغیر کھانا نہیں کھائیں گے اس پر مہاراج نے قرا

کر لیا کہ اچھا فلان روز میں ایک دن کے لئے چلوں گا چنانچہ روز مقررہ پر خان صاحب  
احمد نگر سے موٹر لیکر حاضر ہوئے اور ہمارا جہاز حب وعدہ درگاہانی کو ساتھ لیکر بذریعہ  
موٹر احمد نگر روانہ ہوئے۔ اور مسٹر ایشونت راؤ۔ ترمبک راؤ اور سو بہادر بابائی  
بذریعہ ریل احمد نگر آئے۔ اس موقع پر پونہ کے پارسی اور ایرانی معتقدین کو بھی خان  
صاحب نے بلالیا تھا۔ چنانچہ خان صاحب نے اپنے نئے بنگلے میں ہمارا جہاز کو  
فروکش کیا اور ایک سچے ہوئے کمرے میں قیام فرمانیکی درخواست کی لیکن ہمارا  
جہاز نے حب عادت ایک چھوٹا سا کمرہ پسند کیا اور اسی میں اپنا ٹاٹ بچھا کر بیٹھ گئے  
سات روز تک آپ نے یہاں قیام کیا اس عرصے میں احمد نگر کے لوگ جوق جوق  
آپ کے دشمن کو آتے رہے

یہاں آپ نے مذہب زردشت کے متعلق وہ وہ عجیب و غریب باتیں  
سنائیں کہ ان لوگوں نے پہلے کبھی نہ سنی تھیں۔ آٹھویں ہمارا جہاز درگاہانی گلابائی  
اور خان صاحب کے ہمراہ بذریعہ موٹر واپس ساکوری تشریف لے آئے

مئی ۱۹۲۲ء میں آپ کی جھسا لگرہ منائی گئی وہ گزشتہ تمام تیوہاروں کے  
کئی حصہ رونق اور شان شوکت میں بڑھی ہوئی تھی پہلو انون کو سونے چاندی  
کے کڑے انعام میں دئے گئے۔ اس کے بعد گرو پرنا بھی اسی شان شوکت سے  
منائی گئی۔ لیکن اس دن ایک ایسا عجیب واقعہ ہوا کہ دیکھنے والے حیرت زدہ ہو گئے  
لیکن اس کو بیان کرنے سے پہلے ہم یہ بتانا مناسب سمجھتے ہیں کہ سد پر و شون کی روحانی

قوت کا اظہار موقع اور محل کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً مختلف طریقوں سے ہوا کرتا  
 ہے گمان کے اندر معجزات قوتیں ہونے پر بھی وہ ان قوتوں کا استعمال ظاہر طور پر  
 نہیں کرتے لیکن بعض موقعے ایسے آجاتے ہیں کہ خود بخود ان قوتوں کا اظہار  
 ہو جاتا ہے۔ اسی نوع کا ایک کرشمہ ہمارا ۹ جولائی ۱۹۲۲ء کو گرو پرنما کے  
 موقع پر ظہور پذیر ہوا۔ اس دن جب معمول جذبہ لوگ درشن کو حاضر ہوئے تو  
 تعلقہ مایگاؤن سے ایک برہمن شادی شدہ عورت بھی اپنے چار لڑکوں کے ساتھ  
 درشن کو آئی جسکی عمر ۳۰ یا ۳۵ برس کی ہوگی اور آٹھ روز سے ساکوری میں مقیم  
 تھی۔ اس دن ہمارا راج کو غسل دینے کے لئے بہت سے عورت و مرد ہمارا راج کو  
 التجا کر رہے تھے لیکن آپ انکار کر رہے تھے جب مذکورہ عورت نے اور عورتوں کے  
 ساتھ ملکر زیادہ اصرار کیا تو آپ نے گالیان دینی شروع کیں اور کہا کہ میں  
 ہر جگہ اور ہر چیز میں موجود ہوں میرے بدنے کسی پتھر یا کسی سنگڑے کو بے یا  
 کوڑھی کو غسل دو گے تو وہ مجھے اور مجھے اعلیٰ کو بھی پہنچے گا۔ یہ کہہ کر آپ گالیان  
 دیتے ہوئے جھونپڑی میں جا بیٹھے۔ سب عورتیں تعمیل حکم کی فکر میں احاطہ کو  
 باہر آئیں کہ سامنے سے ایک نیچ ذات کوڑھی جکے ہاتھ پیر کی انگلیاں جھڑی  
 ہوئی تھیں اور زخموں سے خون اور پیپ بہہ رہا تھا دکھائی دیا۔ عورتوں نے  
 دوڑ کر اسکو بلایا اور راستہ ہی پر چوکی بچھا کے اسکو ہٹانا شروع کیا اور  
 سامنے باجا بجا یا گیا۔ عورتوں میں برہمن اور دوسری قوم کی عورتیں شریک

تہن اور سب نے ملکر اس کو جسم پر خوشبودار مسالہ اور تیل لٹکایا اور  
 کپڑے پہنائے اور منٹھائی وغیرہ نذر کی۔ اس میں سے ایک عورت  
 تو دیا لیکن ٹوپی تو دہی ہی نہیں یہ سنکر راؤ صاحب کو کھلے کی پر  
 پار جی بائی نے ترمبک راؤ کو ۵ روپے ٹوپی لانے کے لئے دئے  
 کہا کہ اس وقت اس قیمت کی ٹوپی ملنا مشکل ہے پہر کبھی لاکر دے د  
 والی عورت نے اپنے لڑکے کی نئی اور قیمتی ٹوپی لاکر اس کو بڑھ  
 ٹوپی کا سر پر رکھنا تھا کہ کوڑھی کی بجائے سب کو ہمارا ج نظر  
 فرط محبت سے گلے سے پیٹ گئی اور خوب روئی۔ یہ منظر قریب  
 رہا۔ اسکے بعد پہر وہی کوڑھی دکھائی دینے لگا۔ اور بدن ہو  
 پیپ سے بہرا ہوا تھا۔

آج کل ہمارا ج مدوح سا کوری ہی میں قیام پذیر

## تتمت

(نوٹ) صفحہ ۱۵۲ سے ۱۵۶ تک بجائے شرمیت بہاگوت کے غلط  
 ہے درست پڑھ لیا جائے۔

(مطبوعہ مطبع جہانگیری بمبئی)

